117
چال کا جواب
اشتیاق احمد

ابو اسیدؓ سے روایت ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ ایک آدمی نے دریافت کیا۔ والدین کی وفات کے بعد کیا ان سے بھلائی کرنے کی کوئی ایسی شکل باقی رہ گئی ہے، جسے میں انجام دے سکوں۔

آپؐ نے فرمایا:

ہاں چار باتیں ہو سکتی ہیں:

(۱) ان کے لیے دُعا استغفار۔

(۲) ان سے کیے ہوئے عہد کا پورا کرنا۔

(۳) ان کے دوستوں اور ملنے والوں سے احترام اور تعظیم سے پیش آنا۔

(۴) اس رشتے کو ملانا جو ان کی طرف سے تمہارے ساتھ تعلق رکھتا ہو۔ یعنی چچا، پھوپھی، ماموں، خالہ جیسے رشتوں کا پورا پورا لحاظ رکھنا۔

(الادب المفرد ص۹)

ناول پڑھنے سے پہلے یہ دیکھ لیں کہ:

- یہ وقت نماز کا تو نہیں —
- آپ کو سکول کا کوئی کام تو نہیں کرنا —
- کل آپ کا کوئی ٹسٹ یا امتحان تو نہیں —
- آپ نے کسی کو وقت تو نہیں دے رکھا —
- آپ کے ذمے گھر والوں نے کوئی کام تو نہیں لگا رکھا۔

اگر ان باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی ہو تو ناول الماری میں رکھ دیں، پہلے نماز اور دوسرے کاموں سے فارغ ہو لیں، پھر ناول پڑھیں۔ شکریہ!

مخلص:

اشتیاق احمد

دو باتیں

السلام علیکم!

اس مرتبہ ایک بہت ہی پرانے قاری نے گلہ کیا ہے۔ گلہ "یوڈا پر حملہ" کے سلسلے میں ہے۔ انھیں اعتراض ہے، بلکہ انھوں نے اس بات سے رنج محسوس کیا ہے کہ میں نے یوڈا پر حملہ کا انتساب اپنے ایک ڈاکٹر دوست کے نام کیوں لکھا۔ دوسرے قارئین کا بھی تو اتنا ہی حق ہے۔ بلکہ یہ حق تو میرے قارئین کا ہے، دوستوں کا نہیں۔ سو اس بارے میں وضاحت کرنا پسند کروں گا۔

ڈاکٹر سعید مختار میرے دوست بعد میں ہیں، ڈاکٹر بھی بعد میں ہیں، پہلے میرے قاری ہیں۔ دوسری بات یہ کہ یوڈا پر حملہ کا مرکزی خیال انھوں نے ہی مجھے دیا تھا۔ اگر اس ناول کا مرکزی خیال کسی اور دوست یا قاری نے دیا ہوتا تو میں

ہرگز ناول کا انتساب ڈاکٹر سعید مختار کے نام نہ لکھتا۔ اس صورت میں انہی کے نام لکھتا۔ آپ بے شک تجربہ کر لیں۔ کوئی اچھوتا آئیڈیا ارسال کریں۔ اگر میں اس پر ناول لکھوں گا تو انتساب ضرور ان کے نام ہوگا جنھوں نے آئیڈیا ارسال کیا ہوگا۔ اور ایسا پہلے بھی ہو چکا ہے۔ مطلب یہ کہ اس میں رنج محسوس کرنے یا مجھے ناانصاف خیال کرنے کا کوئی جواز نہیں رہ جاتا۔

ایک اور بات نوٹ کر لیں۔ اگر آپ کو مجھ سے اچانک کوئی شکایت ہو گئی ہے۔ آپ کے خیال میں میری وجہ سے آپ کو کوئی رنج پہنچا ہے۔ یا مجھ سے کوئی زیادتی آپ کو ہوتی محسوس ہوئی ہے تو پہلے آپ مجھ سے اس کی وضاحت چاہ لیا کریں۔ یہ نہیں کہ یک طرفہ فیصلہ کر کے آپ مجھ سے متنفر ہو جائیں۔ یہ انصاف کا تقاضا نہیں۔ اصولی طور پر آپ پہلے وضاحت طلب کریں۔ اگر میں وضاحت نہیں کر پایا تو دوسری بات ہے۔ اور اگر وضاحت نہ کرتے ہوئے میں اپنی غلطی مان کر معافی طلب کرتا ہوں تو بھی آپ کا حق یہی

بنتا ہے کہ فراخ دلی سے معاف کر دیں، اس لیے کہ میں بھی انسان ہوں، فرشتہ نہیں ہوں۔ مجھ میں وہ سب خامیاں ہیں جو ایک انسان میں ہو سکتی ہیں۔ میں نے کبھی یہ دعویٰ کیا بھی نہیں کہ مجھ میں کوئی خامی نہیں ہے، کوئی برائی نہیں ہے، کوئی خرابی نہیں ہے۔ جی نہیں۔ مجھ میں برائیاں ہیں، خرابیاں ہیں، کوتاہیاں ہیں، میں گناہ گار قسم کا انسان ہوں۔ اس کوشش میں ضرور رہتا ہوں کہ میں برائیوں سے بچا رہوں۔ لیکن نہیں بچ پاتا اور یہی بات مجھے بتاتی ہے کہ آخر میں ایک انسان ہوں۔

میں تو اپنے ایک نئے قاری کا دل دکھانا بھی گناہ خیال کرتا ہوں۔ کسی پرانے قاری کا دل تو کیا دکھاؤں گا۔ ہاں، انجانے میں کسی کا دل دکھ جائے تو بات اور ہے۔ بلکہ قاری ہی پر کیا منحصر۔ میں تو کسی بھی انسان کا دل دکھانا پسند نہیں کرتا۔ ان تمام باتوں کے باوجود اگر میری ذات سے میرے کسی بھی قاری کو کوئی تکلیف پہنچی ہو، کوئی رنج محسوس ہوا ہو یا انھوں نے محسوس

کیا ہو کہ میں نے فلاں معاملے میں ناانصافی یا وعدہ خلافی سے کام لیا ہے تو میں پہلے ہی معافی مانگ لیتا ہوں۔ اور درخواست کرتا ہوں کہ پہلے وضاحت ضرور طلب کر لیا کریں، پھر کوئی فیصلہ کیا کریں۔

یہ ناول پہلے انوکھی چال اور چال کا جواب کے نام سے دو حصوں میں شائع ہوا تھا۔ اب ایک جلد میں حاضر ہے۔ اس ناول میں مجرموں کی انوکھی چال کا جواب دیتے ہوئے آپ اپنے محبوب کرداروں کو جاسوسی کی نئی راہوں پر پائیں گے۔ شکریہ!

لاکٹ گیا

"گوگی!"

"چینی ہلا!"

"کیا مطلب!" انسپکٹر جمشید نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

یہ دو پتلے دُبلے آدمی ابھی ابھی ان کے دفتر میں داخل ہوئے تھے۔ بابا فضل نے ان کی آمد کی اِطلاع بھی نہیں دی تھی۔ گویا دونوں بِلا اجازت آ گئے تھے، آتے ہی دھم سے کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ اور پھر یہ دو نام ان کے مُنہ سے باری باری نکلے۔

"یہ ہمارے نام ہیں، آپ اتنا بھی نہیں سمجھ سکے۔" پہلا بولا۔

"آپ بغیر اجازت اندر کیوں داخل ہوئے، کیا دروازے پر میرا چپڑاسی موجود نہیں؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"جی ہاں۔ موجود تو ہے، لیکن سو رہا ہے۔"

"کیا کہا۔ بابا فضل سو رہے ہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ انھیں تو ڈیوٹی کے دوران کبھی سوتے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔"

"تو آج دیکھ لیں، ہمیں دیکھنے پر کوئی اعتراض نہیں۔"

"اکرام۔ دیکھو۔ بابا فضل کو کیا ہوا ہے؟" انسپکٹر جمشید نے دونوں کو گھورتے ہوئے کہا۔

"جی بہتر!" اکرام نے کہا اور تیزی سے باہر نکلا، پھر واپس مُڑتے ہوئے بولا:

"حیرت ہے سر۔ بابا فضل دین تو واقعی گہری نیند سو رہے ہیں۔"

"تب پھر۔ ڈاکٹر کو فون کر دو۔ ان کی طبیعت ضرور خراب ہے، یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ بابا فضل کی طبیعت ٹھیک ہو اور وہ ڈیوٹی کے دوران سو جائیں۔"

"جی بہتر۔" اکرام نے کہا اور اپنی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے ریسیور اُٹھا لیا:

"ہاں۔ اب آپ فرمائیں۔ کیا بات ہے۔ کیسے تشریف لائے؟" انسپکٹر جمشید ان سے بولے۔

"مقابلہ۔" دونوں ایک ساتھ بولے۔

"مقابلہ۔ کیا مطلب؟"

"دیکھیے جناب۔ مقابلے کا مطلب تو بس مقابلہ ہی ہوتا ہے، اب ہم اس کی تشریح کس طرح کریں۔ چلیے آپ یوں سمجھ لیں کہ دو پہلوان جب ایک دوسرے سے لڑتے ہیں تو کہا جاتا ہے کہ ان

کے درمیان مُقابلہ ہو رہا ہے۔"

"تو تم لوگ پہلوان ہو؟"

"نہیں۔ ہم صرف لڑاکے ہیں۔"

"لیکن لڑاکے ہونا تو کوئی اچھی بات نہیں۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"آپ پھر غلط سمجھے۔ ہم عورتوں کی طرح کے لڑاکے نہیں ہیں، جو آپس میں لڑ لڑ کر مر جاتی ہیں۔ ہم تو جنگ جو قسم کے لڑاکے ہیں۔ مشہور و معروف لوگوں کو مقابلوں کی دعوتیں دیتے پھرتے ہیں۔ گویا انھیں للکارتے ہیں کہ اگر ہمّت ہے تو ہم سے مُقابلہ کر کے دکھاؤ۔"

"مجھے ایسا کوئی شوق نہیں۔ آپ تشریف لے جا سکتے ہیں۔" انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"یہی تو افسوس ہے۔" پہلے نے منہ بنا کر کہا۔

"کس بات پر افسوس ہے۔ اور آپ نے اپنا نام کیا بتایا تھا۔ عجیب سا نام لیا تھا۔ ذہن سے نکل گیا۔"

"گوگی۔ افسوس اس بات پر ہے کہ ہم تشریف نہیں لے جا سکتے۔"

"تشریف نہیں لے جا سکتے، لیکن کیوں۔ ایسی کیا مجبوری ہے؟"

"ہم نے بتایا نا۔ ہم آپ سے مقابلہ کرنا چاہتے ہیں۔ ایک

یادگار مُقابلہ۔ جس کا ذکر دارالحکومت کے بچّے بچّے کی زبان پر ہو۔۔۔ کیونکہ ہم نے سُنا ہے۔ آپ نے بڑے بڑے عالمی جاسوسوں تک کو شکست دی ہے۔ اب ذرا ہمیں بھی شکست دے کر دکھائیں۔۔ بات دراصل یہ ہے کہ ہمارا جی بہت دنوں سے شکست کھانے کو چاہ رہا ہے۔"

"کیا مطلب!" ان کے مُنہ سے نِکلا۔

"جی ہاں۔ کبھی کھائی نہیں نا۔ ایک آدھ بار کھالیں گے تو گویا چین آجائے گا۔ بس یُوں سمجھ لیں۔ ہم شکست کی تلاش میں دَر دَر بھٹک رہے ہیں۔"

"شکست کی تلاش میں بھٹک رہے ہیں۔" انسپکٹر جمشید بولے چہرے پر حیرت ہی حیرت نظر آئی۔ اکرام بھی کچھ کم حیران نہیں تھا، وہ اس وقت تک ڈاکٹر کو فون کر چکا تھا۔

"جی ہاں! ہمیں آج تک کوئی شکست نہیں دے سکا۔ ہم جس سے بھی لڑے، اس پر فتح پائی۔ آپ کی ہم نے بہت شہرت سُنی تھی۔ لہذا اس خیال سے چلے آئے کہ آپ سے مقابلہ کر دیکھتے ہیں۔"

"دیکھو بھئی۔ میں اس قسم کے مقابلے نہیں کرتا۔ میں تو ملک کے دشمنوں کے خلاف لڑتا ہوں۔ ہاں۔ اگر تم دونوں اس مُلک کے دشمن ہو تو پھر میں تم سے مُقابلہ ضرور کروں گا۔"

"ہم مُلک کے دُشمن نہیں ہیں۔ نہ غیر مُلکی ایجنٹ ہیں۔ ہم تو بس اپنے دِل کی تسلّی کے لیے آپ سے لڑنا چاہتے تھے۔"

"سوری! میرے پاس اتنا وقت نہیں۔"

"تو ہم یہ سمجھ لیں کہ آپ ہم سے ڈر گئے۔"

"جو جی میں آئے سمجھ لیں۔ اب آپ جا سکتے ہیں۔"

"بہت بہتر۔ شکریہ۔ معلوم ہو گیا، آپ کتنے پانی میں ہیں۔" گوگی نے اُٹھتے ہوئے کہا، ساتھ ہی اپنے ساتھی سے بولا:

"آؤ بلّے چلیں۔ مایوسی پلّے پڑی۔"

ابھی دونوں نکلے نہیں تھے کہ ڈاکٹر انصاری اندر داخل ہوئے۔۔

"یہ باہر فضل کیوں سو رہا ہے انسپکٹر صاحب؟"

"اسی لیے تو آپ کو بُلایا ہے ڈاکٹر صاحب۔ وُہ شاید بے ہوش ہے۔"

"بے ہوش ہے۔ اوہ اچھا۔" یہ کہتے ہی ڈاکٹر انصاری باہر نکل آئے۔

ساتھ ہی گوگی اور چینی بلّا بھی باہر نکل گئے۔ انسپکٹر جمشید اور اکرام کرسیوں سے اُٹھ کر دروازے کی طرف بڑھے ہی تھے کہ ڈاکٹر انصاری کی حیرت زدہ آواز سُنائی دی:

"ارے۔ فضل کو تو کلوروفارم سُنگھایا گیا ہے۔"

"کیا!" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا، پھر انسپکٹر جمشید تیزی سے بولے:

"تب تو۔ تب تو یہ کام ان دونوں کا ہے۔ اب میں ان سے مقابلہ ضرور کروں گا۔" یہ کہتے ہی وہ باہر کی طرف دوڑ پڑے —— گیٹ پر پہنچے، اِدھر اُدھر نظریں دوڑائیں تو دونوں ایک ٹیکسی میں بیٹھتے دیکھائی دیے۔

"اے۔ ٹھہرو۔ تم اس طرح نہیں جا سکتے۔"

لیکن انھوں نے تو جیسے سُنا ہی نہیں، دوسرے ہی لمحے ٹیکسی جا چکی تھی۔ انسپکٹر جمشید نے ٹیکسی کی سمت کا اندازہ لگاتے ہوئے اپنی جیپ کی طرف دوڑ لگا دی۔

○

"یہ بات میری سمجھ میں آج تک نہیں آئی کہ اس قسم کے معاملات آخر ہمیں ہی کیوں پیش آتے ہیں۔ کسی اور کو کیوں پیش نہیں آتے۔" فاروق نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"تمھاری سمجھ میں کوئی بات آتی ہی کب ہے۔ اور تم سے کتنی مرتبہ کہا ہے کہ موٹر سائیکل پر سفر کرتے ہوئے بُرے بُرے منہ نہ بنایا کرو۔ لوگ گھورنے لگتے ہیں۔"

"لوگوں کا کیا ہے۔ لوگ تو گھورا ہی کرتے ہیں۔" فاروق نے کہا، پھر چونک کر بولا:

"کیا کہا تم نے۔ میری سمجھ میں کوئی بات کب آتی ہے۔ دماغ تو نہیں چل گیا۔"

"دماغ نہیں۔ موٹر سائیکل ضرور چل رہی ہے۔" فرزانہ مسکرائی۔

"بھئی موٹر سائیکلوں پر ہی لڑنا نہ شروع کر دینا۔ یہ ذرا خطرناک ہوتا ہے۔" محمود بے چارگی کے انداز میں بولا۔

"یہ فکر فاروق کو ہونا چاہیے۔ اس کے ہاتھ میں ہینڈل ہے۔" فرزانہ بولی ——

"فاروق۔ تم کیا کہہ رہے تھے۔" محمود نے انھیں بحث سے نکالنے کے لیے کہا ——

"کیا خاک کہہ رہا تھا۔ مجھے کچھ کہنے دیا جائے تب نا۔"

"یہ حضرت صرف یہ کہہ رہے تھے کہ اس قسم کے معاملات صرف ہمیں ہی کیوں پیش آتے ہیں۔ کسی اور کو کیوں پیش نہیں آتے، حالانکہ یہ بات سرے سے غلط ہے۔ ہمارے علاوہ نہ جانے کتنے لوگوں کو اس قسم کے معاملات پیش آتے ہیں۔ کم از کم ہم انکل کامران مرزا، آصف، آفتاب، فرحت، شوکی اور ان کے بھائیوں کے نام تو لے ہی سکتے ہیں، ایسے دُنیا میں اور نہ جانے کتنے لوگ ہوں گے۔" فرزانہ جلدی جلدی بولی ——

"کیا تمھارا اشارہ جاسوسی معاملات سے ہے؟" محمود بولا۔

"تو اور کیا۔ اور کن معاملات سے ہو سکتا ہے۔" فاروق نے پھاڑ کھانے والے لہجے میں کہا۔

"تب تو اس بات کے جواب میں صرف یہ کہہ دینا بھی کافی ہے کہ خدا شکر خور کو شکر ضرور دیتا ہے۔" محمود مسکرایا۔

"کیا تم ہمیں شکر خور کہہ رہے ہو؟"

"میں نے ایک بات کہی ہے۔ ضرب المثل کہہ لو اسے۔" محمود نے منہ بنایا۔

"ایک بات کہنے کی تمھاری عادت اب تک نہیں گئی۔" فاروق مسکرایا۔

"اور تم جو ایک بات میں ہزاروں باتیں کہہ جاتے ہو۔" محمود بولا۔

"اسے تو فن کہتے ہیں۔" فاروق شوخ انداز میں مسکرایا۔

"دھت تیرے کی۔ مجھے بھی آخر پلیٹ میں لے ہی لیا۔" محمود نے جھلا کر کہا، ساتھ ہی دایاں ہاتھ ہینڈل سے ہٹا کر ران پر مارا، لیکن ایسا کرتے ہوئے موٹر سائیکل قدرے لہرا گئی۔ ساتھ ہی فرزانہ کے منہ سے چیخ نکل گئی۔

"اس میں چیخ پڑنے کی کیا ضرورت ہے۔" محمود نے تلملا کر کہا۔

"تو چیخ پڑنے کی ضرورت کس چیز میں ہوتی ہے؟" فاروق نے

فوراً پوچھا۔

"میں اس لیے نہیں چیخی کہ موٹر سائیکل لہرائی تھی۔" فرزانہ نے جل کر کہا، ابھی کچھ اور بھی کہنا چاہتی تھی کہ فاروق بول اٹھا:

"ہاں اور کیا۔ صرف لہرانے سے کیا ہوتا ہے۔ گر پڑتی تو چیخنے کی کوئی بات بھی تھی۔"

"مم۔ میرے گلے کا لاکٹ۔ وہ اڑا لے گئے ہیں۔" فرزانہ تلملائے ہوئے انداز میں بولی۔

"کیا کہا۔ لاکٹ لے گئے ہیں۔" محمود حیرت زدہ انداز میں بولا۔

"ہاں۔ وہ ٹیکسی دیکھ رہے ہو۔ جب موٹر سائیکل لہرائی تھی، اسی وقت وہ ٹیکسی بالکل قریب سے گزری تھی۔ اچانک اس میں سے ایک ہاتھ نکلا۔ اور اس ہاتھ نے میرا لاکٹ اچک لیا۔ اور خاص بات یہ کہ وہ لاکٹ کوئی گھٹیا سا لاکٹ نہیں۔ گذشتہ عید کے موقعے پر آنٹی شہناز نے تحفے میں دیا تھا۔ وہ بہت قیمتی ہے۔"

"تو اتنا قیمتی لاکٹ پہنے رکھنے کی کیا ضرورت ہے؟" فاروق جل کر بولا۔

"یہ بحث بعد میں کر لینا۔ پہلے تو اس ٹیکسی کی طرف توجہ دو، کہیں ایسا نہ ہو۔ وہ نکل جائیں۔"

"ہاں۔ یہ بھی ٹھیک ہے۔" محمود نے کہا اور رفتار بڑھا دی۔ فاروق نے بھی یہی کیا۔

"فکر نہ کرو فرزانہ ۔ ہم نے ان لوگوں سے تمھارا لاکٹ حاصل نہ کیا تو کچھ بھی نہ کیا۔" محمود بولا۔

"ان سے اپنا لاکٹ میں خود ہی حاصل کر لوں گی ۔ تم تو بس موٹر سائیکل ان کے نزدیک پہنچا دو۔ یا پھر آگے نکال لے جاؤ۔"

"ایسا کرنا اتنا آسان نہیں۔ ٹیکسی کافی فاصلے پر جا چکی ہے ۔ دُوسرے یہ کہ ٹیکسی ڈرائیور بھی کوئی عام ڈرائیور نظر نہیں آرہا۔ وُہ بہت مہارت سے گاڑی چلا رہا ہے۔"

"اگر یہ بات ہے تو پاس سے گزرتی کسی ٹیکسی یا کار کو رُکنے کا اشارہ کر دو۔ میں اس میں بیٹھ کر تعاقب کرنا پسند کروں گی۔"

"اس میں ایک آدھ منٹ اور ضائع ہو جائے گا اور اس ٹیکسی کے نظروں سے اوجھل ہو جانے کی صورت میں ہم کچھ بھی نہیں کر سکیں گے ، کیونکہ ابھی تک ہم اس کے نمبر نوٹ نہیں کر سکے۔"

"اچھا تو پھر موٹر سائیکلوں کی رفتار بڑھاؤ۔ کم از کم نمبر تو نوٹ کر لو۔" فرزانہ نے جل بھن کر کہا۔

"تو اس میں جلنے بھننے کی کیا ضرورت ہے۔" محمود نے منہ بنایا۔

"جلتی ہے میری جوتی ۔"

"اس میں کیا شک ہے۔" فاروق مُسکرایا۔

اتنے میں اگلی ٹیکسی ایک موڑ مُڑ چکی تھی ۔

"اب تو تم ضرور ہی اس تک پہنچ سکو گے ۔" فرزانہ بولی۔

جونہی انھوں نے موڑ کاٹا۔ ٹیکسی نظر آ گئی ، دوسرے ہی لمحے انھوں نے ایک حیرت انگیز بات نوٹ کی ۔ وُہ ٹیکسی ایک سفید رنگ کی کار کے بالکل قریب سے گزری ۔ بجلی کی سی سرعت سے اس میں سے ایک ہاتھ نکلا ۔ ہاتھ سفید کار میں داخل ہوتا نظر آیا اور پھر واپس کھینچ لیا گیا ، ساتھ ہی رفتار بڑھ گئی ۔ ادھر سفید کار سے ایک چیخ بلند ہوئی ۔ ان کے کان کھڑے ہو گئے ۔ دوسرے لمحے ۔ سفید کار ٹیکسی کے پیچھے اڑی جا رہی تھی ۔ اور سفید کار کے پیچھے وُہ تھے ۔

"یہ ۔ یہ تو شائستہ کی چیخ تھی۔" فرزانہ ہکلائی۔

"ہاں ۔ اور سفید کار پروفیسر انکل کی ہے ، لیکن آج شائستہ اس طرف سے کیوں آئی ۔ اس کا راستہ تو دُوسرا ہے۔"

"کیا خبر ۔ ہم سے ملنے کے لیے اس طرف سے آئی ہو۔"

"حیرت تو یہ ہے کہ اس ٹیکسی میں بیٹھے لوگ آخر کیا کر رہے ہیں ؟"

"وارداتیں ۔ یہ ضرور اُچکے ہیں۔ راستہ چلتے لوگوں کی قیمتی چیزیں اچک لیتے ہیں۔"

"لیکن یہ اتنے دلیر کیوں ہیں ۔ کیا انھیں گرفتاری کا ذرا بھی خوف نہیں ۔"

"کیا خبر ۔ پولیس سے مل بیٹھے ہوں۔"

"ہاں! اس کا امکان ہے۔ ہمارے مُلک میں یہ بہت
بڑی لعنت ہے کہ پولیس والے مجرموں سے ملے ہوئے ہوتے
ہیں۔ ایسا بھی سُننے میں آیا ہے کہ پولیس خود مجرموں کو بُلا کر
سخت سُست کہتی ہے۔ اور کہتی ہے۔ آخر آپ لوگوں کو
ہو کیا گیا ہے۔ اتنے دن ہو گئے۔ کوئی واردات نہیں کی۔ کیا
بھوکوں مارنے کا پروگرام ہے۔"
"اُف توبہ۔" فرزانہ کانپ کر بولی۔
"اب کیا ہوا؟" فاروق حیران ہو کر بولا۔
"یہ بات کپکپی طاری کر دینے والی ہے، لیکن شاید تم پر
کچھ اثر نہیں ہوا۔"
"ایسی باتیں سُن کر رنج ہوتا ہے۔ کپکپی طاری نہیں ہوتی۔"
فاروق نے جواب میں کہا۔
"اچھا۔ نہیں ہوتی ہو گی۔ ٹیکسی اب بہت دُور ہو چلی
ہے۔ وُہ سفید کار کو بھی پیچھے چھوڑ گئی ہے۔ حیرت ہے —
ان اُچکوں کو اتنا تیز طرار ٹیکسی ڈرائیور کہاں سے مل گیا؟" فرزانہ
بولی —
"دو ہی باتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ انھوں نے ٹیکسی
ڈرائیور کی گدی پر پستول کی نالی رکھی ہوئی ہے، دوسرے یہ کہ
ٹیکسی ڈرائیور خود بھی ان کا ساتھی ہے۔" محمود نے پُر خیال لہجے

میں کہا —
"ہوں۔ باتیں تو دونوں ہی ٹھیک ہیں، حیرت ہے، تم نے
بیک وقت دو دو باتیں بالکل درست کس طرح سوچ لیں۔"
"خیر۔ ہم بھی ان کا پیچھا نہیں چھوڑیں گے اور اس تک —
تک۔ تک۔" محمود کی گاڑی اٹکنے لگی —
"تک لفظ بہت پسند آ گیا شاید۔" فاروق حیرت زدہ ہو
کر بولا —
"اس جیپ کو دیکھا تم نے۔ جو ابھی ابھی آگے نکل گئی
ہے۔ اس کی رفتار دیکھ رہے ہو۔ میں اس کا نمبر نہیں دیکھ
سکا۔ صرف رنگ نظر آیا تھا اور ایسا معلوم ہوتا ہے، جیسے یہ اباجان
کی جیپ ہو۔"
"ارے باپ رے۔ تب تو ضرور وُہ کسی خاص معاملے میں
اُلجھ گئے ہیں، اب ہمیں ان اُچکوں کی ٹیکسی کا خیال دل
سے نکال کر ان کے پیچھے جانا ہوگا۔" یہ کہتے ہوئے فاروق
نے رفتار اور بڑھا دی۔ اس رفتار پر چلنا خطرناک بھی تھا اور
ٹریفک پولیس کی طرف سے روکے جانے کا بھی خطرہ تھا، لیکن
وُہ کر ہی کیا سکتے تھے۔ ایسے میں انھوں نے اپنے پیچھے ٹریفک
پولیس کی جیپ کا سائرن سُنا۔ انھوں نے جلدی سے اسے
راستہ دے دیا۔ اور وُہ زوں کرکے ان کے پاس سے گزر

گئی —

"یا اللہ — آخر یہ کیا ہو رہا ہے؟" فرزانہ بڑبڑائی۔

"آنکھ مچولی۔" فاروق بول پڑا۔

"پندرہ منٹ کی بھاگ دوڑ کے بعد ایک جگہ انھیں اپنے والد کی جیپ کھڑی نظر آئی — ان سے ذرا آگے پولیس جیپ موجود تھی — جس ٹیکسی کا وہ تعاقب کر رہے تھے — اس کا کہیں پتا نہ تھا:

"لو بھئی — کھودا پہاڑ نکلا چوہا۔" محمود نے منہ بنایا۔

"یہاں پہاڑ کہاں — اور پہاڑ میں چوہوں کا کیا کام۔" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"آؤ — دیکھتے ہیں — یہاں کیا معاملہ ہے؟"

وہ نزدیک پہنچے تو ٹریفک پولیس کا سارجنٹ بوکھلائے ہوئے انداز میں کہہ رہا تھا:

"مجھے نہیں معلوم تھا سر — یہ آپ ہیں، ورنہ کبھی تعاقب نہ کرتا — رفتار اس قدر تیز تھی کہ میں آپ کی گاڑی کا مخصوص نشان نہیں دیکھ سکا۔"

"لیکن آپ کی وجہ سے دو چالاک ترین مجرم میرے ہاتھ سے نکل گئے اور اب وہ شاید ہی میرے ہتھے چڑھیں۔"

"مم — میں کیا عرض کروں۔" وہ ہکلایا۔

"خیر — تشریف لے جائیے — آئندہ اس قسم کے موقعے پر آپ

اپنی گاڑی کو آگے نکالنے کی ہرگز کوشش نہ کریں — بس تعاقب جاری رکھیں۔"

"جج — جی — بہتر۔"

"لیکن جب آپ کو یہ یقین ہو جائے کہ آپ جس کا تعاقب کر رہے ہیں — وہ مجرم ہے تو پھر ضرور اسے گھیر لیں۔"

"جی ہاں — یہ ٹھیک ہے۔"

"اب آپ جا سکتے ہیں۔" یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید ان کی طرف مڑے:

"تم لوگ یہاں کس سلسلے میں نظر آ رہے ہو، تمھیں تو اس وقت گھر میں ہونا چاہیے تھا۔"

"جی ہاں — ہونا تو یہی چاہیے تھا، لیکن ہمارے ساتھ تو ستم ظریفی ہی یہی ہے کہ جو ہونا چاہیے — وہ ہوتا نہیں۔" فاروق نے جواب دیا۔

"تم کسی بھی بات کا سیدھی طرح جواب دے سکتے ہو۔" فرزانہ جل بھن کر بولی۔

"ہاں کیوں نہیں — ویسے ایک کہوں۔"

"ضرور کہو۔" محمود مسکرایا۔

"جلنا تو بس — فرزانہ پر ختم ہے۔" فاروق بولا۔

"جلتی ہے —" فرزانہ نے چیخ کر کہنا چاہا، لیکن فاروق نے جلدی سے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا:

"ہم جانتے ہیں — جلنے کی ذمہ داری تمھاری جوتی نے سنبھال

رکھی ہے۔"

"تم نے بتایا نہیں؟"

"جی۔ کیا بتائیں۔"

"یہی کہ۔ یہاں کس طرح پہنچ گئے۔ آؤ گاڑی میں بیٹھو ۔۔۔ راستے میں بتانا۔"

ٹریفک پولیس کا سارجنٹ جا چکا تھا۔ وہ بھی جیپ میں بیٹھے ۔ انسپکٹر جمشید نے جیپ میں موجود فون پر دفتر کے نمبر ملائے اور اکرام کو ہدایات دیں کہ محمود اور فاروق کے موٹر سائیکل گھر پہنچا دے۔ سڑک اور جگہ کے بارے میں بھی بتا دیا۔ اب ان کا رُخ شہر کی سمت نہیں تھا۔

"ہم دراصل چند اچکوں کا تعاقب کر رہے تھے۔"

"اچکوں کا تعاقب۔ تم نے یہ کام کب سے شروع کر دیا۔"

"بس۔ آج سے ہی۔"

"ہوں۔ اور میں دو خاص قسم کے مجرموں کا تعاقب کر رہا تھا، پتا نہیں وہ میرے پاس کیوں آئے تھے۔ کیا چاہتے تھے۔"

"کیا آپ تفصیل نہیں بتائیں گے۔" فرزانہ بے چین ہو کر بولی۔

"ہاں، کیوں نہیں۔" انھوں نے کہا اور گوگی اور چینی بچے کے بارے میں بتا دیا۔

"حیرت ہے۔ اتنی دلیری۔ اور بلا وجہ۔" فرزانہ بڑبڑائی۔

"وجہ تو خیر کوئی نہ کوئی ضرور ہو گی۔"

"اب تم بتاؤ۔ کن اچکوں کا تعاقب کر رہے تھے؟" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

محمود نے اُچکوں کے بارے میں بتا دیا۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے بغیر نہ رہ سکے، پھر بولے:

"تو فرزانہ اپنے لاکٹ سے محروم ہو گئی ہے۔"

"ہم اِن سے لاکٹ ضرور حاصل کریں گے ابا جان۔" فرزانہ بولی۔

"اب تو خواب میں ہی حاصل کر سکو گی۔" فاروق نے جلدی سے کہا۔

"ارے ارے۔ وہ کیا۔ ابا جان رُکیے۔" فرزانہ چلا اُٹھی۔

انسپکٹر جمشید نے جلدی سے بریک لگائے۔ فرزانہ سڑک سے نیچے دائیں طرف دیکھ رہی تھی، انھوں نے بھی اس سمت میں دیکھا۔ وہاں ایک ٹیکسی کھڑی تھی۔ اور ٹیکسی کے آس پاس کوئی نہیں تھا۔

شوخ طریقہ

اس وقت وہ شہر سے باہر موجود تھے۔ شہری حدود کو بہت پیچھے چھوڑ آئے تھے:

"خیر تو یہ ہے۔ تمہیں اس ٹیکسی میں ایسی کیا خاص بات نظر آ گئی۔" محمود نے جھنجلا کر کہا۔

"کیا خبر یہ وہی ٹیکسی ہو۔"

"ہوں۔ خیر آؤ۔ دیکھ لیتے ہیں۔"

انھوں نے بھی جیپ سڑک سے اُتار لی اور پھر اس سے اُتر کر ٹیکسی کے نزدیک پہنچ گئے۔ ٹیکسی میں کوئی نہیں تھا۔ نہ اس کے اندر کوئی چیز ایسی موجود تھی جس سے اندازہ لگ سکتا کہ یہ وہی ٹیکسی ہے جس کا وہ تعاقب کرتے رہے ہیں۔ وہ اس کا بغور جائزہ لیتے رہے۔

"سوال یہ ہے کہ یہ ٹیکسی یہاں کیوں کھڑی ہے۔ یہاں تو آس پاس کوئی مکان دکان یا عمارت بھی نہیں۔" محمود بڑبڑایا۔

"ٹیکسی ڈرائیور ہی اس سوال کا جواب دے سکتا ہے۔" فاروق نے کہا۔

"ہوں! اور ہم ٹیکسی ڈرائیور کو کہاں ڈھونڈیں۔" محمود نے اسے گھورا۔

"کسی درخت پر چڑھ کر۔" فرزانہ شریر لہجے میں بولی۔

"ویری گڈ۔ بہت اچھی ترکیب بتائی تم نے فرزانہ۔ چلو فاروق، درخت پر چڑھ کر چاروں طرف کا جائزہ لو۔"

"تم تو اس طرح کہہ رہے ہو جیسے میں درخت پر چڑھ ہی نہیں سکتا۔"

"نہیں نہیں۔ ایسا تو میرا بالکل خیال نہیں، اس کے خلاف۔ میرا خیال یہ ہے کہ تم اس جنگل کے کسی بھی درخت پر نہایت آسانی سے چڑھ سکتے ہو اور یہ کہ اگر درختوں پر چڑھنے کا بھی کوئی عالمی مقابلہ ہو تو اس مقابلے کا اوّل انعام تم ہی جیتو گے۔" محمود نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"خیر کوئی بات نہیں، میں وہ انعام تمہیں پیش کر دوں گا۔" فاروق بولا۔

"میرا خیال ہے ابا جان۔ ان دونوں نے آج وقت ضائع کرنے کا ٹھیکہ لے لیا ہے۔"

"ہاں۔ نظر تو یہی آتا ہے۔ لہذا انھیں تو اپنا ٹھیکہ پورا کرنے

دو ۔ ہم ٹیکسی ڈرائیور کی تلاش میں ذرا جنگل میں نکلتے ہیں۔"

" ترکیب اچھی ہے۔ ویسے بھی ٹیکسی کے آس پاس ہم میں سے ایک آدھ کا رہنا بہت ضروری ہے۔" فاروق جلدی سے بولا۔

" کام چور کہیں کے۔" فرزانہ بڑبڑائی اور انسپکٹر جمشید کے پیچھے چلی گئی۔

دونوں انھیں جاتے ہوئے دیکھتے رہے، پھر محمود بولا:

" اب ہم کیا کریں۔ کیا بھاڑ جھونکیں۔"

" بھاڑ جھونکیں ہمارے دشمن۔" فاروق مسکرایا۔

" لیکن دشمنوں کو کیا ضرورت ؟"

" میرا خیال تو یہ ہے کہ یہ ٹیکسی ایک جال ہے۔"

" ٹیکسی ایک جال ہے۔ کیا کہہ رہے ہو۔ ٹیکسی بھی بھلا جال ہو سکتی ہے۔"

" کیوں نہیں۔ تم ٹیکسی کی بات کرتے ہو۔ اس دنیا میں تو نہ جانے کتنی چیزیں جال ہو سکتی ہیں۔" فاروق منمنایا۔

" اچھا۔ ہو سکتی ہوں گی۔ کان نہ کھاؤ۔ اور اب کسی درخت پر چڑھ جاؤ۔"

" یہ کیا بات ہوئی۔ اب درخت پر چڑھنے کی کیا ضرورت رہ گئی ہے۔ ابا جان اور فرزانہ ڈرائیور کی تلاش میں جا تو چکے ہیں۔" فاروق نے منہ بنایا۔

" یہ ضروری نہیں کہ وہ تلاش میں کامیاب بھی ہو جائیں۔"

" اچھا بابا۔ یہ لو۔"

یہ کہہ کر فاروق ایک تناور درخت کی طرف بڑھا اور بندروں کی سی پھرتی سے درخت پر چڑھنے لگا۔

" یار تم بندروں کے ساتھ تو نہیں رہتے رہے۔"

" اگر مذاق اڑانے کی کوشش کی تو ہاتھ چھوڑ دوں گا اور سیدھا نیچے چلا آؤں گا۔"

" ارے باپ رے۔ نیچے تو میں کھڑا ہوں۔ مہربانی فرما کر تم اوپر ہی چڑھتے رہو۔ میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔" محمود ڈرے ڈرے لہجے میں بولا۔

" ہا ہا۔ ڈر گئے۔"

" ٹارزن سے تو ڈرنا ہی پڑتا ہے۔" محمود مسکرایا۔

" کیا کہا۔ ٹارزن۔ میں تمھیں ٹارزن نظر آتا ہوں۔" فاروق حلق پھاڑ کر بولا۔

" کم از کم اس وقت ضرور نظر آ رہے ہو۔" محمود مسکرایا۔

" اچھا، اگر اب تم نے اپنی زبان بند نہ کی تو میں نیچے کی طرف سفر شروع کر دوں گا۔" فاروق جل کر بولا۔

" ٹھیک ہے۔ میری زبان کوئی تمھاری زبان نہیں ہے۔ لو بند کیے لیتا ہوں۔"

"زبان بند کرتے کرتے بھی میری زبان پر اعتراض کر گئے، خیر کوئی بات نہیں۔ نبٹ لوں گا۔"

فاروق نے کہا اور جلدی جلدی ہاتھ پیر اٹھانے لگا ——

اچانک کسی کی آواز کانوں سے ٹکرائی:

"السلام علیکم!"

○

انسپکٹر جمشید اور فرزانہ جنگل میں آگے ہی آگے بڑھتے چلے گئے۔ جنگل لمحہ بہ لمحہ گھنا ہوتا جا رہا تھا، یہاں تک کہ راستہ طے کرنے میں دقت محسوس ہونے لگی۔

"اس سے تو درخت پر چڑھ کر دیکھنا ہی بہتر تھا" فرزانہ بڑبڑائی۔

"یہ کام فاروق کر لے گا۔" انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔

"تب پھر ہمیں اس گھنے جنگل میں گھسنے کا خطرہ مول لینے کی کیا ضرورت ہے۔"

"بس۔ اسے دو طرفہ کوشش کہتے ہیں، جنگل اتنا مختصر نہیں۔ کہ ہم ایک ہی وقت میں ایک درخت سے جائزہ لے سکیں۔"

"ان کا جرم صرف اتنا ہی ہے نا کہ انھوں نے بابا فضل کو

بے ہوش کیا تھا۔"

"ہاں، لیکن یہ جرم بہت عجیب ہے۔ میں ابھی تک نہیں سمجھ سکا کہ انھوں نے ایسا کیوں کیا۔ وہ باقاعدہ اجازت لے کر اندر آ سکتے تھے اور مجھے مقابلے کی دعوت دے سکتے تھے۔"

"لیکن اس طرح آپ انھیں ہنس کر ٹال دیتے اور رخصت کر دیتے۔ ان کی اس حرکت کی وجہ سے آپ ان کا تعاقب کرنے پر مجبور ہو گئے۔"

"اس صورت میں انھیں رک جانا چاہیے تھا، کیونکہ مقابلے کا موقع تو بن گیا تھا۔"

"ہاں۔ یہ بھی ہے۔ آخر وہ رکے کیوں نہیں۔"

"اب یہاں ان کی ٹیکسی موجود ہے۔ کیا یہ بھی ان کے پروگرام کا کوئی حصہ ہے۔ کہیں وہ ہمیں یہاں گھیر گھار کر تو نہیں لے آئے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"اوہ۔ اس کا بھی امکان ہے۔"

"خیر۔ کوئی بات نہیں۔ دیکھا جائے گا۔"

تقریباً نصف کلومیٹر چلنے کے بعد انھیں ایک مکان دکھائی دے ہی گیا۔ پورے جنگل میں بس ایک ہی مکان تھا۔ بہت پرانی طرز کا تھا۔ رات کی تاریکی میں اگر کوئی اس مکان کے نزدیک پہنچ کر اس کی طرف دیکھ لیتا تو ضرور اسے کوئی جن یا

بھوت خیال کرتا، کیونکہ وہ ایک منارے کی شکل کا مکان تھا۔

"لو بھئی۔ تیار ہو جاؤ۔ وہ لوگ ہمیں یہاں تک لانا چاہتے تھے اور یہ اچھا ہی ہوا۔ ہم محمود اور فاروق کو ساتھ نہیں لائے، اب اگر ہم پھنس بھی گئے تو بھی بُرے نہیں پھنسیں گے۔"

"کیا آپ کے خیال میں ہمارے لیے کوئی جال تیار کیا گیا ہے؟" فرزانہ فکر مند ہو گئی۔

"ہاں! میرا یہی خیال ہے۔" انھوں نے سوچا تھا۔ میں ان دونوں کے مقابلے کی دعوت مسکرا کر رد کر دوں گا، کیونکہ میں ایسے کاموں میں وقت ضائع نہیں کر سکتا، لیکن بابا فضل کی بے ہوشی کو نظر انداز نہیں کروں گا۔ اور ان کے تعاقب میں نکل کھڑا ہوں گا۔"

"نہ جانے۔ کون لوگ ہیں اور کیا چاہتے ہیں؟"

انسپکٹر جمشید نے کوئی جواب نہ دیا اور اس عجیب وضع کے مکان کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ اس قدر مختصر جگہ میں اتنا اونچا مکان انھوں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ شکل صورت اینٹوں کے بھٹے سے ملتی جلتی تھی۔ دروازہ لوہے کا تھا۔ ابھی دن کے صرف تین بجے تھے۔ سورج سر پر چمک رہا تھا۔ انسپکٹر جمشید نے ایک نظر چاروں طرف ڈالی اور پھر دروازے پر دستک دے دی۔ دروازہ فوراً ہی کھلا اور ایک آواز کانوں سے ٹکرائی:

"خوش آمدید انسپکٹر جمشید۔ تمھارا ہی انتظار کر رہا تھا، میرے حساب سے تم پانچ منٹ لیٹ پہنچے۔ پتا نہیں۔ ایسا کیوں ہوا۔ خیر۔ میں ان کرائے کے اچکوں سے سمجھ لوں گا۔"

انھوں نے دیکھا۔ دروازے میں ایک پتلا دبلا، چھوٹے سے قد کا مریل سا آدمی کھڑا تھا۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اگر انسپکٹر جمشید اسے پھونک بھی مار دیں تو وہ ہوا میں اڑنے لگے گا، لیکن نہ جانے کیوں انسپکٹر جمشید اسے دیکھ کر چونک سے اُٹھے، ان کی نظریں اس کے سوکھے چہرے پر جم کر رہ گئیں۔ ادھر اس کی نظریں ان پر جمی ہوئی تھیں اور دیکھنے کا انداز ایسا تھا جیسے وہ انھیں کسی خاطر میں لانے کے لیے ذرا بھی تیار نہ ہو۔

"کیا مطلب۔ کون ہو تم؟" انسپکٹر جمشید تنک کر بولے۔ فرزانہ کو ان کے اس سوال پر حیرت ہوئی، کیونکہ ان کے چونکنے کے انداز سے اسے یہی خیال ہوا تھا کہ دروازے میں کھڑے آدمی کو وہ ضرور جانتے ہیں۔

"تم مجھے نہیں جانتے، لیکن میں تمھیں اچھی طرح جانتا ہوں۔ آؤ۔ اندر آ جاؤ۔ اطمینان سے۔ بیٹھ کر بات چیت کریں گے۔"

"اور آپ نے کیا کہا تھا۔ کرائے کے اچکے۔" فرزانہ بول اُٹھی۔

"ہاں۔ میرا اشارہ ان دونوں کی طرف تھا جن کا تعاقب کرتے تم یہاں تک آئے تھے۔ دراصل ان کا وارداتیں کرنے کا انداز بہت انوکھا ہے۔ مجھے پسند بھی آیا ہے۔ اسی لیے میں نے انھیں گانٹھ لیا۔ یوں تو تمھیں یہاں تک لانے کے میرے پاس اور نہ جانے کتنے طریقے ہیں، لیکن یہ طریقہ ذرا شوخ طریقہ تھا، اس لیے میں نے اسی کو اختیار کیا۔"

"ہوں! اور وہ اچکے اب کہاں ہیں؟"

"ابھی ابھی ان کی طرف سے اشارہ ملا تھا۔ کہ تم لوگ مکان کی طرف بڑھ رہے ہو۔ صاف ظاہر ہے۔ وہ جنگل میں ہی کہیں موجود ہیں۔"

"ہم سے کیا چاہتے ہو؟"

"میں نے کہا نا۔ اندر آ جاؤ۔ بیٹھ کر بات چیت کریں گے۔ محمود اور فاروق شاید پیچھے رہ گئے۔ خیر کوئی بات نہیں۔ یہاں تو بس تم اکیلے آ جاتے۔ تب بھی بات ہو سکتی تھی۔"

"اور اگر ہم اندر داخل ہونے سے انکار کر دیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"مجھے افسوس ہے۔ تم انکار کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہو۔" وہ ہنسا۔

"وہ کیسے؟"

"چاروں طرف کے درختوں پر میرے آدمی بھرے ہوئے پستول لیے بیٹھے ہیں۔ چاروں طرف سے ہونے والی بارش سے تم بچ نہیں سکو گے۔ اور گولیوں کی بارش کے لیے مجھے صرف اشارہ کرنا ہو گا۔ اشارہ کرنے کے فوراً بعد میں لوہے کے اس دروازے کے دوسری طرف چلا جاؤں گا۔"

"کیسے چلے جاؤ گے۔" یہ کہتے ہی انسپکٹر جمشید نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ ڈال دیا۔ اور باہر کی طرف جھٹکا دیا۔ دوسرے ہی لمحے خود انھیں بھی جھٹکا لگا اور یوں محسوس ہوا جیسے پورا جسم جھنجنا اٹھا ہو۔ وہ پتلا دبلا آدمی بدستور دروازے میں کھڑا تھا۔ اس کے چہرے پر ایک طنز بھری مسکراہٹ ناچ رہی تھی:

"تم نے میری طاقت کا غلط اندازہ لگایا دوست۔" اس نے کہا۔

"نہیں۔ یہ بات غلط ہے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"کیا بات غلط ہے۔" وہ حیران ہو گیا۔

"یہ کہ میں نے تمھاری طاقت کا اندازہ غلط لگایا۔ طاقت کا اندازہ تو میں پہلی نظر میں ہی لگا چکا تھا اور یہ بھی جان چکا تھا کہ میرے سامنے کوئی معمولی شخص نہیں کھڑا۔ میں نے تو دراصل اپنے اندازے کی تصدیق کی ہے۔ کیونکہ اندازہ غلط بھی تو ہو سکتا تھا۔"

"یہ کچھ کم ذہانت کی بات نہیں کہ تم نے میرے بارے میں یہ اندازہ لگایا، ورنہ عام طور پر تو لوگ میرے بارے میں مریل سے آدمی کا اندازہ لگاتے ہیں۔ جیسے وہ ایک ہی ہاتھ رسید کرکے منہ کی کھانے پر مجبور کر دیں گے؛ تاہم تم نے کس طرح یہ شاندار اندازہ لگا لیا۔"

"تمہارا حلیہ بہت عجیب و غریب ہے۔ پتلا دُبلا اور چھوٹا سا قد، ہڈیاں نکلی ہوئیں، گالوں میں گڑھے پڑے ہوئے۔ چھوٹی چھوٹی آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئیں۔ جلد کا رنگ بھی نیلگوں۔ جیسے جسم میں خون سرے سے ہو ہی نہ۔ اس حلیے کے آدمی کو دیکھ کر پہلا خیال یہ آتا ہے کہ ابھی ابھی قبر سے نکل کر آ رہا ہے۔ اور اگر ہاتھ جھاڑ دیا جائے تو کئی گز تک لڑھکتا چلا جائے، لیکن تمہاری آنکھوں کی چمک نے مجھے خبردار کر دیا۔ کہ تم کوئی معمولی آدمی نہیں ہو۔ اب بتاؤ۔ کون ہو، کہاں سے آئے ہو اور کیا چاہتے ہو؟"

"بھئی اندر۔ صرف اندر بیٹھ کر بات ہو گی۔" اس نے ہنس کر کہا۔

"خیر۔ یونہی سہی۔ آؤ بھئی۔"

"ویسے مجھے اس بات پر بھی حیرت ہے کہ تمہاری بچی تمہارے ساتھ کیوں نظر آ رہی ہے۔ کیا یہ اس وقت دفتر میں تھی جب گوگی اور چینی بلّے نے تم سے ملاقات کی۔"

"نہیں۔ یہ تینوں تو سکول میں تھے اور سکول سے چھٹی کرکے گھر جا رہے تھے کہ تمہارے گوگی اور چینی بلّے نے میری بیٹی کے گلے کا لاکٹ اچک لیا۔ اس طرح یہ ان کے پیچھے لگ گئے۔ ادھر میں بابا فضل کو بے ہوش پا کر ان کے تعاقب میں نکلا۔ یوں ہماری ملاقات ہوئی۔"

"میں ان دونوں کی اس عادت سے بہت تنگ ہوں۔ کوئی بھی کام انہیں سونپ دو۔ یہ اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتے۔"

"گویا وہ بہت شوخے ہیں۔" فرزانہ مسکرائی۔

"پھر اس قسم کے غیر سنجیدہ آدمیوں سے کام لینے کی کیا ضرورت تھی۔"

"کیا کروں۔ مجھے دونوں پسند آ گئے تھے۔ یوں تو میرے پاس نہ جانے کتنے کارکن موجود ہیں۔"

"خیر۔ یہ آپ کا مسئلہ ہے۔ ناکام تو خیر وہ رہے نہیں۔ ہمیں تو یہاں تک لے ہی آئے ہیں۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

اب وہ مکان میں داخل ہوئے۔ اندر انہیں صرف ایک کمرہ نظر آیا، اسی کمرے کے اندر ایک سیڑھی چھت تک جا رہی تھی، چھت میں چوکور سوراخ تھا۔

"اس کمرے کے اوپر ایک اور کمرہ ہے۔ جو اس سے چھوٹا ہے، اور اس سے اوپر ایک اور کمرہ ہے۔ جو اس سے بھی چھوٹا ہے۔

پوتھا کمرہ تو اتنا چھوٹا سا ہے کہ اس میں مشکل سے چار آدمی
سکڑ کر بیٹھ سکتے ہیں۔ ہاں۔ مکان اونچائی کے لحاظ سے ضرور
بہت بلند ہے اور کوئی شخص اس کے اوپر والے کمرے سے نیچے
چھلانگ لگانے کی جرأت نہیں کر سکتا۔"

"حیرت ہے۔ یہ عجیب مکان تمہارا بنوایا ہوا تو ہر گز
نہیں ہو سکتا، کیونکہ یہ کم از کم پچاس سال پرانا تو ضرور ہو گا۔"

"ہاں! شاید پچاس سال سے بھی زیادہ پرانا ہو، لیکن یہ
میرا بنوایا ہوا ہر گز نہیں۔ میں نہیں جانتا یہ کس نے کس مقصد کے
لیے بنوایا تھا۔ میں تو صرف اتنا جانتا ہوں کہ یہ مجھے اپنے کام
کے لیے پسند آ گیا ہے۔"

"تمہارا کام کیا ہے، یہ بھی تو بتاؤ نا۔"

"ابھی نہیں۔ پہلے ہم بات چیت کر لیں۔ اس مکان میں
کرسیوں کا بندوبست نہیں ہے۔ میں چاہتا تو بندوبست ہو سکتا
تھا، لیکن میں نے اسے مناسب نہیں سمجھا۔"

"کوئی بات نہیں۔ ہم نیچے بیٹھ کر زیادہ خوشی محسوس کرتے
ہیں۔" وہ بولے۔

"تو پھر بیٹھ جاؤ۔ میں بھی بیٹھ رہا ہوں۔ اس مکان میں
اس وقت میرے اور تمہارے علاوہ کوئی نہیں۔ میرے آدمی
مکان سے باہر ضرور موجود ہیں۔ وہ میرے اشارے کے منتظر

ہیں۔ کہ کب انہیں اشارہ ملے اور کب وہ تم لوگوں کی تکا بوٹی کر
دیں۔ فی الحال میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں کہ تمہارے تکّے بنواؤں،
ہاں! اگر تم نے میری بات نہ مانی تو ضرور کوئی قدم اٹھانا پڑے گا۔"

"چلو۔ یہ سب باتیں سمجھ میں آ گئیں۔ پہلے تو اپنا نام بتاؤ،
پھر بتاؤ کام۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"بھئی۔ تم میرا نام جان کر کیا کرو گے۔ تمہیں تو غرض میرے
کام سے ہونی چاہیے۔"

"نہیں۔ نام معلوم ہونا ضروری ہے۔" انسپکٹر جمشید کچھ سوچ
کر بولے۔

"ٹھیک ہے۔ میرا نام گمنام ہے۔ تم نے ہر گز نہیں سنا
ہو گا۔ میں اپنا نام دوسروں کو بتانے کا شوقین نہیں۔ مجھے تو
بس اتنا شوق ہے کہ اپنا کام نکلا اور یہ جا وہ جا۔ کام کیسے نکلا،
کس کے ذریعے نکلا اور جس کے ذریعے نکلا، اس کا کیا بنے گا،
مجھے ان باتوں سے کوئی غرض نہیں۔"

"دوسرے لفظوں میں تم صرف اپنا کام نکالنا جانتے ہو۔"
فرزانہ نے منہ بنایا۔

"ہاں، بلکہ اس سے بھی زیادہ واضح الفاظ تم کہہ سکتی ہو۔
یہ کہ میں خود غرض ہوں۔ اور یہ بالکل درست ہے۔"

"تمہارا نام میں نے نہیں سن رکھا، لہٰذا کاموں سے بھی کس

طرح واقف ہو سکتا ہوں۔ اب یہ بتا دو کہ کس مُلک سے تعلق رکھتے ہو؟"

" یہ بتانے کی بھی ضرورت نہیں۔ وقت آنے پر تمھیں معلوم ہو جائے گا۔ اور یقین رکھو۔ جب معلوم ہو گا۔ تم پر حیرت کا ایک پہاڑ ٹوٹ پڑے گا۔"

" ارے باپ رے۔ ہم تو اس پہاڑ کے نیچے دب کر رہ جائیں گے۔" فرزانہ نے کانپ کر کہا۔ فوراً ہی اسے احساس ہوا کہ اُس نے یہ جملہ بالکل فاروق کے انداز میں کہا ہے۔

" ہاں اور شاید ایسے دبو گے کہ چھٹکارا نہیں ملے گا۔"

" اللہ اپنا رحم فرمائے۔" فرزانہ نے سرد آہ بھری۔

" چلو خیر۔ کام تو بتاؤ گے ہی۔ ورنہ کام کیسے چلے گا۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

" ہاں۔ ضرور۔ کام صرف یہ ہے کہ تم ذرا جا کر لی کاف کو میرے پاس لے آؤ۔"

" کیا!!" دونوں چلا اُٹھے۔ آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔۔۔

ارے ہائیں

فاروق نے چونک کر اُوپر دیکھا۔ درخت کی شاخوں میں چھپے ایک آدمی کا شوخ چہرہ نظر آیا۔ آنکھوں میں شرارت تھی اور ہونٹوں پر مُسکراہٹ۔۔۔

" وعلیکم السلام۔ آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟"

" میں اکیلا نہیں۔ میرا دوست بھی میرے ساتھ ہے۔ یہ رہا۔" اس نے ایک دوسری شاخ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

فاروق نے ادھر دیکھا۔ وہاں بھی ایک شرارتی چہرہ نظر آیا:

" چلیے خیر۔ میں اپنے جملے میں تھوڑی سی تبدیلی کیے لیتا ہوں۔ آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟"

" جو تم کر رہے ہو۔ تم درخت پر کیوں چڑھے؟"

" میں تو تمھاری تلاش میں نکلا تھا۔" فاروق نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

"تو پھر کرو تلاش، رُک کیوں گئے؟"

"اب کیا تلاش کروں گا۔ مل تو چکے ہو۔"

"خیر۔ تلاش کرنے کے بعد کیا پروگرام تھا؟"

"یہ ہمارے ابا جان بتائیں گے۔ ویسے کیا اس ٹیکسی میں تم ہی تھے۔"

"ہاں۔" دونوں ایک ساتھ بولے۔

"اور ہماری بہن کا لاکٹ بھی تم نے ہی اُڑایا تھا؟"

"اوہو۔ تو وہ لاکٹ والی بہن تمہاری تھی۔" پہلے نے حیران ہو کر کہا۔

"لاکٹ کہاں ہے؟"

"گویا تم لاکٹ کے لیے یہاں تک آئے ہو۔" دُوسرے کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں! آئے تو ہم صرف لاکٹ کے لیے تھے۔ درمیان میں کوئی اور چکر چل جائے تو اور بات ہے۔"

"اچھا۔ اپنا لاکٹ لے لو۔ اور چلتے پھرتے نظر آؤ۔ تاکہ ہمارے کام میں رکاوٹ نہ پڑے۔"

"اور تمہارا کام کیا ہے؟"

"انسپکٹر جمشید کو گھیر گھار کر جنگل میں بنی ایک عمارت تک پہنچانا، اور وہ اس وقت تک عمارت میں پہنچ چکے ہوں گے۔"

"تب پھر تمہارے کام میں رکاوٹ کس طرح پڑ سکتی ہے۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"ہوں۔ تم لوگوں کے ہوتے ہوئے کسی وقت بھی کوئی رکاوٹ پیدا ہو سکتی ہے۔ تم لوگ تو ہو ہی نری رکاوٹ۔" ایک بولا۔

"اپنے لیے رکاوٹ نام سُن کر خوشی ہوئی۔ کسی نے تو ڈھنگ کا نام دیا۔ لاؤ۔ لاکٹ مجھے دو۔ ہم شہر کی طرف چلے جاتے ہیں، تم جانو۔ ہمارے ابا جان جانیں اور جنگل والے مکان میں موجود دوسرے لوگ جانیں۔"

"یہ لو لاکٹ۔ لیکن ہم جانتے ہیں۔ تم اس طرح ہرگز نہیں جاؤ گے۔ آس پاس ہی منڈلاتے رہو گے۔ اور یہی تمہاری سب سے بڑی غلطی ہو گی۔"

"پتا نہیں۔ ہماری کون سی غلطی سب سے بڑی ہو گی اور کون سی سب سے چھوٹی۔ اس چکر میں نہ پڑو۔ یہ بات تو خود ہم آج تک نہیں سمجھ پائے۔ تم لوگ کس طرح سمجھ سکو گے۔ لاکٹ ادھر لاؤ۔"

"یہ رہا۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی لاکٹ فاروق کے چہرے کے سامنے جھومنے لگا۔ اس نے لاکٹ لے لیا اور جیب میں رکھ کر نیچے اُترنے لگا:

"بس جا رہے ہو۔" ان میں سے ایک نے مذاق اڑانے والے
لہجے میں کہا۔

"تو اور کیا کروں۔"

"ہمارا خیال تھا۔ تم مقابلہ کرنا پسند کرو گے۔"

"لیکن کیوں۔ کس بات کے لیے۔ ہمارا مطالبہ تو بس لاکٹ کا
تھا۔ وہ تم نے دے دیا۔ اب ہم تم سے کیوں مقابلہ کریں۔"

"ہمیں قانون کے حوالے کرنے کے لیے۔" دوسرے نے کہا۔

"ہاں۔ اس کی ضرورت ہے، لیکن اس کے لیے ہم نے سوچا
ہے کہ شہر جا کر پولیس کو فون کر دیں گے۔"

"اور شہر کس طرح جاؤ گے؟"

"سڑک پر کوئی نہ کوئی تو لفٹ دے ہی دے گا۔"

"بہتر ہو گا کہ تم اس مکان کی طرف چلے جاؤ۔ جس کی
طرف تمہارے والد اور بہن گئی ہے۔"

"ادھر جا کر کیا کریں گے۔ ابا جان جا تو چکے ہیں۔"

"یہ کیا بات ہوئی۔ ہم نے تو سنا تھا۔ تم لوگ ایک دوسرے
پر جان دیتے ہو۔ اور جب تم میں سے کوئی کسی جگہ پھنس جائے تو
اسے آزاد کرائے بغیر سکھ کا سانس نہیں لیتے۔" دوسرا منہ بنا کر
بولا۔

"ہاں۔ اس میں کوئی شک نہیں، لیکن یہ تم کس طرح کہہ سکتے

ہو کہ ہمارے ساتھی مکان میں پھنس چکے ہیں۔"

"گماٹا کو جانتے ہو؟"

"اس نام کے ایک باکسر کا ذکر پڑھا تو تھا اخبار میں۔" فاروق
نے یادداشت پر زور دے کر کہا۔

"میں باکسر کی بات نہیں کر رہا۔ وہ اور گماٹا ہے۔ میں جس
گماٹا کی بات کر رہا ہوں۔ وہ ایک بہت خطرناک آدمی ہے۔ اس
نے ہمیں دو منٹ میں سیدھا کر لیا تھا۔ دراصل ہم کسی کے لیے
کبھی کام نہیں کرتے، بس اپنے لیے کرتے ہیں۔ وہ بھی معمولی
چوری چکاری اور اچکوں کے سے کام۔ صرف مال داروں کی
چیزیں اڑاتے ہیں، کبھی کسی غریب کو دکھ نہیں دیا۔ اتفاق سے
گماٹا ہمیں ایک بڑی سی کار میں نظر آ گیا، ہم نے اپنے ساتھی
ٹیکسی ڈرائیور کو اشارہ کیا۔ وہ کار چلانے میں اپنا جواب نہیں
رکھتا۔ بہت کم ڈرائیور اتنے ماہر ہوں گے۔ جتنا کہ وہ ہے۔
بس اس نے ٹیکسی گویا گماٹا کی کار کے ساتھ چپکا ہی تو دی۔
اور میں نے گماٹا کی جیب میں ہاتھ ڈال دیا۔ چلتی کاروں میں
ایسے کام ہمارے لیے مشکل نہیں۔ روز کا کام ہے، لیکن گماٹا کی
کار نے ہمارا تعاقب شروع کر دیا اور یہ دیکھ کر ہماری سٹی
گم ہو گئی کہ اس کا ڈرائیور ہمارے ڈرائیور سے بھی زیادہ ماہر
تھا۔ وہ ہمیں شہر سے باہر نکال لایا اور پھر ہم سے آگے

نکل کر راستہ روک لیا ۔ اس میں قصور ہماری پرانی ٹیکسی کا تھا، گماٹا کی گاڑی کا انجن بہت طاقت ور تھا ۔ ہم شکست نہ کھا جاتے تو کیا کرتے ؛ چنانچہ کھا لی شکست ۔ گماٹا نے ہم سے کام لینے کی خواہش ظاہر کی اور ہم تیار ہو گئے ۔ اس لیے کر تیار ہونے کے سوا کچھ کر ہی نہیں سکتے تھے ۔"

" کیوں ۔ کر کیوں نہیں سکتے تھے ؟" فاروق نے حیرت بھرے لہجے میں کہا ۔ اسے اس بات پر بھی حیرت تھی کہ محمود کیوں مسلسل خاموش ہے ۔

" گماٹا نے ہمیں عجیب و غریب قسم کی پچکاریاں دیں ۔ پتا نہیں کیا داؤ آزماتا ہے ۔ آدمی حواس باختہ ہو جاتا ہے اور اس کی ہر بات ماننے پر مجبور ۔"

" خیر، پھر کیا ہوا ؟"

" پھر کیا ہونا تھا ۔ وہ دن اور آج کا دن ۔ ہم خود کو گماٹا کے غلام محسوس کرنے لگے ہیں ۔ اور تنگ آ گئے ہیں ۔ اب یا تو گماٹا ہمیں آزاد کر دے ۔ یا ہمارے گلے گھونٹ دے ۔" دوسرا تلملا کر بولا ۔

" تم لوگ میری سمجھ میں نہیں آئے ۔ ٹھہرو، میں اپنے بھائی سے پوچھتا ہوں ۔ تم اس کی سمجھ میں بھی آئے ہو یا نہیں ۔"

یہ کہتے ہوئے فاروق نے نیچے چھلانگ لگا دی ۔ اس وقت تک

وہ کافی نیچے اتر چکا تھا ۔

" ہیلو محمود ۔ کیا خیال ہے ۔ یہ دونوں حضرات تمھاری سمجھ میں آ گئے ہیں یا نہیں ۔ ویسے امید تو ہے کہ نہیں آئے ہوں گے ۔"

فاروق یہ کہہ کر خاموش ہو گیا ۔ تاکہ محمود کا جواب سن سکے ، لیکن محمود کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا تو اس نے حیران ہو کر کہا :

" ارے ۔ ہائیں ۔ محمود ۔ تم کہاں ہو ۔"

○

السلام علیکم کے الفاظ سنتے ہی محمود نے اپنے جسم میں سنسنی کی لہریں دوڑتی محسوس کیں ۔ اس نے جان لیا ۔ وہ ضرور کسی جال میں پھنستے جا رہے ہیں ۔ ایسے میں اسے اور تو کچھ نہ سوجھا ۔ وہ فوراً زمین پر لیٹ گیا ۔ اور ایک جھاڑی میں گھس گیا ۔ اس نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں ، لیکن کہیں کوئی شخص نظر نہ آیا ، اس پر بھی اس نے اپنی جگہ سے حرکت نہ کی اور دم سادھ لیا ۔ اس وقت اسے فاروق کی آواز سنائی دی ۔ اب وہ ان کے درمیان ہونے والی گفتگو سننے لگا ۔ یہاں تک کر

فاروق نیچے اُترنے لگا ۔ اس پر بھی وُہ دم سادھے رہا ۔ جھاڑی
اس درخت کے بالکل نزدیک تھی ۔ اور خار دار نہیں تھی ۔ گھنی
اس قدر تھی کہ بغور دیکھنے پر بھی وُہ کسی کو نظر نہیں آ سکتا
تھا ۔ ہاں اسے یہ ڈر ضرور تھا کہ کہیں کوئی کیڑا نہ کاٹ
لے ، لیکن ان حالات میں کیا ہی کیا جا سکتا تھا ۔ اِس جال
کو سمجھنے اور کاٹنے کے لیے ضروری تھا کہ ان میں سے کم از کم
ایک سب کی نظروں سے اوجھل ہو جاتا ؛ چنانچہ جب فاروق
نے نیچے اتر کر آواز لگائی ۔ ارے ہائیں ۔ محمود تم کہاں ہو ۔
تو اس نے کوئی جواب نہ دیا ۔ اس نے سُنا ، فاروق کہہ
رہا تھا :

" لو جی ۔ یہ حضرت تو کھسک لیے ڈر کر ۔" فاروق بڑبڑایا ۔

" ڈر کر ۔ کیا مطلب ۔" درخت پر سے آواز آئی ۔

" ہم اس کی اس عادت سے بہت تنگ ہیں ۔ اِدھر اُدھر کھسک
لیتا ہے ۔" فاروق نے منہ بنایا ۔

" یاد رکھو ۔ گماٹا کے مقابلے میں تمھاری کوئی چالاکی کام نہیں
آئے گی ۔" اوپر سے ان میں سے ایک نے کہا ۔

" لیکن ہم چالاکی سے کام لے کب رہے ہیں ۔ ہم تو
بہت ایمانداری سے کام لینے میں مصروف ہیں ۔" فاروق بے چارگی
کے انداز میں بولا ۔

" خیر خیر ۔ تم جانو ۔ اور گماٹا جانے ۔ ہم اپنا کام کر چکے
ہیں ۔"

" تمھارا کام کہاں تک تھا ؟"

" بس تم لوگوں کو اس جنگل تک پہنچا دینے کا کام تھا ۔" ان
میں سے ایک نے کہا ۔

" تو پھر یہاں سے گئے کیوں نہیں ؟"

" گماٹا کا حکم ہے ۔ وُہ جب تک اجازت نہیں دے گا ، ہم کس
طرح جا سکتے ہیں ۔"

" آخر کیوں ۔ تم گماٹا کے آگے اتنے بے بس کیوں ہو ؟" فاروق
بولا ۔

" وُہ آدمیوں کو قابو میں رکھنے کا گُر جانتا ہے ۔ اب جب تک
وہ اس مُلک میں ہے ۔ ہم اس کا حکم ماننے پر مجبور ہیں ۔
ہاں ۔ مُلک چھوڑ کر چلا جائے تو ہم خود کو آزاد محسوس کریں
گے ۔"

" اللہ کرے ۔ تم آزاد ہو جاؤ ۔" فاروق نے کہا ۔

" اب تم کیا کرنا چاہتے ہو ؟"

" میں اس مکان کی طرف جاؤں گا ۔ جس میں میرے ابا جان
اور بہن مشکل میں پھنسے ہوئے ہیں ۔"

" ٹھیک ہے ۔ جاؤ ۔" دُوسرا بولا ۔

"تم دونوں نے اپنے نام نہیں بتائے۔"

"ہمارے نام تمہارے ابا جان کو معلوم ہیں۔ خیر ہم تمہیں بھی بتائے دیتے ہیں، کیونکہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ میرا نام گوگی ہے اور یہ چینی بلا ہے۔"

"یہ کیسے نام ہوئے؟"

"بس۔ پسند کی بات ہے۔ ہمیں اپنے یہی نام پسند ہیں۔"

"گماٹا کے خلاف ہمارا ساتھ دو۔ فائدے میں رہو گے۔" فاروق نے کہا۔

"جب کہ ہمارا خیال ہے کہ نقصان میں رہیں گے۔" چینی بلا بولا۔

"کیا تم نے ہمارے ابا جان کا نام نہیں سن رکھا؟"

"کیوں نہیں۔ ہم ان کے بارے میں سب کچھ جانتے ہیں۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ گماٹا کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے۔"

"اچھا تو پھر سنو۔ میں مکان کی طرف جا رہا ہوں۔ میرا بھائی کہیں نظر آ جائے تو اسے بھی ادھر ہی بھیج دینا۔ اتنا کام تو کر دو گے نا۔"

"ہاں۔ کیوں نہیں۔ میں تو خود چاہتا ہوں کہ گماٹا اور تم لوگوں کے درمیان جلد از جلد معاملات طے ہو جائیں۔ تاکہ

اس چکر سے نجات ملے اور ہم اپنا روزمرہ کا کام کر سکیں۔"

فاروق نے برا سا منہ بنایا اور اس سمت میں چل پڑا۔ جس طرف اس کے والد اور فرزانہ گئے تھے۔ اسے رہ رہ کر گماٹا پر غصہ آ رہا تھا۔ کہ نہ جانے بیٹھے بٹھائے کہاں سے ٹپک پڑا۔ کون ہے اور کیا چاہتا ہے۔ محمود نے یہ اندازہ اس کے جھنجلائے ہوئے چہرے سے لگایا اور مسکرائے بغیر نہ رہ سکا، جلد ہی فاروق اس کی نظروں سے اوجھل ہو گیا، پھر اس نے درخت پر موجود گوگی اور چینی بلا کو اترتے دیکھا۔ وہ آپس میں کھسر پھسر کر رہے تھے۔

اچانک وہ سڑک کی طرف بھاگ نکلے، پھر گوگی چیخا:

"جامی۔ تم کہاں ہو۔ ہم نے گماٹا کی غلامی سے آزاد ہونے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ جلد ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھو۔ ہم آ رہے ہیں۔"

محمود حیرت زدہ رہ گیا۔ کہاں تو وہ خود کو گماٹا کے مقابلے میں بالکل بے بس ظاہر کر رہے تھے اور کہاں بھاگ نکلنے کی ٹھان بیٹھے تھے۔ یہ گوگی اور چینی بلا اسے عجیب آدمی محسوس ہوئے۔ وہ جھاڑیوں میں چھپا ان کے دوڑتے قدموں کی آواز سنتا رہا۔ ایسے میں ایک تیسری آواز سنائی دی:

"میں تو کتنے دنوں سے تمہیں ایسا کرنے کے لیے کہہ

رہا تھا۔ بہر حال آزادی حاصل کرنے کی کوشش مبارک ہو۔ آؤ۔"

یہ ضرور جامی کی آواز تھی۔ ان کا ٹیکسی ڈرائیور ساتھی۔

ان الفاظ کے بعد پھر قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ اچانک فضا میں ایک چیخ گونجی۔

چیخ لرزا دینے والی تھی۔ محمود کانپ کر رہ گیا، کیونکہ وُہ کسی کی آخری چیخ تھی۔

٥۔ لیکن ابّا جان

جونہی چیخ کی گونج ختم ہوئی، ایک دہشت زدہ آواز اُبھری:

"ہاتھ اُوپر اٹھا دو اور جہاں کھڑے ہو، وہیں کھڑے رہو۔ گماٹا کے ہاتھ بہت لمبے ہیں، تم گماٹا کو نہیں جانتے۔ وُہ تو اڑتے پنچھی کے پر گن لیتا ہے۔ تم تو کوئی چیز ہی نہیں، ہاں تمھاری پھرتی ضرور اسے پسند آگئی تھی، ورنہ کام کرنے والوں کی اس کے پاس کمی نہیں۔"

محمود نے اپنے بدن میں سنسنی کی لہر دوڑتے محسوس کی۔ اس کی سمجھ میں یہ بات نہیں آسکی تھی کہ مرنے والا کون ہے اور ان تین میں سے باقی کون ہے۔ اسی وقت اس نے کسی کو کہتے سُنا:

"گوگی۔ ہمارا دوست جامی مارا گیا۔"

"ہاں بلّے۔ افسوس۔"

"ہم۔ ہم نے گماٹا کی غلامی کیوں قبول کی تھی۔ ہمیں کیا

ہو گیا تھا۔"

"لالچ۔ ہمیں لالچ نے گھیر لیا تھا۔ اس نے بھاری تنخواہ کا لالچ دیا تھا ہمیں۔ اتنی بھاری تنخواہ کہ ہم اپنے پیشے کے ذریعے کئی سال میں بھی نہیں کما سکتے تھے، لیکن اب افسوس ہو رہا ہے۔ ہمارا گزارا تو مزے سے ہو جاتا تھا۔"

"اب پچھتانے سے کیا ہوتا ہے۔ اب تو جو ہونا تھا، ہو چکا۔ اب تمہیں گماٹا کے سامنے پیش ہونا ہے۔ ہاتھ سر سے بلند رکھتے ہوئے مکان کی طرف بڑھو۔"

محمود نے دم سادھ لیا، کیونکہ اب انہیں ان کے پاس سے گزرنا تھا۔ اس سارے ہنگامے کا ایک فائدہ ضرور ہوا تھا، ابھی تک کسی نے اس کی طرف توجہ نہیں دی تھی۔ دو منٹ بعد گوگی اور چینی بلّا اس جھاڑی کے قریب سے گزرے، ان کے پیچھے ایک لمبے قد کا غیر ملکی نقش و نگار والا آدمی پستول ان کی طرف تانے قدم اٹھاتا نظر آیا۔ ابھی وہ تھوڑی دور ہی گئے ہوں گے کہ محمود کو اپنے قریب کسی کی موجودگی کا احساس ہوا، وہ بجلی کی سی تیزی سے پلٹا اور ساکت رہ گیا۔ چہرے پر مسکراہٹ رینگ گئی:

"جامی کے دماغ میں گولی لگی ہے۔ وہ بے چارہ تڑپ بھی نہ سکا۔" فاروق نے سرگوشی کی۔

"افسوس ہوا یہ سن کر۔ بہت اچھا ڈرائیور تھا۔" محمود نے بھی دبی آواز میں کہا۔

"لیکن ہم یہاں کیا کر رہے ہیں؟"

"حالات کا جائزہ لے رہے ہیں، گویا یہ بھانپ رہے ہیں کہ ہم کریں تو کیا کریں یا کیا کر سکتے ہیں۔"

"ہم گماٹا تک تو پہنچ ہی سکتے ہیں، وہیں ابا جان اور فرزانہ موجود ہیں۔ ان کے پاس پہنچ کر معلوم ہو ہی جائے گا، ہم کن حالات کا شکار ہیں اور کیا کچھ کر گزرنے کی پوزیشن میں ہیں۔"

"اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ فرض کرو۔ ابا جان اور فرزانہ گماٹا کی قید میں ہیں۔ تو کیا یہ عقل مندی ہو گی کہ ہم بھی جا کر قید ہو جائیں۔"

"ہوں۔ تو پھر آؤ۔ ہم جھاڑیوں کے درمیان اپنا سفر جاری رکھیں اور مکان سے نزدیک ہو کر حالات کا جائزہ لینے کی کوشش کریں۔ خدا جانے یہ گماٹے کا بچہ چاہتا کیا ہے۔"

"یہ بات تو گماٹا سے بات کرنے پر ہی معلوم ہو سکتی ہے۔"

"اور ابھی ہم ان سے معلوم نہیں کر سکتے۔ لہٰذا اب چپ رہو۔ کان نہ کھاؤ۔ دماغ نہ چاٹو۔ میں تنگ آ گیا ہوں تم

سے دماغ چٹوا چٹوا کر۔" محمود نے بنا کر کہا۔

"اب اتنا بدمزا بھی نہیں میرا دماغ۔ ارے۔ یہ لو ہم مکان کے سامنے پہنچ گئے۔ عجیب مکان ہے۔ یہ تو چھوٹا سا اینٹوں کا جھتّہ نظر آتا ہے۔"

"ہاں۔ ہے تو ایسا ہی۔ خیر ہمیں اس سے کیا، یہ کیسا ہی کیوں نہ ہو۔ سنو۔ ہم اس وقت ایک بہت گھنی جھاڑی میں ہیں۔ ذرا چاروں طرف کا جائزہ لے لو۔ مکان کے آس پاس گماٹا کے آدمی تو نہیں پھیلے ہوئے۔"

"وہ آدمی ہیں، سوئیاں نہیں کہ نظر نہیں آئیں گے۔"

"ہم بھی تو آدمی ہیں۔ کیا ہم اس وقت کسی کو نظر آ رہے ہوں گے؟"

"ہوں۔ بات تو ٹھیک ہے۔" یہ کہہ کر اس نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ اور پھر سکتے کے عالم میں رہ گیا:

"اُف خدا۔ ان درختوں میں تو نہ جانے کتنے آدمی چھپے ہوئے ہیں اور ان سب کے پاس پستول موجود ہیں۔"

"تب تو یہ کوئی لمبا چوڑا پروگرام ہے۔" محمود بڑبڑایا۔

"اوہو۔ کچھ محسوس کیا تم نے؟"

"ہاں۔ افسوس ہم کچھ نہیں کر سکتے۔" محمود بولا۔ "شاید اسی میں بہتری ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں۔ گماٹا کے آدمی بہت منظم طریقے سے ان کی طرف رینگتے رہے تھے۔ انھیں احساس تک نہ ہو سکا۔ انھیں تو اس وقت پتا چلا جب وہ بالکل نزدیک آ گئے۔ گویا اب وہ پستولوں کے حلقے میں تھے۔

"اس جنگل سے ہماری نظروں سے چھپ کر کوئی نہیں جا سکتا۔ ہم گماٹا کے تربیت یافتہ ہیں۔" ایک نے اُٹھتے ہوئے کہا۔

"اب ہمیں کیا معلوم تھا۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"تم لوگ بھی مکان میں داخل ہو جاؤ۔"

"جی بہت بہتر۔ ہم تو خود ہی اس طرف بڑھ رہے تھے، آپ نے یونہی تکلیف کی۔" محمود بولا۔

دونوں جھاڑی سے نکل کر مکان کی طرف بڑھے۔

"لو بھئی۔ انھوں نے تو ہمیں بھی پھانس لیا۔" فاروق بولا۔

"چلو کوئی بات نہیں۔ ہم بھی انھیں ایسا پھانسیں گے کہ یاد ہی کریں گے۔"

محمود نے کہا اور آگے بڑھ کر دروازے پر دستک دی۔ دروازہ فوراً ہی کھلا اور ایک پتلے دبلے آدمی کی شکل دکھائی دی:

"تم دونوں ضرور محمود اور فاروق ہو۔ کچھ لیٹ ہو گئے، خیر کوئی بات نہیں۔ مجھے گماٹا کہتے ہیں، اب تک میرے بارے میں کچھ جان ہی چکے ہو گے۔"

"ہاں ۔ ذکرِ خیر سُن چکے ہیں آپ کا۔ ہمارے لائق کیا خدمت ہے ۔"

"بس اندر آ جاؤ ۔"

"لیجیے ۔ اندر آنے کے لیے ہی تو شاید پیدا ہوئے ہیں۔" فاروق نے خوش ہو کر کہا اور دونوں اندر داخل ہوئے۔

"میرا تو خیال تھا۔ تم دُور نکل چکے ہو گے۔" انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"کوشش تو یہی تھی ، لیکن جامی کا انجام دیکھ کر ہمت ہار بیٹھے ۔"

"کیا مطلب ۔" وہ چونک اُٹھے ۔

انھوں نے پورے کمرے پر ایک نظر ڈالی۔ گوگی اور چینی بلا ہاتھ اٹھائے کھڑے تھے ۔ ان کے چہرے ستے ہوئے تھے — کمرے میں گماٹا کا کوئی آدمی نہیں تھا۔ گماٹا کے ہاتھ میں پستول بھی نہیں تھا۔ اس لیے انھیں ہاتھ اٹھائے دیکھ کر انھیں حیرت ہوئی :

"مسٹر گوگی ۔ اور چینی بلے صاحب ۔ آپ دونوں ہاتھ کیوں اُٹھائے کھڑے ہیں۔" محمود بولا۔

"اسی حالت میں اندر داخل ہوئے تھے۔ ہاتھ گرانے کا نہ حکم ملا، نہ ہم نے گرائے۔" گوگی نے جواب دیا۔

"بہت ہی فرمانبردار قسم کے آدمی ہو۔ خیر اب ہاتھ گرا دو — کیونکہ گماٹا کو کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔"

"اعتراض ہو یا نہ ہو۔ ہم ہاتھ نہیں گرائیں گے ، جب تک کہ خود مسٹر گماٹا ہمیں نہ کہہ دیں۔" گوگی بولا۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ کیا تم نے یہ بات محسوس نہیں کی کہ اس مکان میں اس وقت میں تم سب کے ساتھ بالکل تنہا ہوں، میرے سب آدمی مکان سے باہر موجود ہیں۔ کیا اس کا مطلب صرف یہ نہیں کہ مجھے اچھی طرح یقین ہے کہ تم سب مل کر بھی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔" گماٹا نے جلدی جلدی کہا۔

"لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے۔" انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا۔

"کیوں نہیں ہو سکتا۔" گماٹا تنک کر بولا۔

"تو پھر کیوں نہ پہلے اس بات کا تجربہ کر لیا جائے کہ ہم سب مل کر تمھارا کچھ بگاڑ سکتے ہیں یا نہیں۔"

"ضرور ضرور۔ یہ اور بھی اچھا ہے ، اس طرح ہمارا آپس میں پوری طرح تعارف ہو جائے گا۔" گماٹا نے مُسکرا کر کہا۔

"معاف کیجیے گا مسٹر گماٹا — یہ کچھ اچھا نہیں لگتا۔" فاروق نے مُنہ بنایا۔

"کیا اچھا نہیں لگتا؟"

"یہ کہ اتنے سارے آدمی ایک پتلے دبلے اور کمزور سے آدمی

سے مقابلہ کریں۔ آپ سے تو میں تنہا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہوں
اور تیار کیا ہوں۔ یہ لیجیے۔ میرا پہلا وار روکیے۔" فاروق نے کہا،
ساتھ ہی اپنی جگہ سے بلا کی تیزی سے حرکت کی اور سر کی ٹکر گماٹا
کے سینے پر دے ماری۔ اس نے سوچا تھا۔ ایک ہی ٹکر میں
اسے چت کر دے گا اور گماٹا پھر اٹھنے کی ہمت نہیں کرے گا ۔۔۔
لیکن ہُوا اس کے بالکل اُلٹ ۔ ٹکر گماٹا کے سینے پر ہی لگی تھی،
اس نے تو بچنے کی کوشش بھی نہیں کی تھی، لیکن خود فاروق ہی
پیچھے کی طرف اُلٹ کر گرا۔ اسے یوں لگا، جیسے اس نے کسی چٹان پر
اپنا سر دے مارا ہو۔ ساتھ ہی منہ سے چیخ بھی نکلی۔ اور پھر وُہ
بے سُدھ ہو گیا۔ انھوں نے دیکھا؛ اگرچہ وہ بے ہوش نہیں ہُوا
تھا، لیکن بے ہوش سے بھی بد تر تھا۔ اس طرح ساکت پڑا تھا، جیسے
اب کبھی اُٹھ نہیں سکے گا۔ یہ دیکھ کر محمود اس پر جھکا:

"فاروق ۔ تمھیں کیا ہو گیا ہے؟"

"پپ ۔ پتا نہیں۔ کم از کم اس کے سینے پر ٹکر نہ مارنا۔"

"اچھا۔ فکر نہ کرو۔ اور ہاں بے ہوش نہ ہونا۔ پہلے یہ دیکھ
لو کر میں تمھارا انتقام اس سے کس طرح لیتا ہوں۔" یہ کہتے ہی محمود
اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ گماٹا کی طرف ایک چھلانگ لگائی۔ اس کی
کلائی پر ہاتھ جمایا اور جھٹکا دیا۔ یہ جھٹکا ایسا تھا کہ اگر کوئی اور
ہوتا تو دیوار سے جا ٹکراتا، لیکن گماٹا تو اپنی جگہ سے سرکا بھی نہیں۔

ہاں محمود کو ضرور جھٹکا لگا۔ اور وُہ دیوار سے جا ٹکرایا۔ ٹکرایا بھی
اس زور سے کہ چیں بول گئی۔ ہاتھوں پیروں کی جان نکل گئی اور
نیچے گرتا چلا گیا۔

"اب تمھیں کیا ہوا محمود؟" فرزانہ نے پریشان ہو کر کہا۔

"فرزانہ۔ تم اس کے مقابلے میں آنے کی کوشش نہ کرنا ۔۔۔
ابا جان اسے روک لیں۔"

"میں تو تم دونوں کو بھی روک لینا چاہتا تھا، لیکن تم نے
اتنی مہلت ہی نہیں دی۔" وُہ بولے۔

"لیکن ابا جان ۔ میں کیسے رک سکتی ہوں۔ یا تو میں اس کے
ہاتھ سے چوٹ کھاؤں گی یا اسے چوٹ دوں گی۔"

"اچھا۔ جیسے تمھاری مرضی۔ اس موقعے پر روکنے کا کوئی
فائدہ بھی تو نہیں۔" انھوں نے کندھے اچکائے۔

فرزانہ نے اپنا پُرانا گُر استعمال کرنا چاہا۔ دوڑ کر گماٹا کے
پیچھے گئی۔ اور اس کی گردن میں ہاتھ ڈال دیے۔ گماٹا ساکت کھڑا
رہا۔ اس نے اپنی جگہ سے نہ حرکت کی اور نہ فرزانہ کے ہاتھ پکڑے:

"یہ کیا کر رہی ہو؟" اس نے ہنس کر کہا۔

"میرے لڑنے کا انداز ذرا مختلف ہے۔ لڑکی ہوں نا۔" یہ کہتے
ہی اس نے بازوؤں کو کسنا شروع کر دیا۔

"اوہو۔ تم میرا گلا گھونٹنا چاہتی ہو۔" گماٹا نے حیران ہو کر

کہا —

"ہاں! پروگرام تو یہی ہے۔"

"تب تم نے بہت مشکل کام میں ہاتھ ڈالا ہے — میں پانی کے نیچے پندرہ منٹ تک تیر سکتا ہوں، یعنی اوپر آئے بغیر — اب جو شخص پندرہ منٹ تک سانس روک سکتا ہے — تم اس کا گلا کیا گھونٹ سکو گی۔"

یہ سنتے ہی فرزانہ کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی — تاہم اس نے سوچا — یہ ضروری تو نہیں کہ گماٹا سچ ہی بول رہا ہو — یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ ڈینگ مار رہا ہو! تاہم اس کا لڑائی کا انداز عجیب تھا — محمود اور فاروق کا چوٹ کھا جانا کوئی معمولی بات نہیں تھی — اس نے بازوؤں کا دباؤ جاری رکھا — گماٹا ڈٹا کھڑا رہا اور اس کے چہرے پر بار بار مسکراہٹ آتی رہی، ایسے میں اس نے کہا:

"ایک بات ہے — انسپکٹر جمشید — تمھاری لڑکی ہے ضدی۔"

کسی نے کوئی جواب نہ دیا — حیرت بھرے انداز میں اس جد و جہد کو دیکھتے رہے — آخر فرزانہ کے چہرے پر شکست کے آثار نمودار ہوئے — ساتھ ہی گماٹا نے اپنے جسم کو ایک جھٹکا دیا اور فرزانہ گویا اڑتی ہوئی دیوار کی طرف چلی، انسپکٹر جمشید بجلی کی سی سرعت سے حرکت میں آئے اور دیوار اور فرزانہ کے درمیان

آ گئے — فرزانہ کا جسم پورے زور سے ان سے ٹکرایا اور انھوں نے اسے دونوں ہاتھوں میں تھام لیا — دونوں گرنے سے بال بال بچے:

"بہت خوب — میرے لیے یہ کچھ کم حیرت انگیز نہیں — جو تم دونوں نے کیا۔" گماٹا نے تالی بجائی۔

"اور اب — مسٹر گماٹا — میری باری ہے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"ہاں ہاں — ضرور کیوں نہیں — شوق سے آؤ۔" گماٹا بولا۔

انھوں نے فرزانہ کو محمود اور فاروق کے پاس بٹھا دیا — اور خود گماٹا کی طرف بڑھے:

"تو کیا گوگی اور چینی بلا مقابلہ نہیں کریں گے؟"

"ہم نے تو اس دن مقابلہ کیا تھا جس روز مسٹر گماٹا کے لیے کام کرنا منظور کر لیا تھا — اس روز مسٹر گماٹا نے ہمیں غصہ دلا دیا تھا اور ہم غصے میں کہہ بیٹھے کہ ان کے لیے کام نہیں کریں گے — بس اس بات پر ہمارا مقابلہ ہو گیا — ہم نے اپنی زندگی میں اتنی بری مار کبھی نہیں کھائی ہوگی — جتنی اس دن کھائی تھی — اور پھر ہم ان کے لیے کام کرنے پر مجبور ہو گئے — لہٰذا ہم بے چارے کیا لڑیں گے۔" گوگی نے جلدی جلدی کہا۔

"گویا میرے دفتر میں تم نے جو بڑ ہانکی تھی — وہ صرف الفاظ کی حد تک تھی۔" انسپکٹر جمشید نے برا سا منہ بنایا۔

"نہیں خیر — یہ بات تو نہیں — ہم لڑنا بھڑنا جانتے ہیں —

جوڈو کراٹے وغیرہ کے بھی ماہر ہیں ۔ اب یہ اور بات ہے کہ ہمارا جوڈو کراٹے بُری طرح فیل ہو گیا اور دھرا کا دھرا رہ گیا ۔ باقی رہی دفتر کی بات چیت ۔ وُہ بات چیت تو مسٹر گماٹا کے پروگرام کا ایک حصّہ تھی ۔ یہ چاہتے تھے ، کسی طرح آپ اس مکان تک آ جائیں ۔ اور ہم اپنے اس مقصد میں کامیاب رہے ۔"

" ٹھیک ہے ۔ میں خود ہی مقابلہ کیے لیتا ہوں ۔" انسپکٹر جمشید نے کندھے اچکائے ۔ اور گماٹا کی طرف بڑھنے لگے ۔ ان کی آنکھوں میں خوف سمٹ آیا ۔ وُہ پلکیں تک جھپکنا بھُول گئے اور سوچ رہے تھے کہ خدا جانے ان کے والد یہ مقابلہ کس طرح شروع کرتے ہیں ۔

خُدا حافظ

نزدیک پہنچ کر انسپکٹر جمشید نے اپنا دایاں ہاتھ آگے بڑھا دیا اور بولے :

" آئیے مسٹر گماٹا ۔ ہم ایک دُوسرے سے ہاتھ ملا کر دیکھ لیتے ہیں کہ کون طاقت ور ہے ۔"

" ضرور ۔ کیوں نہیں ۔" گماٹا بولا اور ایک قدم آگے آ کر ہاتھ بڑھا دیا ۔

دونوں نے ایک دوسرے کا ہاتھ تھام لیا ، پہلے تو دباتے رہے ، لیکن جب کوئی بھی دوسرے کا ہاتھ نہ دبا سکا تو گماٹا نے پُرانا حربہ استعمال کیا ۔ یعنی جھٹکا مارا ۔ انسپکٹر جمشید اس کے اس انداز کو سمجھ چکے تھے ۔ ان کے جسم کو جھٹکا ضرور لگا ، لیکن وُہ اپنی جگہ سے ہلے نہیں ۔ گماٹا کا رنگ اُڑ گیا ۔ آنکھوں میں حیرت کے آثار نمودار ہوئے اور پھر اچانک اس نے اپنا دُوسرا ہاتھ مُکّے کی صورت میں ان کی دائیں بغل میں دے مارا ، کیونکہ ہاتھ پہلے ہی اُٹھا ہُوا تھا ،

اس لیے مکّا سیدھا بغل میں لگا۔ انسپکٹر جمشید تقریباً ایک فٹ اُونچا اُچھلے، گگاٹا کا ہاتھ ان کے ہاتھ سے مُڑ گیا، جونہی ان کے پاؤں فرش پر لگے، وُہ ایک بار پھر اُچھلے، اس بار گگاٹا نے اپنا بھاری بھرکم جوتا ان کے دائیں پاؤں پر دے مارا تھا، اگرچہ ان کا جوتا بھی کم مضبوط نہیں تھا، لیکن محمود، فاروق اور فرزانہ نے تکلیف کے آثار ان کے چہرے پر صاف دیکھے۔ وُہ بُری طرح بے چین ہو گئے۔ اس وقت انسپکٹر جمشید کی ٹھوڑی پر ایک زبردست مکّا لگا، انھیں یُوں لگا جیسے کسی نے لوہے کا گرز دے مارا ہو۔ مُنہ میں خُون کا نمکین ذائقہ محسوس ہوا۔ شاید جبڑا اندرونی طور پر زخمی ہو گیا تھا، اس سے پہلے کہ وُہ سنبھل سکتے۔ ایک اور مُکّا پیٹ میں لگا، دَرد کی شدّت نے انھیں آگے جھکنے پر مجبور کر دیا، آگے جھکنا تھا کہ کمر پر ایک دو ہتھڑ پڑا۔ اور وُہ دھپ سے منہ کے بل گرے، گرتے گرتے بھی انھوں نے اپنا دایاں پاؤں گگاٹا کے سینے پر دے مارا، لیکن وُہ ہوشیار تھا۔ یک لخت پیچھے ہٹ گیا اور پھر تیزی سے چکر کھاتے ہوئے جوتے کی نوک ان کی پسلیوں میں دے ماری۔ یہ وار کچھ ایسا تھا کہ انھیں زمین آسمان گھومتے محسوس ہوئے۔ اور پھر وُہ بے ہوش ہو گئے۔ محمود، فاروق اور فرزانہ نے انھیں بے ہوش ہوتے دیکھا تو ان کے دِل بیٹھنے لگے، دم لبوں پر آ گئے۔

"چلو گوگی۔ اسے ہوش میں لاؤ۔"

"ہم۔ میں ہوش میں لاؤں۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں مسٹر گگاٹا۔"

"کیوں۔ میں نے کیا غلط بات کہہ دی۔" گگاٹا نے اسے تیز نظروں سے گھورا۔

"میں ڈاکٹر نہیں ہوں۔ نہ ہی کمپاؤڈر ہوں، پھر بھلا میں انھیں ہوش میں کس طرح لا سکتا ہوں۔"

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ ارے بھئی۔ اس کے مُنہ پر پانی کے چھینٹے مارو۔ گال تھپتھپاؤ۔"

"جی بہتر۔ یہ کام میں کر سکوں گا۔"

تین منٹ بعد انسپکٹر جمشید نے آنکھیں کھول دیں۔ ان کے چہرے پر ایک دھیمی سی مسکراہٹ در آئی:

"تم مسکرا رہے ہو انسپکٹر جمشید۔" گگاٹا کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں! اتنی شاندار شکست کھائی ہے۔ مسکراؤں نہیں تو کیا روؤں۔"

"خوب۔ بہت دلیر ہو۔ اونچے دشمن ہو۔ مجھے تمھاری دشمنی پسند آئی۔ میرا خیال ہے، اب تم اس پوزیشن میں آ چکے ہو کہ میری بات غور سے سُن سکو۔ کیا خیال ہے۔"

"کہو۔ کیا کہنا چاہتے ہو۔"

"جاکر مسٹر لی کاف کو یہاں لے آؤ اور بس۔"

"فرض کرو۔ میں ایسا نہ کروں۔ تب۔"

"تب تمہیں اپنے تینوں بچوں کی لاشیں اپنی آنکھوں سے دیکھنا ہوں گی۔"

"یہ کوئی ایسی بات نہیں۔ ابا جان فخر سے دیکھیں گے۔" محمود نے فوراً کہا۔

"کہنا بہت آسان ہوتا ہے۔" گماٹا ہنسا۔

"لی کاف کو یہاں لانے کے سلسلے میں تمہاری کوئی شرائط نہیں، مطلب یہ کہ مجھے کس طرح اسے لانا ہوگا۔ کیا کرنا ہوگا۔"

"نہیں۔ میری کوئی شرائط نہیں۔ چاہے تو تم شہر بھر کی پولیس اور فوج ساتھ لے آنا۔ میں پھر بھی مسٹر لی کاف کو یہاں سے لے جاؤں گا۔"

"کیسے۔ ذرا وضاحت کر دو۔" انسپکٹر جمشید بولے۔ انہیں اپنا جوڑ جوڑ الگ محسوس ہو رہا تھا۔

"وضاحت نہیں کر سکتا۔ اتنا کہے دیتا ہوں، اس جنگل میں فوج یا پولیس ساتھ لانے کی غلطی بھی نہ کرنا۔ اس قدر عظیم تباہی نازل ہوگی کہ آنے والی نسلیں بھی تمہیں برا بھلا کہیں گی۔ میں اکیلا پوری فوج کے لیے کافی ہوں۔"

"اگر تم پوری فوج کے لیے کافی ہو تو پھر تمہیں یا تمہارے ملک کو لی کاف کی کیا ضرورت پڑ گئی۔" فاروق نے جل بھن کر کہا۔

"جہاں مسٹر لی کاف کام کر سکتے ہیں، وہاں میں کام نہیں کر سکتا۔ اور جہاں میرا کام ہو، وہاں مسٹر لی کاف کچھ نہیں کر سکتے۔ ہم اپنے اپنے کام کے ماہر ہیں۔ مسٹر لی کاف حکومتوں کے تختے اُلٹنے میں اپنا جواب نہیں رکھتے۔ اور میں۔ میں تختہ اُلٹی ہوئی حکومتوں کو قابو میں کرنے کا گُر جانتا ہوں۔"

"تو کیا تم لوگ کسی حکومت کا تختہ اُلٹنے کی فکر میں ہو۔"

"نہیں۔ اس بار پروگرام کچھ مختلف ہے۔"

"کیا مطلب!" انسپکٹر جمشید حیران ہو کر بولے۔

"پروگرام نہیں بتایا جا سکتا۔ تم تو بس یہ بتاؤ۔ مسٹر لی کاف کو لینے جا رہے ہو یا نہیں۔"

"مجھے غور کرنے دو۔" انھوں نے کچھ سوچ کر کہا۔

"ضرور کیوں نہیں۔ میں تمہیں دو منٹ دیتا ہوں۔ انکار کی صورت میں پانچ فائر ہوں گے۔ اس کمرے کی چھت کی طرف نظر کر لو۔ تم جان ہی لو گے۔ میں اپنے دعوے میں کہاں تک سچا ہوں۔"

غیر ارادی طور پر ان کی نظریں چھت کی طرف اُٹھ گئیں۔ انھوں نے دیکھا، چھت میں قریباً دس سوراخ تھے اور ان میں سے

پانچ سوراخوں سے رائفلوں کی نالیں جھانک رہی تھیں۔ وہ سکتے کے عالم میں رہ گئے۔ گماٹا نے فرار کا کوئی راستہ نہیں چھوڑا تھا:

"ابا جان۔ آپ لی کاف کو لانے سے انکار کر دیں۔" فرزانہ بولی۔

"پھر کیا ہو گا۔ یہ بھی سوچ لو۔" گماٹا بولا۔

"ہم ختم کر دیے جائیں گے۔ اور کیا ہو گا۔"

"ہاں! اور تمہارے بعد تمہارے والد کو بھی ختم کر دیا جائے گا۔"

"اوہ!" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"اب کیا کہتے ہو۔ سوچ لو۔ میں تو کسی نہ کسی طرح لی کاف کو لے ہی جاؤں گا۔"

"تم مجھے دو منٹ کی مہلت دے چکے ہو، ابھی صرف ایک منٹ ختم ہوا ہے۔ اس لیے، ایک منٹ تک خاموش رہو۔"

"ٹھیک ہے۔"

کمرے میں گہرا سناٹا چھا گیا۔ ان کے دل تیزی سے دھڑک رہے تھے۔ آخر انسپکٹر جمشید بولے:

"ٹھیک ہے۔ میں لی کاف کو لاؤں گا۔"

"میں جانتا تھا، تم یہی فیصلہ کرو گے۔" گماٹا نے خوش ہو کر کہا۔

"اب۔ کیا اب میں روانہ ہو جاؤں۔"

"ہاں۔ یاد رہے۔ پولیس یا فوج کی صورت میں اگر مدد ساتھ لے کر آئے تو تینوں بچوں میں سے ایک کو بھی زندہ نہیں پاؤ گے۔"

"ہاں! میں سمجھتا ہوں۔" وہ بولے۔

"اور اپنے ساتھ جتنے لوگ بھی لاؤ گے، ان میں سے ایک بھی زندہ نہیں بچے گا۔ ہاں۔ اگر تم تنہا آئے تو یہ میرا وعدہ ہے۔ میں تمہارے بچے زندہ سلامت تمہارے حوالے کر کے یہاں سے جاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں ایسا ہی کروں گا۔"

"بس تو پھر اب جاؤ۔ مکان کے باہر تمہاری جیپ موجود ہے، اس میں بیٹھ کر جاؤ اور اس میں مسٹر لی کاف کو لے کر آؤ۔"

"ٹھیک ہے۔ تم بھی سن لو، کوئی دھوکا کرنے کی کوشش نہ کرنا، ورنہ میں تمہارا پیچھا کروں گا۔"

"اگر تم نے کسی گڑبڑ کے بغیر مسٹر لی کاف کو یہاں پہنچا دیا تو میری طرف سے کوئی دھوکا نہیں کیا جائے گا۔"

"میں جا رہا ہوں۔ اچھا بھئی خدا حافظ۔" انھوں نے تینوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"خدا حافظ۔" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا اور انسپکٹر جمشید

بیرونی دروازہ کھولتے ہوئے باہر نکل گئے ۔۔۔

○

آئی جی شیخ نثار احمد صاحب کے دروازے کی گھنٹی بجی ۔۔۔

وہ ابھی ابھی شام کی چائے پی کر فارغ ہوئے تھے ۔ ایک منٹ بعد ملازم ان کے کمرے میں داخل ہوا :

" انسپکٹر جمشید آئے ہیں سر ۔ وہ بہت جلدی میں ہیں ۔"

وہ ایک لفظ کہے بغیر تیزی سے اُٹھے اور ڈرائنگ روم میں داخل ہوئے ، یہاں انسپکٹر جمشید سر جھکائے بیٹھے تھے :

" خیریت نہیں معلوم ہوتی ۔ کیوں جمشید ؟" وہ مسکرائے ۔

" آپ کا اندازہ درست ہے سر ۔ ایک شخص گماٹا نامی لی کاف کو لینے آیا ہے ۔ محمود ، فاروق اور فرزانہ اس کے پاس بطور یرغمال موجود ہیں ۔"

" کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو جمشید کہ میں محمود ، فاروق اور فرزانہ کی جان بچانے کے لیے لی کاف کو جیل سے نکال لے جانے کی اجازت دے دوں ۔" آئی جی صاحب بولے ۔ ان کی پیشانی کی لکیریں گہری ہوتی جا رہی تھیں ۔

" نہیں سر ۔ مسٹر لی کاف کو جیل سے تو میں خود بھی نکلوا سکتا تھا ،

میں تو آپ کو حالات سنانے آیا ہوں ۔ اگر لی کاف کو گماٹا کے حوالے نہ کیا گیا تو شہر کو ایک تباہی کا سامنا کرنا پڑے گا ۔ گماٹا کوئی معمولی آدمی جان نہیں پڑتا ۔"

" اس کا نام تو پہلے سننے میں نہیں آیا ۔"

" میں اس لیے سب سے پہلے آپ کے پاس آیا ہوں ۔ میں جاننا چاہتا ہوں ۔ یہ گماٹا کون ہے ۔"

" سمجھا ! تم میرے دوست کے ذریعے اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتے ہو ، آؤ میرے ساتھ ۔" وہ بولے ۔

دونوں اوپر والی منزل پر پہنچے اور ایک بند کمرے کا تالا کھول کر اس میں داخل ہوئے ، شیخ صاحب نے اب ایک الماری کھولی اور اس میں رکھے آلے کے چند بٹن دبائے ، پھر چند منٹ تک ہیلو ہیلو کرتے رہے ۔ آخر آلے میں سے ایک آواز اُبھری :

" ہیلو ۔ راجر پی بول رہا ہوں ۔"

" ہیلو میرے کمپیوٹر دوست ۔ شیخ نثار احمد بول رہا ہوں ۔۔۔ کیا حال ہے ؟"

" بالکل ٹھیک ہوں ۔ بہت دنوں بعد میری یاد آئی ۔"

" ہاں ۔ یہ تو ٹھیک ہے ۔ میں جاننا چاہتا ہوں ۔ گماٹا کون ہے ؟"

" گماٹا ۔ کیا آپ نے گماٹا کے بارے میں پوچھا ہے ؟" دوسری

طرف سے قدرے گھبرا کر کہا گیا۔

"ہاں میرے دوست۔"

"کہیں بدقسمتی سے وہ اس وقت آپ کے مُلک میں تو موجود نہیں ہے۔"

"بات تو یہی ہے۔"

"تب آپ کا ملک خطرے کی زد میں ہے۔ اس کا کسی مُلک میں موجود ہونا انتہائی غلط بات ہے۔ اس کے پاس ہر وقت جدید سائنس کی مہلک ترین ایجادات موجود رہتی ہیں اور یہ ان سے کسی وقت بھی کام لے سکتا ہے۔ ابھی تک یہ اندازہ نہیں لگایا جا سکا کہ گماٹا کا تعلق کس مُلک سے ہے۔ کبھی وُہ کسی ملک کے لیے کام کرتا نظر آتا ہے تو کبھی کسی مُلک کے لیے، لیکن خیال یہی ہے کہ وُہ کسی ایسے ملک کا آدمی ہے۔ جس کے بارے میں پوری دُنیا کو کچھ معلوم نہیں۔"

"کیا مطلب۔ یہ کیا بات ہوئی؟" شیخ صاحب نے چونک کر کہا۔

"دُنیا کا ابھی بہت سا حصّہ ایسا ہے۔ جس کے بارے میں کسی کو بھی معلوم نہیں، اور نہ یہ معلوم ہے کہ اس حصّے میں کوئی قوم آباد بھی ہے یا نہیں؛ تاہم یہ بات یقینی نہیں کہ گماٹا کا تعلق اس حصّے سے ہو۔ اتنا ضرور ہے۔ وُہ کسی بڑے مُلک کا مستقل طور پر ایجنٹ بن کر نہیں رہتا۔"

"کیا اس کا لی کاف سے بھی کوئی تعلق ہے؟" آئی جی صاحب کی بجائے انسپکٹر جمشید بولے۔

"یہ۔ یہ کس کی آواز ہے۔ کیا کمرے میں آپ کے ساتھ کوئی اور شخص بھی موجود ہے؟" دوسری طرف سے چونک کر کہا گیا۔

"ہاں! انسپکٹر جمشید ہیں۔ ان سے کوئی پردہ نہیں ہے۔"

"اچھا ٹھیک ہے۔ لی کاف اس وقت آپ لوگوں کی قید میں ہے، دُنیا کا خطرناک ترین آدمی۔ گماٹا اور لی کاف کبھی ایک جگہ نظر نہیں آئے۔ اب انھوں نے مل کر کسی پروگرام پر عمل کرنے کا فیصلہ کیا ہو تو میں کچھ کہہ نہیں سکتا۔"

"ہوں! گماٹا کا یہ کہنا ہے کہ لی کاف حکومتوں کے تختے اُلٹنے کا ماہر ہے اور وُہ تختہ الٹی حکومتوں کو قابو میں کرنے کا گُر جانتا ہے، کیا یہ درست ہے؟" انسپکٹر جمشید نے ہی سوال کیا۔

"یہ بات عام طور پر سننے میں آتی ہے کہ لی کاف حکومتوں کو درہم برہم کر دیتا ہے۔ اور اپنا کام کر کے چلا جاتا ہے، لیکن اس کے جانے کے بعد بہت بدنظمی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس قسم کے موقعوں پر گماٹا کی خدمات حاصل کر لی جاتی ہیں۔"

"وہ ہمارے مُلک میں لی کاف کو جیل سے رہا کرانے کے لیے آیا ہے اور اسے اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہے۔ ہمیں کیا کرنا چاہیے۔"

"لی کاف کو فوری طور پر اس کے حوالے کر دیں۔ آپ کو چاہیے تھا، لی کاف کو اسی وقت ختم کر دیتے جب وُہ آپ لوگوں کے ہتھے چڑھا تھا۔ ویسے تو یہ بھی کچھ حیرت انگیز بات نہیں کہ لی کاف آپ لوگوں کی قید میں ہے۔"

"ہم نے اس سلسلے میں بہت ہی خاص انتظامات کیے ہیں۔" شیخ صاحب بولے۔

"اور اب گماٹا وُہ سارے انتظامات ملیامیٹ کرنے آیا ہے، یہی بات ہے نا شیخ صاحب۔"

"ہاں۔ بالکل۔ سوال یہ ہے کہ ہم کیا کریں؟"

"میں نے کہا نا۔ لی کاف کو جیل سے نکال کر اس تک پہنچا دیں اور انہیں فرار ہو جانے دیں۔ اسی میں آپ لوگوں کی بہتری ہے۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"چاہے بعد میں وُہ دونوں ہمارے ہی مُلک کے خلاف کسی منصوبے پر عمل کیوں نہ شروع کر دیں۔"

"ہاں! وُہ بعد کی بات ہے۔ اس وقت صرف ایک لی کاف کے لیے پورے مُلک کو خطرے میں کیوں ڈالا جائے۔"

"اچھا۔ بہت بہت شکریہ مسٹر راجرپی۔ آپ کی دوستی پر ہمیں فخر ہے۔" آئی جی صاحب بولے، کیونکہ انسپکٹر جمشید نے گفتگو ختم کر دینے کا اشارہ کیا تھا۔

"شکریہ!" راجرپی نے کہا اور آلے میں سے سُوں سُوں کی آواز اُبھرنے لگی۔

آئی جی صاحب نے آلہ بند کیا اور ان کی طرف مُڑے:

"اس کا مطلب ہے۔ گماٹا نے جو کچھ کہا، درست ہی کہا ہے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"ہاں! اب تم نے کیا سوچا ہے۔" آئی جی صاحب بولے۔

"آپ کا فیصلہ کیا ہے؟"

"وہی۔ جو راجرپی کا ہے۔"

"اچھی بات ہے۔ تب پھر میں جیل کی طرف روانہ ہوتا ہوں، وہاں سے لی کاف کو لے کر پھر گماٹا کے پاس جاؤں گا اور اس کے بعد آپ کو حالات سے آگاہ کروں گا۔"

"شکریہ۔ میں تمہارا انتظار کروں گا۔ گویا یہ طے رہا کہ تم لی کاف کو گماٹا کے سپرد کر رہے ہو؟"

"جی ہاں، لیکن اگر آپ ایسا نہیں چاہتے تو میں یہ کام ہرگز نہیں کروں گا، نتائج خواہ کچھ بھی کیوں نہ ہوں۔"

"نہیں، میں کوئی خطرہ مول لینا پسند نہیں کروں گا۔ تم جاؤ، میں افسرانِ بالا کو حالات سے مطلع کرنا شروع کرتا ہوں۔"

"اوہ! کیا یہ بہتر نہیں ہو گا کہ ابھی آپ کچھ دیر تک ایسا نہ کریں، کیونکہ ہو سکتا ہے، کچھ افسرانِ بالا ہم سے اتفاق نہ کریں

اور لی کاف کو گماٹا کے حوالے کرنے کی مخالفت کریں۔"

"ہاں! اس کا بھی امکان ہے۔ چلو خیر۔ میں یہ کام ایک گھنٹے بعد شروع کر لوں گا۔ تم بے فکر رہو۔"

"اچھا سر۔ خدا حافظ۔" انھوں نے کہا، ہاتھ ملایا اور باہر نکل آئے۔ اب ان کی جیپ تیز رفتاری سے جیل کا رُخ کر رہی تھی۔

جیل سپرنٹنڈنٹ نے انھیں حیرت بھری نظروں سے دیکھا:

"خیر تو ہے جناب۔" وہ بولے۔

"لی کاف کو میرے حوالے کر دیں۔"

"آپ نے کیا کہا۔ لی کاف کو آپ کے حوالے کر دوں۔"

"جی ہاں۔" وہ بولے۔

"لیکن کس کے حکم سے؟"

"آئی جی شیخ نثار احمد کے حکم سے سمجھ لیں۔"

"سمجھ لوں۔ کیا مطلب؟" وہ چونک کر بولے۔

"مطلب یہ کہ اگرچہ ان کے حکم کی ضرورت نہیں۔ صرف میرا کہہ دینا ہی کافی ہے، لیکن اگر آپ مطمئن نہیں تو یہ ان کا بھی حکم ہے۔"

"لیکن۔ معاف کیجیے گا انسپکٹر صاحب۔ لی کاف کوئی معمولی مُجرم نہیں ہے۔" سپرنٹنڈنٹ جیل کہہ رہے تھے کہ انسپکٹر جمشید بول اُٹھے:

"تو میں کب کہہ رہا ہوں کہ معمولی مجرم ہے۔"

"آپ کو شاید معلوم نہیں۔ لی کاف کے بارے میں صدرِ مملکت کی ہدایات کیا ہیں۔" وہ منہ بنا کر بولے۔

"چلیے ان کی ہدایات بھی بتا دیں۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"یہ کہ ان کی اجازت کے بغیر لی کاف کو اس کی کوٹھڑی تک سے نہ نکالا جائے۔ جیل سے نکالنے کی بات تو بہت دُور کی ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ آپ ان سے فون پر بات کر لیں۔"

"میں بات کر لوں۔" وہ بولے۔

"ہاں۔ اس میں کیا حرج ہے۔ اور اگر آپ حرج سمجھتے ہیں تو لائیے۔ میں بات کیے لیتا ہوں۔" یہ کہہ کر انھوں نے فون اپنی طرف سرکایا اور نمبر گھمانے لگے۔ تین منٹ کی مسلسل کوشش کے بعد کہیں جا کر سلسلہ ملا۔ اور وہ بولے:

"ہیلو سر۔ انسپکٹر جمشید عرض کر رہا ہوں۔ جیل سے۔"

"خیر تو ہے جمشید۔ تم جیل کس طرح پہنچ گئے۔" دوسری طرف سے صدر صاحب نے ہنس کر کہا۔

"جی بس اتفاقات ہیں زمانے کے۔ بات دراصل یہ ہے کہ میں لی کاف کو جیل سے نکال کر کسی کے حوالے کرنا چاہتا ہوں۔"

"کسی کے حوالے۔ یہ کیا کہہ رہے ہو جمشید؟"

"اور جس کے حوالے کرنا ہے۔ اس کا نام گماٹا ہے۔ گماٹا اس

وقت شہر سے باہر ایک محفوظ مقام پر موجود ہے۔ ہاں، اگر لی کاف کو اس کے حوالے نہ کیا گیا تو حالات اس قدر خراب ہو جائیں گے کہ ہم سوچ بھی نہیں سکتے۔"

"ٹھیک ہے۔ ریسیور ایس پی کو دو۔ لیکن مجھے فون کرنے کی کیا ضرورت تھی، تم تو اپنا خصوصی اجازت نامہ استعمال کر سکتے تھے۔" صدر صاحب حیران ہو کر بولے۔

"جی ہاں۔ کر سکتا تھا۔ لیکن ادھر لی کاف کے بارے میں آپ نے بھی ہدایات دے رکھی تھیں۔"

"اوہ ہاں۔ یہ بھی ٹھیک ہے۔ خیر۔ بات کراؤ۔"

جلد ہی ایس پی جیل نے تھکے تھکے انداز میں ریسیور رکھ دیا اور بولے:

"پتا نہیں۔ آپ کیا چیز ہیں۔ جو چاہتے ہیں کر گزرتے ہیں۔ کوئی آپ کو روکنے والا نہیں۔"

"لیکن اپنے لیے نہیں کرتا، ملک اور قوم کے لیے کرتا ہوں۔"

"ہوں۔ لیکن لی کاف کو جیل سے نکالنا تو بہت خطرناک ہو سکتا ہے؟"

"یہ تو ہے۔ خیر۔ آپ ڈاکٹر کو بلوا لیں، وہ کوٹھڑی کے اندر ہی لی کاف کو بے ہوش کر دیں گے۔ کلوروفارم وغیرہ سے۔ اس کے بعد میں اسے لے جا سکوں گا۔"

ایسا ہی کیا گیا۔ آدھ گھنٹے کے بعد لی کاف ان کی جیپ کی پچھلی سیٹ پر سفر کر رہا تھا اور مکمل طور پر بے ہوش تھا۔ انھیں لی کاف کی گرفتاری کے واقعات ایک ایک کر کے یاد آ رہے تھے۔ ان سب نے مل کر اس پر کتنی مشکل سے قابو پایا تھا۔ ایسے میں انھیں شوکی یاد آ گیا۔ شوکی۔ جس نے عین وقت پر اینٹ لا کر دی تھی۔

ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیلنے لگی۔

ہوشیار دشمن

"ٹھیک دو گھنٹے کے بعد انسپکٹر جمشید کی جیپ جنگل والے مکان کے سامنے آ کر رکی۔ اس میں سے انسپکٹر جمشید اترے۔ انھوں نے جیپ کا پچھلا حصہ کھولا۔ وہاں لی کاف بے سدھ پڑا تھا۔ انھوں نے اسے جوں کا توں چھوڑا اور خود عمارت کے دروازے کی طرف بڑھے۔ دستک دینے کی دیر تھی کہ دروازہ کھل گیا اور گماٹا کا مسکراتا چہرہ نظر آیا:

"تو تم لی کاف کو لے آئے۔"

انھوں نے جیپ کے پچھلے حصے کی طرف اشارہ کر دیا۔ گماٹا نے تالی بجائی۔ فوراً ہی درختوں پر سے چار آدمی اترتے نظر آئے۔

"مسٹر لی کاف کو سہارا دے کر اندر لے چلو۔ انھیں ضرور بے ہوش کر کے لایا گیا ہے۔"

"او کے سر!" ایک نے کہا۔

انھوں نے لی کاف کو باہر نکالا اور اندر لے چلے۔ وہ ابھی تک مکمل طور پر بے ہوش تھا، ان کے ساتھ ہی انسپکٹر جمشید اندر داخل ہو گئے۔

"معزز مہمان کو آرام سے بٹھا دو اور اس وقت تک انھیں سہارا دیے رہو، جب تک یہ ہوش میں نہ آ جائیں۔" یہ کہہ کر وہ انسپکٹر جمشید کی طرف مڑا:

"انسپکٹر جمشید! تم نے اپنا وعدہ پورا کیا اور ساتھ میں فوج اور پولیس کو لے کر بھی نہیں آئے۔ لہٰذا اپنے تینوں بچوں کو لے کر جا سکتے ہو۔ میں لی کاف کے ہوش میں آنے کے بعد یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا۔"

"شکریہ!" انسپکٹر جمشید کے منہ سے کھوئے کھوئے انداز میں نکلا۔

"شاید تم اپنی شکست پر افسردہ ہو۔ خیر کوئی بات نہیں، تمھاری افسردگی جلد ختم ہو جائے گی۔"

"ہمارے بارے میں کیا حکم ہے جناب!" گوگی نے زبان کھولی۔

"تم۔ ہاں۔ تم بھی ان لوگوں کے ساتھ جا سکتے ہو۔ اب میرا یہاں کام ختم ہو گیا۔ لہٰذا تم سے کام لینے کا کام بھی ختم۔" گماٹا بولا۔

"شکریہ جناب!" چینی چیلے نے خوش ہو کر کہا۔

وہ مکان سے باہر نکل کر جیپ کی طرف بڑھے:

"کیا آپ ہمیں بھی ساتھ لے جانا پسند کریں گے؟"

"کیوں نہیں۔ تم لوگوں کو تو یوں بھی جیل میں بھیجنا ہے۔" فاروق نے جل کر کہا۔

"ارے باپ رے۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"کیا تم لوگوں کی چیزیں نہیں اچکتے رہے۔ اور کیا قانون اس کی اجازت دیتا ہے۔"

"ہم۔ ہم صرف دولت مندوں پر ہاتھ صاف کرتے رہے ہیں۔"

"قانوناً یہ بھی جرم ہے۔" محمود نے کہا۔

انسپکٹر جمشید اس وقت تک جیپ میں سوار ہو چکے تھے۔ گوگی اور چینی بلا ابھی تک نیچے کھڑے ہچکچا رہے تھے۔

"بھئی سوچ کیا رہے ہو۔ آ جاؤ۔" فاروق مسکرایا۔

"کیا خیال ہے گوگی۔ بھاگ چلیں یا ان کے ساتھ جا کر سلاخوں کے پیچھے چلے جائیں؟"

"بھئی۔ میں اب اس زندگی سے تنگ آ گیا ہوں۔ لہٰذا میں نے یہی فیصلہ کیا ہے کہ جیل کاٹ کر اپنی بقیہ زندگی آرام اور سکون سے گزاری جائے۔"

"تو پھر چلو۔ جیل چلیں۔ لی کاف کے بدلے میں انسپکٹر صاحب

ہمیں جیل کے حوالے کر دیں گے۔" چینی بلے نے کہا۔

وہ بھی ان کے ساتھ بیٹھ گئے۔ جیپ چل پڑی:

"ابا جان بہت خاموش ہیں۔"

"خاموش کیوں نہ ہوں، اس قدر زبردست شکست ہم نے بھلا کب کھائی ہو گی۔"

"لیکن خاموش ہونے کا کیا فائدہ؟"

"شکست کا اثر ذہن سے رفتہ رفتہ ہی دور ہو سکتا ہے۔"

"اچھا۔ اللہ مالک ہے۔"

جیپ میں خاموشی چھا گئی۔ ہر کوئی سوچ میں گم ہو گیا، وہ سوچ رہے تھے۔ گماٹا کتنی آسانی سے لی کاف کو لے گیا۔ کیا انھیں مستقبل قریب میں گماٹا سے ٹکرانا ہو گا۔ آخر اسے لی کاف کو آزاد کرانے کی ایسی کیا ضرورت آ پڑی تھی۔

انھی سوچوں کے دوران انھوں نے جیپ کی رفتار آہستہ ہوتے محسوس کی۔ چونک کر باہر دیکھا تو ایک سنسان سے مقام پر جیپ کو رکتے پایا۔ پرانی طرز کی ایک عمارت سامنے نظر آئی:

"ارے۔ یہ آپ ہمیں کہاں لے آئے؟"

"آؤ۔" انھوں نے کہا اور جیپ سے اتر کر عمارت کی طرف بڑھے۔

محمود، فاروق اور فرزانہ کا مارے حیرت کے برا حال تھا۔ ان

کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا، ان کا خیال تو یہ تھا کہ ان کے والد سیدھے گھر جائیں گے اور گھر جا کر پولیس اسٹیشن فون کرکے گوگی اور چینی بلّے کو پولیس کے حوالے کریں گے اور پھر آئی جی صاحب کو حالات سے باخبر کریں گے، لیکن وہ تو انھیں یہاں سنسان مقام پر لے آئے تھے۔

"آخر کچھ بتائیے بھی تو۔"

انھوں نے اب بھی کوئی جواب نہ دیا۔ اس وقت تک عمارت کے دروازے پر لگا تالا کھل چکا تھا۔ وہ اندر داخل ہوگئے، ایک کمرے میں داخل ہوتے ہی وہ چونک اُٹھے۔ ان کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں۔ فرش پر بے ہوش پڑے آدمی پر ان کی نظریں جم گئیں۔

"یہ۔ یہ ہم کیا دیکھ رہے ہیں۔"

"تمھاری آنکھوں کو دھوکا نہیں ہو رہا۔" اُنھوں نے مُسکرا کر کہا۔

"اوہ۔ آپ کی آواز۔ آواز کو کیا ہوا؟" محمود چونک کر بولا، پھر تو وہ بُری طرح اچھلا۔ فاروق اور فرزانہ بھی کم حیران نہیں تھے۔

"ہاں! میں اکرام ہوں۔ فرش پر لی کاف بے ہوش پڑا ہے۔ اور گماٹا لی کاف کے روپ میں دراصل انسپکٹر صاحب کو لے گیا ہے۔"

"ارے باپ رے۔" محمود دھک سے رہ گیا۔

"اور یہ سب کچھ ابا جان کے پروگرام کے مطابق ہوا ہے۔" فاروق بولا۔

"ہاں بالکل۔ یہ انھی کی سکیم تھی۔"

"اور بہت خوفناک سکیم تھی۔ ہمارے لیے کیا ہدایات دے گئے ہیں؟"

"کچھ بھی نہیں۔ یہاں بھی میں تم لوگوں کو اپنی مرضی سے لایا ہوں۔"

"گویا اب ہمیں مسٹر لی کاف کو پھر جیل پہنچانا ہوگا، لیکن نہیں، ابا جان سخت خطرے میں ہیں۔ لی کاف جائے بھاڑ میں، ہمیں تو ان کے لیے کچھ کرنا ہوگا۔" محمود جلدی جلدی بولا۔

"بالکل۔ ہدایات نہ دینے کا یہی مطلب ہے کہ ہم اپنی سمجھ سے کام لے سکتے ہیں۔ آؤ چلیں۔" فرزانہ تیزی سے دروازے کی طرف مڑی۔

"ایک منٹ۔ مم۔ میں لی کاف کا کیا کروں۔"

"یہ عمارت باہر سے بند کرکے دفتر چلے جائیں اور وہاں سے اپنے ماتحت لے آئیں، ساتھ میں بہت سا کلوروفارم بھی لیتے آئیے گا، تاکہ وقتاً فوقتاً اسے سنگھاتے رہیں اور یہ حضرت بس بے ہوش ہی رہیں، جیل کی کوٹھڑی میں پہنچنے سے پہلے انھیں ہوش

نہیں آنا چاہیے۔"

"مم۔ مجھے تو اس شخص سے بے ہوشی کی حالت میں بھی خوف آتا ہے۔"

"ہوں! خیر۔ آپ ہمارے ساتھ ہی مکان سے نکل آئیں اور اسے باہر سے بند کر دیں۔ اُف خدا۔ ہمارے پاس وقت بہت کم ہے۔ گماٹا کہیں انھیں لے کر چل نہ دے۔" محمود نے پریشان آواز میں کہا۔

وُہ جلدی جلدی باہر نکلے اور پھر عمارت کے بیرونی دروازے پر تالا لگا کر واپس روانہ ہوئے۔ اکرام کو اس جگہ اتار دیا گیا، جہاں سے انھیں جنگل والے مکان کی طرف مڑنا تھا۔ اب جیپ محمود چلا رہا تھا اور اس کی رفتار آندھی اور طوفان کی سی تھی۔

"آخر ابا جان نے ایسا کیوں کیا؟"

"ان کی وہی جانیں۔ اتنا ضرور ہے۔ انھوں نے لی کاف کو چھڑا لے جانے کی کوششوں پر پانی پھیر دیا ہے۔ گماٹا جو سوچ کر آیا تھا۔ وہ نہیں ہو سکا۔ کیا یہ کم کامیابی ہے۔"

"حیرت تو اس بات پر ہے کہ انھوں نے اپنے اُوپر لی کاف کا میک اپ کس طرح کر لیا۔"

"وُہ اس کام کے ماہر ہیں۔ اس میں حیرت کی کیا بات ہے۔"

"ہوں! سوال یہ ہے کہ ہم گماٹا کے مقابلے میں کیا کر سکیں گے، جب کہ پہلے ہی بے بس ہو چکے ہیں۔"

"اس وقت حالات اور تھے۔ اب اور۔ گماٹا کے ذہن میں اب صرف یہ بات ہو گی کہ اس نے لی کاف کو رہا کرا لیا ہے، لہٰذا اب واپس چلا جائے۔ وہ اپنے آدمیوں کو اور چیزوں کو سمیٹ رہا ہو گا۔ اسے بھولے سے بھی خیال نہیں آئے گا کہ ہم لوٹ کر بھی آ سکتے ہیں۔ لہٰذا ایسے میں ہم کوئی نہ کوئی کام دکھا ہی سکیں گے۔"

"انشاء اللہ۔" فرزانہ نے فوراً کہا۔

جیپ انھوں نے جنگل والے مکان سے کچھ فاصلے پر ہی روک لی۔ اور اس سے اُتر کر درختوں کی آڑ لیتے ہوئے تیزی سے آگے بڑھنے لگے۔ ایک دو مرتبہ درختوں کی طرف بھی دیکھا، لیکن وہاں گماٹا کے ساتھیوں کی موجودگی کے کوئی آثار نظر نہیں آئے۔

"کہیں گماٹا چلا تو نہیں گیا۔" فرزانہ بڑبڑائی۔

"مکان کے اندر پہنچنے پر ہی معلوم ہو سکتا ہے۔" فاروق نے کہا۔

آخر تینوں دروازے پر پہنچ گئے۔ ہر طرف ہُو کا عالم طاری تھا۔ محمود نے دروازے کو دھکیلا تو وُہ کھل گیا۔

"آؤ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ وُہ لوگ جا چکے ہیں۔"

تینوں کمرے میں داخل ہوتے ہی ٹھٹک کر رُک گئے۔ ایک مرد اور ایک عورت کمرے کے فرش پر آلتی پالتی مارے بیٹھے تھے، ان کے سامنے نوٹوں کا ایک چھوٹا سا ڈھیر لگا تھا اور وہ دونوں جوش و خروش کے عالم میں نوٹ گن رہے تھے۔ ابھی تک ان دونوں کو ان کی آمد کا احساس نہیں ہوا تھا۔ دونوں کا حُلیہ دیہاتیوں جیسا تھا۔ آخر محمود نے پاؤں مار کر دھمک پیدا کی۔ دونوں بُری طرح اُچھلے، ان کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا، لیکن پھر ان کی طرف دیکھ کر قدرے اطمینان ہُوا:

"تم لوگ کون ہو؟" محمود بولا۔

"ہم۔ ہم اس مکان کے مالک ہیں۔"

"کچھ دیر پہلے مکان میں جو لوگ موجود تھے، وُہ کہاں ہیں؟"

"جا چکے ہیں۔ ہمارا یہ مکان انھوں نے ہی کچھ دنوں کے لیے کرائے پر لیا تھا۔ دیکھو۔ انھوں نے کتنا ڈھیر سارا کرایہ ہمیں دیا ہے۔ اب ہمیں سال بھر کوئی کام کرنے کی ضرورت نہیں۔" مرد نے خوش ہو کر کہا۔

"وُہ کس طرف گئے ہیں؟"

"ہمیں کیا معلوم۔ یہاں سے تو سڑک کی طرف ہی گئے تھے۔" عورت نے کہا۔

"ہوں۔ آؤ بھئی چلیں۔ اب یہ معاملہ لمبا ہو گیا ہے۔ ہمیں

لانچ لے کر نکلنا ہو گا۔" محمود کا لہجہ فکر میں ڈوبا ہوا تھا۔

جیپ لے کر وُہ شہری حدود میں داخل ہوئے۔ وہاں سے آئی جی صاحب کو فون پر حالات سُنائے اور اپنا پروگرام بتایا۔

"تو پھر سمندر میں لانچوں کا جال کیوں نہ پھیلا دیا جائے۔" شیخ صاحب بولے۔

"جی نہیں۔ اس طرح گمنام فائدہ اٹھانے میں کامیاب ہو جائے گا۔ آپ ہمارے لیے ایک طاقت ور ترین لانچ کا بندوبست کر دیں، جو آبدوز بھی ہو۔ اس کے بعد ہم خود ہی دیکھ لیں گے۔"

"بھئی دیکھ لو۔ یہ مہم اس قدر آسان نظر نہیں آتی۔"

"تو پھر چلیں اجازت دیں۔ ہم انکل خان رحمان اور انکل اکرام کو ساتھ لے لیں، لیکن ایسا کرنے میں وقت ضائع ہو گا۔"

"خیر۔ میں یُوں کرتا ہوں کہ ایک لانچ تمھارے لیے ساحل پر بھیج رہا ہوں۔ خان رحمان اور اکرام دوسری لانچ میں آ جائیں گے۔"

"یہ بہت مناسب رہے گا۔" محمود نے خوش ہو کر کہا۔

آئی جی صاحب نے ریسیور رکھ دیا تو محمود بھی باہر نکلا۔ اب ان کا رُخ ساحلِ سمندر کی طرف تھا۔ لانچ انھیں بالکل تیار ملی۔

"ویران ساحل کی طرف نکل چلیے۔ اور وہاں سے سیدھے ہمارے

دشمن ملک کا رُخ کرنا ہے۔"

"بہت بہتر!" لانچ ڈرائیور نے کہا اور لانچ تیر کی طرح آگے بڑھی۔

"کم از کم پندرہ منٹ بعد انکل خان رحمان اور انکل اکرام ساحل پر پہنچیں گے۔"

"ہوں — خیر دیکھا جائے گا — مسٹر ڈرائیور — لانچ پر دُور بین کا انتظام تو ہوگا؟"

"جی ہاں — کیوں نہیں — بہت طاقت ور دُور بین اس پر نصب ہے — بٹن دبانے پر دہانے پر اُبھر آئے گی۔"

"تو ذرا بٹن دبا دیں۔" محمود بولا۔

تینوں لانچ کے دہانے پر آ کر کھڑے ہو گئے اور دُور بین سے چاروں طرف کا جائزہ لینے لگے۔

"اس میں ایسے آلات بھی ہیں — جن کی مدد سے سمندر میں آگے جانے والی لانچوں یا جہازوں کا سُراغ لگایا جا سکے۔" ڈرائیور کی آواز سُنائی دی۔

"بھئی واہ — اس سے بہتر بات بھلا کیا ہو گی — ان آلات کو بھی آن کر دیں — اور جونہی کوئی بات معلوم ہو — ہمیں بتا دیں۔"

"اچھی بات ہے۔"

سمندر میں ان کا سفر جاری تھا — ٹھیک بیس منٹ بعد ڈرائیور بولا:

"ایک لانچ ہم سے بہت پیچھے آ رہی ہے۔"

"اس میں تو خیر ہمارے ہی ساتھی ہوں گے — کیا وہ ہم تک پہنچ جائے گی؟"

"جب تک میں رفتار کم نہیں کروں گا — اس وقت تک نہیں پہنچ سکے گی۔"

"تب پھر رفتار کم نہ کریں، کیونکہ اصل مسئلہ آگے جانے والی لانچ کا ہے۔" محمود بے چین ہو کر بولا۔

"لیکن محمود — یہ بھی تو ہو سکتا ہے — گماٹا کسی اور ذریعے سے فرار ہوا ہو۔" فاروق نے کہا۔

"نہیں — اور ذریعوں سے فرار ہونا خطرناک ہوتا ہے — ایسے موقعوں پر سمندر کا راستہ ہی مناسب رہتا ہے۔" محمود نے پُرزور لہجے میں کہا۔

"یہ لیجیے — لانچ کے آلات اب آگے ایک لانچ کا پتا دے رہے ہیں۔" ڈرائیور کی آواز اُبھری۔

"بہت خوب — یہ ہوئی نا بات۔" فرزانہ خوش ہو کر بولی۔

"کیا رفتار اس سے تیز نہیں کی جا سکتی؟"

"نہیں — اس وقت بھی لانچ خطرناک حد تک تیز رفتاری سے

جا رہی ہے۔" ڈرائیور نے جواب دیا۔

" اور آگے جانے والی لانچ کی رفتار کتنی ہے؟"

" بہت تیز ہے، لیکن ہم سے کم۔"

" اس کا مطلب ہے۔ ہم اسے جا لیں گے۔"

" ہاں، لیکن اتنی جلدی نہیں۔ اس میں کچھ وقت لگے گا۔"

ان کا سفر جاری رہا۔ ایک گھنٹے بعد آگے جانے والی لانچ کی جھلک دکھائی دی۔ ساتھ ہی ڈرائیور کی پیشانی پر بل پڑ گئے:

" ہم اس تک پہنچ تو گئے ہیں، لیکن اب سمندری حدود ہمارے ملک کی نہیں رہیں۔ ہم دشمن ملک کی حدود میں داخل ہو رہے ہیں، اب کیا کیا جائے؟"

" تعاقب جاری رکھا جائے۔"

" اگر ہم گرفتار ہو گئے تو جاسوسی کے الزام میں موت کی سزا سے کم کے حق دار نہیں ہوں گے۔"

" اگر آپ کو خوف محسوس ہو رہا ہے تو آپ واپس چلے جائیں۔" فرزانہ نے تنک کر کہا۔

" واپس چلا جاؤں، لیکن کس طرح؟" ڈرائیور بولا۔

" دوسری لانچ۔ جو پیچھے آ رہی ہے۔ اس پر بیٹھ کر۔ ویسے کیا آپ ملک کے وفادار نہیں ہیں۔" فاروق جل کر بولا۔

" یہ آپ نے کیا کہا۔ بھلا میں ملک کا وفادار کیوں نہیں ہوں گا۔"

" تو پھر قوم اور ملک سے وفاداری کا ثبوت بھی دیں۔ آپ تو موت کے خوف کا شکار ہو گئے۔ موت تو ایک دن آ کر رہے گی۔"

" آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟"

" اللہ کا نام لے کر بڑھتے رہیں۔ ہم اگر دشمن ملک کی سرحد میں داخل ہو رہے ہیں تو کیا ہوا۔ یہ لوگ بھی تو ہمارے ملک کی سرحد میں ہی نہیں۔ دارالحکومت تک ہو آئے ہیں۔"

" ہوں۔ آپ ٹھیک کہتے ہیں۔"

" ویسے یہ حدود کون سے ملک کی ہیں؟"

" دنیا کے دو بڑے ملکوں میں سے ایک ملک ونٹاس کی۔"

" پروا نہ کریں۔ دیکھ لیں گے ہم ونٹاس پنٹاس کو۔" فاروق نے منہ بنایا۔

" یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ دنیا کے سب سے بڑے ملک کو آپ تنہا کس طرح دیکھ لیں گے۔" اس نے حیران ہو کر کہا۔

" بھئی آنکھوں سے اور کس طرح۔" فاروق نے منہ بنایا۔ اور ڈرائیور نے اس سے بھی برا منہ بنایا۔

اچانک فائر کی آواز گونجی۔ اور یہ کسی رائفل کا فائر نہیں تھا۔

کسی توپ سے کیا گیا تھا۔ ڈرائیور نے اگر بروقت لانچ کو لہرا نہ دیا ہوتا تو وُہ تو گئے تھے کام سے۔ عین اسی وقت ایک اور گولا لانچ کی طرف آیا۔ اور اس مرتبہ ڈرائیور کی مہارت بھی کام نہ آئی۔ گولا لانچ پر آ کر لگا۔ دوسرے ہی لمحے ایک خوفناک دھماکا ہوا اور لانچ ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ وہ پانی میں گرے اور تیرنے لگے۔

"انکل خان رحمان کی لانچ کی طرف چلو۔" محمود چلایا۔

وہ پیچھے کی طرف تیرنے لگے۔ اس وقت ایک اور گولا ان کے سروں پر آ کر گرا۔ وُہ ڈبکی لگا گئے۔

"موت ہم پر جھپٹ رہی ہے۔ جس قدر تیز تیر سکتے ہو، تیرتے رہو۔" محمود نے سر اُبھار کر کہا۔ لانچ کے ٹکڑے سیکڑوں کی تعداد میں پانی میں اِدھر اُدھر بکھر گئے تھے۔ اور تیرتے نظر آ رہے تھے۔

ٹھیک پندرہ منٹ بعد دوسری طرف سے لانچ آتی نظر آئی۔

"اُف خدا۔ انکل کی لانچ بھی خطرے کی زد میں آ گئی۔ اگر دشمنوں نے اسے بھی تباہ کر دیا تو کیا ہوگا۔"

"وہی ہوگا جو خدا کو منظور ہوگا۔ حیرت تو یہ ہے۔ کیا ان لوگوں کو ابھی ہماری لانچ کے تباہ ہونے کی اطلاع نہیں ملی۔ انہیں فاصلے پر رہنا چاہیے۔"

"دھماکوں کی آواز ان تک ضرور پہنچی ہو گی۔ ڈرائیور کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہو گی کہ وُہ لانچ کو کتنے فاصلے تک لا سکتا ہے، لیکن اس وقت ان کے لیے مسئلہ ہماری زندگیاں بچانے کا ہے۔ اور وہ ہماری خاطر خطرہ مول رہے ہیں۔"

"ہوں۔ خیر۔ لانچ کی طرف بڑھتے رہو۔"

اور پھر وہ لانچ کے نزدیک پہنچ گئے۔ عرشے پر انہیں انکل خان رحمان اور انکل اکرام کھڑے نظر آ گئے۔ انھوں نے بے تحاشہ انداز میں ہاتھ ہلانا شروع کر دیے۔ ادھر خان رحمان اور اکرام نے ہاتھ ہلائے۔ یہاں تک کہ وُہ ان کی لانچ کے بالکل نزدیک پہنچ گئے۔ دونوں انہیں اوپر چڑھانے لگے۔ ڈرائیور کو بھی چڑھا لیا گیا۔

"کیا آپ نے ہماری لانچ کو تباہ ہوتے ہوئے دیکھا تھا؟" فاروق نے کہا۔

"نہیں۔ دھماکا ضرور سُنا تھا اور جان گئے تھے کہ دو میں سے ایک لانچ ضرور تباہ ہو چکی ہے۔"

"ہوں۔ آخر ہم نے اس مہم میں آپ کو بھی شامل کر ہی لیا۔" محمود مسکرایا۔

"اچھا ہی کیا۔ اب لانچ کے اندرونی حصے میں آ جاؤ۔ ہم غوطہ لگا کر اگلی لانچ تک پہنچیں گے۔"

"دشمنوں کی لانچ کہیں تارپیڈو کا استعمال نہ شروع کر دے۔"

"اب جو بھی ہے۔ ہم رُک تو سکتے نہیں۔ آخر یہ جمشید کی زندگی اور موت کا معاملہ ہے۔" خان رحمان بولے۔

جلد ہی لانچ آبدوز بن چکی تھی اور پانی کے نیچے سفر کر رہی تھی، اور کافی گہرائی میں جا رہی تھی۔

"ہمیں نیچے ہی نیچے سفر کرتے ہوئے اس سے آگے نکل جانا چاہیے۔" فرزانہ نے کہا۔

"ہاں! یہ ٹھیک رہے گا۔" فاروق فوراً بولا۔

"مشکل یہ ہے کہ ہم ان کی لانچ پر گولاباری نہیں کر سکتے، کیونکہ اس میں جمشید موجود ہے۔ اور وہ ہماری لانچ کو بغیر کسی جھجک کے تباہ کر سکتے ہیں۔" خان رحمان بولے۔

"آپ کا مطلب ہے۔ ہم جونہی اس سے آگے نکل کر سطح پر اُبھریں گے، وہ توپ داغ دیں گے۔" محمود نے پریشان ہو کر کہا۔

"ہاں! میں یہی کہنا چاہتا ہوں۔"

"تب پھر ہم کیا کریں۔ ہم کیا کر سکتے ہیں۔" فرزانہ نے حسرت زدہ لہجے میں کہا۔

"تم ہی بتاؤ۔ کیا ترکیبیں بتانے والا دماغ آج گھر رہ گیا ہے۔" فاروق جل کر بولا۔

"ہاں۔ مجھے ہی بتانا ہوگا۔" اس نے سوچ میں گم لہجے میں کہا، پھر چونک کر بولی:

"انکل۔ اب ایک ہی صورت ہے۔"

"اور وہ کیا؟"

"یہ کہ اوپر والی لانچ کے بالکل نیچے پہنچ کر ہمیں لانچ سے باہر نکال دیا جائے۔"

"باہر نکال دیا جائے۔ یہ کس طرح ممکن ہے۔" خان رحمان نے حیران ہو کر کہا۔

"عین ممکن ہے انکل۔ اس لانچ کے بالکل نزدیک ہم سطح پر ابھر سکتے ہیں، کیونکہ اس جگہ ہم پر گولا باری نہیں کی جا سکتی۔" فرزانہ بولی۔

"اوہ ہاں۔ یہ بات بھی ٹھیک ہے۔ خیر۔ یونہی سہی۔" خان رحمان نے کہا اور ڈرائیور کو ہدایات دیں۔ اب پہلا ڈرائیور بھی اس کے ساتھ بیٹھا تھا۔ ہدایات سُن کر انھوں نے سر ہلایا۔ گویا یہ مشورہ انھیں بھی پسند آیا تھا۔

ٹھیک دس منٹ بعد لانچ نے اوپر اٹھنا شروع کیا اور پانی کی سطح پر انھیں دوسری لانچ نظر آنے لگی۔ ان پانچوں نے لانچ سے چھلانگیں لگانے کی تیاری شروع کر دی۔

دو منٹ بعد وہ لانچ سے چھلانگیں لگا رہے تھے۔

ساتھ ہی ان کے آس پاس پانی میں گولیاں برسنے لگیں - مجبوراً
وُہ غوطہ لگا گئے -

دُشمن پوری طرح ہوشیار تھا اور ان کی کوئی پیش جانے
نہیں دینا چاہتا تھا ___

جزیرہ

گماٹا فکر مندانہ نظروں سے لی کاف کے روپ میں بستر پر لیٹے انسپکٹر جمشید کو دیکھ رہا تھا :

" نہ جانے کتنا کلوروفارم سُنگھا دیا ان لوگوں نے :" وُہ بڑبڑایا۔

" کیا آپ چاہتے ہیں کہ یہ جلد ہوش میں آجائے ؟" قریب کھڑے ایک کارکن نے کہا۔

" ہاں ۔ میں چاہتا تھا ، وقت ضائع نہ ہو اور میں منصوبے کی تفصیلات مسٹر لی کاف کو بتا دوں :" گماٹا نے کہا۔

" ادھر ایک لانچ تباہ کر دی گئی اور دوسری کو تباہ کرنے کی تیاری ہو رہی ہے ۔ ابھی تک وُہ زد پر نہیں آئی ۔ بس زد پر آنے کی دیر ہے ، پھر ہمیں کسی رکاوٹ کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا ۔"

" لیکن سر ___ مشکل یہ ہے کہ دوسری لانچ پانی میں اُتر گئی ہے اور ہماری نظروں سے اوجھل ہو چکی ہے ۔"

"پروا نہیں — آخر کو ابھرے گی۔ اور جونہی ابھرے گی — اسے نشانہ بنا دیا جائے گا۔"

کیبن کا دروازہ کھلا اور ایک مسلح آدمی اندر داخل ہوا:

"کیا بات ہے؟" گماٹا نے منہ بنایا۔

"لانچ ڈرائیور کا کہنا ہے — دوسری لانچ ہمارے بالکل نیچے پہنچ چکی ہے اور اوپر اٹھ رہی ہے۔"

"پھر۔ میں کیا کروں؟" گماٹا نے جھنجلا کر کہا۔

"اس کا اس طرح اوپر اٹھنا خطرناک ہے۔ اس پوزیشن میں ہم اس پر حملہ نہیں کر سکتے۔"

"تو کیا ہوا۔ جب وہ اوپر آجائے گی تو حملہ کر دیں گے۔"

"لیکن۔ جہاں تک میرا خیال ہے۔ وہ لانچ کو اوپر نہیں لائیں گے۔" رائفل بردار بولا:

"نہیں لائیں گے تو پھر ہمارے لیے خطرناک کس طرح ثابت ہو سکتے ہیں۔"

"ابھی تک ہم یہ اندازہ نہیں لگا سکے۔" اس نے الجھن کے عالم میں کہا۔

"تو جب اندازہ لگا چکو۔ اس وقت آنا۔ اب جاؤ — مجھے اپنا کام کرنے دو۔" اس نے ہاتھ سے اسے جانے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اس کے نکلنے کے بعد گماٹا بستر کی طرف بڑھا اور انسپکٹر

جمشید کے کندھے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا:

"اٹھیے مسٹر لی کاف — آخر کب تک بے ہوش رہیں گے — سمندر میں ہمارا سفر ختم ہونے والا ہے۔ اس سے پہلے میں آپ سے چند باتیں کرنا چاہتا تھا۔"

انسپکٹر جمشید نے بھی اب اور بے ہوش رہنا مناسب نہ سمجھا، اور آنکھیں کھول دیں — انہیں بس یہی ڈر تھا کہ گماٹا ان کی بڑی آنکھوں کو دیکھ کر ہوشیار نہ ہو جائے، کیونکہ لی کاف کی آنکھیں بہت چھوٹی تھیں۔ اب تک وہ بے ہوش بنے رہے تھے۔

"اوہ۔ تو آپ ہوش میں آ گئے۔"

انسپکٹر جمشید نے کوئی جواب نہ دیا۔ حیرت بھری نظروں سے گماٹا کی طرف دیکھتے رہے۔ چند مرتبہ پلکیں جھپکائیں اور پھر حیرت زدہ انداز میں بولے:

"مم۔ میں کہاں ہوں۔ میں تو جیل میں تھا۔"

"ہاں۔ آپ جیل میں تھے۔ وہاں سے میں آپ کو نکال لایا۔"

"لیکن آپ ہیں کون اور مجھے کس لیے نکال لائے ہیں۔"

"مجھے گماٹا کہتے ہیں۔ آپ لی کاف ہیں — مجھے اچھی طرح جانتے ہیں نا۔"

"اوہو۔ تو آپ مسٹر گماٹا ہیں۔" انھوں نے چونک کر کہا۔

"ہاں۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ کیا میں آپ کو تفصیل سناؤں؟" گماٹا بولا۔

"تفصیل۔ کس بات کی؟" وہ حیران ہو کر بولے۔

"جیل سے رہائی کی۔ یہ کہ میں کیا منصوبہ بنا کر لایا۔"

"ضرور ضرور۔ مجھے سن کر بہت خوشی ہو گی۔"

"تو پھر سنیے۔" گماٹا نے کہا اور پوری تفصیل سنا دی۔ پھر ایک لمحے کے لیے رک کر بولا:

"اور میں اپنے منصوبے میں سو فیصد کامیاب رہا۔"

"یعنی آپ مجھے رہا کرانے میں کامیاب ہو گئے۔" وہ بولے۔

"نہیں۔ یہ بات نہیں۔" گماٹا نے ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ بات نہیں۔ تو پھر کیا بات ہے؟"

"میرا منصوبہ دراصل کچھ اور تھا۔ مجھے حکم کچھ اور ملا تھا۔"

"کیا مطلب۔ کیا منصوبہ تھا۔ کیا حکم ملا تھا؟"

"مجھے دراصل یہ ملا تھا کہ انسپکٹر جمشید کو اغوا کر لاؤں۔ اور میں اپنے منصوبے میں سو فیصد کامیاب ہو گیا ہوں۔ مطلب یہ کہ انسپکٹر جمشید کو اغوا کر لے جا رہا ہوں۔"

"کیا!!!" انسپکٹر جمشید کے منہ سے نکلا۔

ان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ چند لمحے تک گماٹا ان

کی طرف مذاق اڑانے والے انداز میں دیکھتا رہا، پھر بولا:

"ہاں مسٹر جمشید۔ میں نے حالات کا جائزہ لیا تو یہ بات معلوم ہوئی کہ لی کاف تمہارے ملک کے دارالحکومت کی جیل میں بند ہے۔ چنانچہ میں نے منصوبہ بنایا کہ لی کاف کو آزاد کرانے کی آڑ میں تمہیں اغوا کیا جائے۔ میں جانتا تھا۔ جب میں تمہیں لی کاف کو لانے کے لیے بھیجوں گا۔ تو تم اس کی جگہ خود اس کے میک اپ میں آنا پسند کرو گے۔ کم از کم اسے تو میرے حوالے ہرگز نہیں کرو گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ تم میری امیدوں پر بالکل پورے اترے۔ اور وہی ہوا جو میں نے سوچا تھا۔ ذرا اپنے چاروں طرف دیکھ لو۔ معلوم ہو جائے گا کہ مجھے پہلے سے ہی یہ بات معلوم تھی یا نہیں۔ تم اس وقت تک ایک منٹ کے لیے بھی بے ہوش نہیں رہے ہو۔ ہماری باتیں سنتے رہے ہو۔ لہذا تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ میں نے اپنے آدمیوں کو ایسی ہدایات اچانک نہیں دی تھیں۔" وہ روانی کے عالم میں کہتا چلا گیا۔

انسپکٹر جمشید نے چاروں طرف دیکھا۔ پستول ان کی طرف اٹھے ہوئے تھے اور وہ ذرا بھی حرکت کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھے۔ یہ دیکھ کر ان کے چہرے پر مسکراہٹ رینگ گئی۔ انھوں نے پرسکون آواز میں کہا:

"واقعی۔ تم مجھے ذہنی جھٹکا دینے میں کامیاب رہے ہو۔

تم بہت ذہین دشمن ہو — تم سے مل کر خوشی ہوئی۔ لیکن میرے اغوا کی ایسی کیا ضرورت پیش آ گئی — کر لی کاٹ کی رہائی کو بھی غیر ضروری سمجھا گیا۔"

"دراصل مسئلہ صرف ایک لی کاٹ کا نہیں — انورا کا اور آرٹی بناشا کو بھی رہا کرانا ہے — ان کے علاوہ کچھ اور کام کے آدمی بھی تمھاری جیلوں میں سڑ رہے ہیں، ان سب کو ایک ہی وقت میں رہا کرانا آسان کام نہیں تھا اور خطرے سے خالی بھی نہیں تھا؛ چنانچہ ہم نے سوچا — کیوں نہ جڑ کو اغوا کر لیا جائے۔"

"جڑ کا اغوا۔" انسپکٹر جمشید بڑبڑائے — وہ سوچ رہے تھے، اس وقت اگر فاروق موجود ہوتا تو یہ ضرور کہتا — یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے۔

"ہاں — تم ہمارے لیے جڑ کی حیثیت رکھتے ہو — اپنے ملک کے لیے معمولی چیز نہیں ہو — تمھارے بدلے میں تمھارا ملک ہمارے سبھی ساتھی رہا کرنے پر تیار ہو جائے گا۔"

"تمھارے سبھی ساتھی — یہ سب لوگ تمھارے ساتھی کس طرح ہو سکتے ہیں، ان کا تعلق تو مختلف ممالک سے ہے۔"

"ہاں — یہ ٹھیک ہے — لیکن اس بار ہم نے اپنی ایک الگ انجمن بنائی ہے — اس انجمن کے کام کیا ہیں — یہ کیا کرنا چاہتی ہے — یہ نہیں بتا سکتا — یہ ایک بہت بڑا راز ہے — اشارۃً اتنا کہے

دیتا ہوں — یہ انجمن بھی کسی کے اشارے پر وجود میں آئی ہے — تم سوچ ہی سکتے ہو — اس قسم کی انجمن — جس میں تمام بین الاقوامی پائے کے جاسوس شامل ہوں گے — کیا کچھ نہیں کر سکے گی —"

"گویا تم مجھے یرغمال بناؤ گے اور مجھے اس شرط پر رہا کرو گے کہ میرا ملک تمھارے ساتھیوں کو رہا کر دے۔"

"ہاں — ہم تمھارے اغوا کی اطلاع اس ہستی کو دے چکے ہیں — جس نے ہمیں ایک جگہ جمع کیا ہے — اور اس وقت تک تمھارے ملک سے مطالبہ بھی کر دیا گیا ہو گا۔"

"اوہو — بہت تیزی سے عمل ہو رہا ہے — کمال ہے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"دوسری طرف تمھارے ساتھی تمھاری رہائی کے لیے سرتوڑ کوششیں کر رہے ہیں — ہم اس وقت تک ان کی ایک لانچ تباہ کر چکے ہیں، اب وہ دوسری لانچ میں سمندر کے نیچے سفر کر رہے ہیں — اور ہماری لانچ کے بالکل نیچے ہیں — گویا اوپر آ کر ہماری لانچ پر حملہ آور ہوں گے، لیکن وہ نہیں جانتے، وہ کس خطرے کو آواز دے رہے ہیں۔"

"اوہ!" انسپکٹر جمشید دھک سے رہ گئے — وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ محمود، فاروق اور فرزانہ لی کاٹ کو چھوڑ کر انہیں چھڑانے

آجائیں گے ۔ انھوں نے تو سوچا تھا ۔ وہ تنہا ان لوگوں سے
نبٹ لیں گے اور محمود، فاروق اور فرزانہ، اکرام کے ساتھ مل کر
لی کاف کو دوبارہ جیل پہنچا دیں گے ۔

"کیوں ۔ پریشان ہو گئے نا ۔ ان کی بے بسی کا تماشہ تمھیں
بھی دکھایا جائے گا ۔ فکر نہ کرو۔"

"واقعی مسٹر گماٹا ۔ زندگی میں پہلی مرتبہ میں خود کو بالکل بے بس
محسوس کر رہا ہوں۔" انسپکٹر جمشید نے بڑبڑانے کے انداز میں کہا۔

"گماٹا سے واسطہ بھی تو پہلی مرتبہ پڑا ہے نا۔" گماٹا نے
مسکرا کر کہا۔

"یہ انجمن کس کے اشارے پر بنی ہے؟"

"ہم اس ہستی کا نام نہیں جانتے ۔" گماٹا بولا۔

"اور اس انجمن کے مقاصد کیا ہیں؟"

"ابھی ہمیں مقاصد بھی معلوم نہیں ۔ پہلا اجلاس ہونے پر
معلوم ہوں گے ۔ اور پہلا اجلاس اس وقت ہو گا جب سب ممبر
جمع ہو جائیں گے ۔ اور اب سب ممبروں کے جمع ہونے کا
وقت آگیا ہے ۔"

"لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تمام ممبروں کو اس ہستی کے
بارے میں کچھ بھی معلوم نہ ہو ، ان حالات میں ممبر کام کرنے کے
لیے کس طرح تیار ہو جائیں گے۔"

"جب ہم اس ہستی کے الفاظ سنتے ہیں تو خود بخود کام کرنے
پر تیار ہو جاتے ہیں ۔ اس کے وعدے بہت شاندار اور انوکھے
ہیں ۔ ویسے وہ ہمیں اس دنیا کا باشندہ تو نظر نہیں آتا۔"

"کیا مطلب!" انسپکٹر جمشید نے چونک کر کہا۔

"ہم یہ سمجھتے ہیں کہ وہ میک اپ میں ہوتا ہے ۔ میک اپ
میں ہمیں اس کا جو حلیہ نظر آیا ہے ۔ وہ عام انسانوں جیسا نہیں
ہے ۔ لیکن اگر وہ اس دنیا کا آدمی نہیں ہے تو ہماری زبان
کس طرح بول لیتا ہے ۔ یہ بات ابھی تک ہماری سمجھ میں نہیں
آئی ۔"

"ہوں ۔ واقعی ۔ عجیب بات ہے ۔ کیا وہ کسی دوسرے سیارے
کی مخلوق ہے۔" انسپکٹر جمشید سوچ میں گم لہجے میں بولے۔

"کچھ نہیں کہا جا سکتا ۔ اس کا حلیہ اس قسم کا ہے کہ وہ کسی
دوسری دنیا کی مخلوق نظر آتا ہے۔"

"اگر بات یہی ہے تو تم لوگ اس کے لیے کام کس طرح
کرو گے ۔ اس صورت میں تو تمھیں اپنے ملکوں کے خلاف بھی
کام کرنا ہو گا۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"ہاں! کوئی بات نہیں ۔ ہم دراصل صرف اپنی ذات سے
غرض رکھتے ہیں ۔ اپنے ملکوں کے لیے اس وقت تک اس لیے
کام کرتے رہے ہیں کہ ان سے زیادہ معاوضہ ہمیں آج تک کوئی

اور نہیں دے سکا، لیکن اب یہ ہستی - عجیب و غریب معاوضوں
کا اعلان کر رہی ہے تو ہم سب اس کے جھنڈے کے نیچے
جمع ہو رہے ہیں۔"

" یہ جان کر افسوس ہوا کہ تم لوگ بک جانے والی چیزیں
ہو۔"

" اس دنیا میں کیا نہیں بکتا۔" گماٹا نے تلملا کر کہا۔

" ہمیں خرید کر دکھاؤ تو مانوں۔" انسپکٹر جمشید نے منہ
بنایا۔

" تم بھی کوئی خریدنے کی چیز ہو۔" گماٹا نے خود پر قابو پا
کر مسکراتے ہوئے کہا۔

" اور اغوا کرنے کی چیز ہوں!" ان کے لہجے میں گہرا طنز
در آیا۔

گماٹا نے کوئی جواب نہ دیا۔ گھور کر رہ گیا۔ اسی وقت
ایک کارکن اندر داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے
آثار تھے۔

○

" اب کیا کریں۔ یہ تو پوری طرح ہوشیار ہیں۔ اس جگہ

ہم پر توپ سے گولہ باری نہیں کر سکتے، لیکن پستولوں کو تو
کام میں لا سکتے ہیں۔" محمود نے کچھ فاصلے پر سر ابھارتے ہوئے
کہا۔

" اس وقت تو بس انکل ہی بتا سکتے ہیں کہ ہم کیا کریں؟"
فرزانہ نے بھی اس کے قریب سر ابھارا۔ اب وہ تیرتے ہوئے
لانچ سے دور ہٹتے جا رہے تھے، کیونکہ لانچ کے چاروں طرف تو
گولیاں برس رہی تھیں۔

" اس کا مطلب ہے۔ تمہارا ترکیبوں کا ٹھیکا ختم۔" فاروق کی
آواز سنائی دی۔

" یہ بھی کوئی مذاق کا وقت ہے۔" محمود بھنا اٹھا۔

" ہمارے لیے اب ایک ہی صورت ممکن ہے۔" خان رحمان بولے۔

" ویری گڈ۔ اللہ کا شکر ہے۔ جس نے ان حالات میں بھی ہمارے
لیے کوئی ممکن صورت رہنے دی۔ جلدی بتائیے انکل۔ وہ مبارک صورت
کیا ہے۔" فاروق نے پُرجوش لہجے میں کہا۔

" توبہ ہے تم سے۔" فرزانہ نے منہ بنایا۔

" سنو۔ لانچ کی طرف تیرنا شروع کر دو۔"

" جی۔ کیا فرمایا۔ لانچ کی طرف تیرنا شروع کر دیں۔ گویا موت
کو گلے لگا لیں۔ یا موت سے کہیں۔ آ موت، ہمیں مار۔" فاروق جلدی
جلدی بولا، لہجے میں بلا کی حیرت تھی۔

"ہاں۔ لانچ کی طرف تیرنا شروع کر دو۔ اور باری باری اس طرح چیخ پڑو جیسے گولیاں لگی ہوں۔ اور پانی میں ڈوبتے چلے جاؤ۔ ہم نیچے جا کر لانچ کو اشارہ کر دیں گے۔ لانچ دشمنوں سے کافی فاصلے پر پانی سے اُبھر کر ہمیں سوار کر لے گی۔" یہاں تک کہہ کر خان رحمان خاموش ہو گئے۔

"لیکن انکل۔ یہ کیا بات ہوئی۔ کیا ہم گماٹا کو نکل جانے دیں۔ کیا آپ بھول گئے۔ گماٹا ابا جان کو لیے جا رہا ہے۔" محمود بولا۔

"بھئی تم سمجھے نہیں۔ یہ لوگ اس خیال میں رہیں گے کہ ہم مارے جا چکے ہیں، لہذا اب تعاقب کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اس طرح یہ بے خبر ہو جائیں گے۔ ادھر ہم کافی فاصلے سے تعاقب جاری رکھیں گے۔"

"اوہ۔ اوہ۔ واہ۔ انکل آپ نے تو کمال کر دیا۔ وہ ترکیب بتائی کہ فرزانہ اپنا سا منہ لے کر رہ گئی ہے، دوسرے لفظوں میں آپ اس کے کان کاٹ گئے ہیں۔"

"ہائیں۔ ارے باپ رے۔ یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ میں فرزانہ کے کان کاٹ گیا ہوں۔ توبہ کرو۔" خان رحمان بوکھلا اٹھے اور وہ مسکرائے بغیر نہ رہ سکے۔

انھوں نے فوری طور پر اس ترکیب پر عمل شروع کر دیا۔

آدھ گھنٹے بعد وہ اس قدر فاصلے پر تعاقب کر رہے تھے کہ لانچ کی بس ایک جھلک سی کبھی کبھار دکھائی دے جاتی تھی۔

"انکل۔ کیا اب وہ ہماری طرف دوربین میں سے نہیں دیکھ رہے ہوں گے۔"

"نہیں۔ کیونکہ ہم ان کے خیال میں غرق ہو چکے ہیں۔" خان رحمان نے بتایا۔

"لیکن۔ کیا وہ ہماری لانچ کا خیال دل سے نکال دیں گے؟"

"ہماری چیخوں کے بعد جب انھوں نے لانچ کو سطح سمندر پر اُبھرتے نہ دیکھا ہو گا تو یہی خیال کیا ہو گا کہ لانچ بھی ڈوب گئی۔" انھوں نے کہا۔

"خیر۔ ٹھیک ہے۔ اب ہم اس کے علاوہ اور کر بھی کیا سکتے ہیں۔"

تعاقب جاری رہا۔ یہاں تک کہ انھیں ایک جزیرے کے آثار دکھائی دیے اور وہ یہ دیکھ کر چونک اُٹھے کہ گماٹا کی لانچ کا رُخ اس جزیرے کی طرف ہی تھا۔

"شاید گماٹا کی منزل آ گئی۔" فرزانہ بڑبڑائی۔

"یہ تو بہت ہی اچھی بات ہے۔ اب ہم کچھ تو کر سکیں گے۔" محمود نے خوش ہو کر کہا۔

"پتا نہیں۔ یہ اچھی بات ہے یا بری۔ ابھی ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"تمہیں تو ہر اچھی بات بری لگتی ہے، ایک اسی کا کیا ذکر۔" فرزانہ جل بھن کر بولی۔

"لو بھئی۔ لانچ جزیرے کے ساحل پر رک گئی۔ معلوم ہوتا ہے یہ لوگ یہیں اتریں گے۔"

"خدا جانے ان کا کیا پروگرام ہے اور یہ کیا چاہتے ہیں۔" محمود خیالات میں گم لہجے میں بولا۔

"کیوں نہ ہم لانچ یہیں چھوڑ دیں اور تیر کر جزیرے تک چلیں۔ لانچ میں جانے کی صورت میں ہم انھیں نظر آ جائیں گے۔" خان رحمان بولے۔

"آج تو آپ کمال پر کمال کر رہے ہیں انکل اور فرزانہ بالکل ٹھس ثابت ہو رہی ہے۔" فاروق چہکا۔

"شش۔ شاید میری عقل بھیگ گئی ہے۔ اور بھیگنے کی وجہ سے بے کار ہو گئی ہے۔" فرزانہ نے تلملا کر کہا۔

"ٹھیک ہے انکل۔ یہاں سے ہم تیر کر چلیں گے۔ یہ اتنا فاصلہ نہیں ہے کہ ہم تیر نہ سکیں۔" محمود نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

انھوں نے پانی میں چھلانگیں لگا دیں۔ ڈرائیور کو وہیں ٹھہرنے کی ہدایت کی اور جزیرے کی طرف تیرنے لگے۔ جوں جوں وہ

جزیرے کے نزدیک ہو رہے تھے، ان کے دلوں کی دھڑکنیں تیز تر ہوتی جا رہی تھیں۔ اور پھر وہ دشمنوں کی لانچ تک پہنچ گئے —

مغرب کا وقت ہو چلا تھا، رات کی تاریکی پھیلتی جا رہی تھی۔ اس تاریکی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے انھوں نے لانچ کا جائزہ لیا اور اندازہ لگایا کہ لانچ پر کوئی بھی شخص نہیں ہے۔ گویا سب کے سب جزیرے پر اتر چکے تھے۔ لانچ کے قریب سے کترا کر نکلتے ہوئے وہ ساحل کی طرف بڑھنے لگے —

نئی مخلوق

"کیا بات ہے — گھبرائے ہوئے کیوں ہو؟" گماٹا نے اسے گھورا —

"ساحل پر — وہ موجود ہیں —"

"وہ موجود ہیں — کون وہ؟" گماٹا چونکا۔

"سر وہی — جنھیں آپ سر کہتے ہیں:" اس نے گڑبڑا کر کہا۔

"کیا کہا — تمھارا مطلب — اس ہستی سے ہے — جن کے لیے ان دنوں ہم کام کر رہے ہیں:" گماٹا کے لہجے میں بلا کی حیرت تھی۔

"یس سر — وہ ساحل پر موجود ہیں:"

"یہ — یہ کس طرح ہو سکتا ہے — تمھیں ضرور دھوکا ہوا ہے — تم نے جزیرے کا کوئی جانور دیکھا ہوگا:"

"لیکن سر — اس جزیرے کو تو ہم جانوروں اور کیڑوں سے پہلے ہی صاف کر چکے ہیں:" اس نے گویا یاد دلایا۔

"اوہ ہاں واقعی — شاید میری عقل گھاس چرنے چلی گئی ہے —

خیر میں دیکھتا ہوں — حیرت ہے، انھیں یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی — یہ تو ان کے پروگرام میں شامل نہیں تھا — شاید کوئی گڑبڑ ہو گئی ہے:" گماٹا نے جلدی جلدی کہا — اس کے چہرے کا رنگ اڑتا جا رہا تھا — وہ جلدی جلدی کیبن سے نکل گیا — اس کے ساتھی اور انسپکٹر جمشید وہیں موجود رہے — جلد ہی اس کی واپسی ہوئی:

"ہاں — تمھارا خیال ٹھیک ہے — یہ تو وہی ہیں:"

جلد ہی لانچ ساحل سے جا لگی اور وہ نیچے اترے — انھوں نے دیکھا — ایک عجیب و غریب سا شخص ٹانگیں پھیلائے دونوں ہاتھ کولھوں پر رکھے کھڑا تھا — اس کی نظریں لانچ سے اترتے لوگوں پر تھیں — گماٹا اترتے ہی تیر کی طرح اس کی طرف گیا، لیکن ایسے میں بھی اس کے آدمی انسپکٹر جمشید کو بدستور نظروں میں لیے رہے — انھوں نے ایک لمحے کے لیے بھی ان کی طرف سے نظریں نہ ہٹائیں — گویا ان کے بارے میں پہلے ہی ہدایات دی جا چکی تھیں۔

"سر — آپ اور یہاں —"

"ہاں گماٹے — میں تمھاری کامیابی کا جائزہ لینے آیا ہوں — اگرچہ پروگرام یہ نہیں تھا —" انھوں نے ایک سرسراتی سی آواز سنی — الفاظ انگریزی میں کہے گئے تھے۔

"آپ کس قدر صاف انگریزی بول لیتے ہیں — یہ بات میرے

لیے حیرت کا باعث ہے۔" گماٹا بولا۔

" حالانکہ اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں۔ میں تو دُنیا بھر کی زبانیں بول سکتا ہوں۔"

" لیکن ہم سب کا تو خیال ہے کہ آپ کسی دُوسرے سیارے کی مخلوق ہیں؟"

" اس بات کو چھوڑو۔ کہ میں اس دُنیا کی مخلوق ہوں یا کسی سیارے کی۔ کبھی وقت آنے پر بتاؤں گا کہ میں کون ہوں ۔ کس علاقے سے تعلق رکھتا ہوں۔ اس وقت تو میں انسپکٹر جمشید سے ملنا چاہتا ہوں۔"

" ضرور ۔ کیوں نہیں سر ۔ میں آپ کے لیے انسپکٹر جمشید کو یہاں تک لے آیا ہوں اور ایسا کرنے میں مجھے ذرا بھی دشواری پیش نہیں آئی۔"

" ارے ۔ اچھا ۔ یہ جان کر حیرت ہوئی کہ انسپکٹر جمشید جیسا آدمی تمھارے قابو میں بغیر کسی دُشواری کے آ گیا۔ ذرا مجھے بھی بتاؤ، یہ کیسے ہو گیا؟"

" میں نے اس کے لیے باقاعدہ ایک منصوبہ بنایا تھا سر ۔ آپ سُنیں گے تو پھڑک اُٹھیں گے۔" گماٹا بولا۔

" تب تو میں ضرور سُنوں گا۔" اس نے خوش ہو کر کہا۔

" چلو بھئی ۔ انسپکٹر جمشد کو بھی یہیں لے آؤ۔" گماٹا نے اپنے

آدمیوں کو اشارہ کیا۔

اس کے آدمی پستولوں کے حلقے میں انسپکٹر جمشید کو لے کر آگے بڑھے۔ وہ چاہتے تو چھلانگ لگا کر اس حلقے سے نکل سکتے تھے، لیکن پہلے انھوں نے اس عجیب و غریب آدمی کو قریب سے دیکھنے کا فیصلہ کیا اور پُر سکون انداز میں ایک ایک قدم آگے بڑھنے لگے۔ نزدیک پہنچنے پر انھوں نے دیکھا۔ اس شخص کی جلد کا رنگ نیلگوں تھا اور زمین پر رہنے والے کسی بھی علاقے کے لوگوں کا رنگ نیلگوں نہیں ہوتا ۔ وہ حیران رہ گئے۔ اس کے نقش و نگار بھی عجیب سے تھے ۔ ناک بہت لمبی بالکل چونچ کی طرح ۔ سر کے بال کھوپڑی کے ساتھ چپکے ہوئے اور چھلوں کی شکل کے تھے ۔ چہرہ بہت لمبوترا، ہاتھوں کی اُنگلیاں بے تحاشہ لمبی ۔ ان کے ناخن بڑھے ہوئے ۔ آنکھیں نیلے رنگ کی اور ننھی ننھی ۔ پیروں میں عجیب وضع کے جوتے ۔ جن کی وجہ سے پیر اور انگلیاں انھیں نظر نہیں آ سکیں۔

" ہیلو انسپکٹر ۔ کتنا اشتیاق تھا تمھیں دیکھنے کا۔" اس عجیب مخلوق نے کہا۔

" حالانکہ دیکھنے کی چیز تو ہمارے لیے تم ہو۔" انسپکٹر جمشید بولے ۔

" خیر ۔ تم مجھے دیکھ لو ، میں تمھیں ۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

اس کی مسکراہٹ بھی عجیب تھی، انہیں یوں لگا جیسے چہرے پر سلوٹیں پڑ گئی ہوں اور سلوٹیں بھی ایسی جیسی کپڑوں میں پڑ جاتی ہیں۔

"کیا تم مریخ کی مخلوق ہو؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"کچھ بھی سمجھ لو۔" اس نے لاپروائی کے انداز میں کہا۔

"آؤ گماٹے۔ چل کر بیٹھیں۔ پھر میں تمہارے منصوبے کی تفصیلات سنوں گا۔"

"او کے سر۔"

سب لوگ جزیرے میں آگے بڑھنے لگے۔ اچانک گماٹا نے کہا:

"لیکن سر! آپ یہاں تک آئے کس طرح؟"

"یہ کیا مشکل ہے۔ ہمارے پاس اتنی حیرت انگیز ایجادات ہیں۔ دنیا کے کسی بھی کونے میں منٹوں میں پہنچ سکتے ہیں۔" وہ بولا۔

"میرا خیال تھا۔ آپ کے ہیڈکوارٹر پہنچ کر رپورٹ دینا ہو گی۔" گماٹا بولا۔

"خیر کوئی بات نہیں۔ میرے پروگرام کسی وقت بھی کچھ سے کچھ بن جاتے ہیں، تم اس بارے میں نہ سوچو۔"

دس منٹ تک چلتے رہنے کے بعد وہ درختوں کے ایک جھنڈ کے درمیان، ہموار جگہ تک پہنچے۔ چاروں طرف سفیدے کی

قسم کے اونچے اونچے درخت تھے، ان کی شاخیں بہت گھنی تھیں۔ ہموار جگہ پر عجیب وضع کی کرسیاں ایک میز کے گرد بچھائی گئی تھیں۔ میز آٹھ کونوں والی تھی اور چھوٹی سی تھی۔ انہیں دیکھ کر یہ اندازہ نہیں لگایا جا سکتا تھا کہ لکڑی کی ہیں یا لوہے کی۔

"بیٹھو بھئی بیٹھو۔ یہ کرسیاں اور میز بھی میں ساتھ ہی لے آیا تھا۔ فولڈ ہو جاتی ہیں اور بہت مختصر سی جگہ میں سما جاتی ہیں۔" اس نے کہا۔

"میں تمہیں کس نام سے پکاروں۔ اپنا نام بتا دو۔ اس طرح الجھن سی محسوس ہوتی ہے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"میں آرٹیکا ہوں۔" اس نے کہا۔

"آرٹیکا۔ یہ کیسا نام ہوا؟"

"جیسا بھی ہے۔ تم نے نام کا مطالبہ کیا، میں نے بتا دیا۔" اس نے منہ بنایا اور ایسا کرتے وقت بھی چہرے کی جلد میں سلوٹیں سی پڑیں۔

"معلوم ہوتا ہے۔ تمہاری جلد بہت ڈھیلی ہے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"میری جلد کی بات چھوڑو۔ ہاں گماٹے۔ اب تفصیل بتاؤ۔"

کماٹا، انسپکٹر جمشید کے اغوا کی تفصیل بتانے لگا۔ اس نے ایک ایک بات بتا ڈالی۔ اس کے خاموش ہونے پر آرٹیکا نے کہا:

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ انسپکٹر جمشید کے بچے گولیوں کا نشانہ بن کر سمندر میں غرق ہو چکے ہیں۔"

"میں اس وقت کیبن میں تھا جب میرے آدمیوں نے یہ اطلاع دی۔ لہٰذا میں سو فیصد یقین سے نہیں کہہ سکتا۔"

"ہوں خیر۔ کوئی بات نہیں۔ میں نے ان کے بارے میں بہت کچھ سُنا ہے۔ اور اس کے مطابق تو وہ ہمارے آس پاس ہی موجود ہوں گے۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں سر۔ وہ آس پاس کس طرح ہو سکتے ہیں اور اگر ہوں۔ تو بھی بھلا ہمارا کیا بگاڑ سکتے ہیں۔"

"وہ ہمارا کچھ بگاڑ سکتے ہیں یا نہیں۔ اس بات کو جانے دو۔ کماٹے تمھیں ہدایت یہ تھی کہ صرف انسپکٹر جمشید کو اغوا کرنا ہے، پھر یہ ان کے بچے اس اغوا میں کہاں سے شریک ہو گئے۔"

"جی میں کیا بتاؤں۔ کس طرح شریک ہو گئے۔ ان کا شریک ہونا تو میری سمجھ میں نہیں آیا۔" کماٹا نے اُلجھن کے عالم میں کہا۔

"خیر۔ اپنے آدمیوں کو حکم دے دو۔ اگر انسپکٹر جمشید کے

بچے جزیرے میں داخل ہونے کی کوشش کریں تو بے دھڑک انھیں گولی کا نشانہ بنا دیا جائے۔"

"او کے سر!"

"اتنا سخت حکم دینے کی کیا ضرورت ہے مسٹر آرٹیکا۔ کیا تم ان سے خوف زدہ ہو۔" انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"نہیں۔ لیکن میں بلا وجہ اُلجھنیں مول لینے کا عادی نہیں۔ ان بچوں کے اس دُنیا سے سُدھار جانے کی صورت میں تم ہمارے لیے زیادہ کار آمد ہو۔"

"اچھا جیسے تمھاری مرضی۔" انھوں نے کندھے اچکائے۔ تاہم اندرونی طور پر وُہ محمود، فاروق اور فرزانہ کے لیے حد درجے فکر مند ہو گئے تھے۔

کماٹا اپنے آدمیوں کو ہدایات دینے لگا اور پھر ان کی طرف مُڑا:

"کماٹے۔ تم نے مجھے لی کاف کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔"

"بتا بھی کیسے سکتا ہوں۔ مجھے تو آپ نے انسپکٹر جمشید کے اغوا کا حکم دیا تھا۔ میں نے ذہن کے گھوڑے دوڑائے اور لی کاف کو آزاد کرانے کے چکر میں انھیں اغوا کر لایا۔ لی کاف کو انھوں نے کہاں چھوڑا۔ یہ بات ان سے معلوم ہو سکتی

ہے۔"

"کیوں انسپکٹر۔ لی کاف کہاں ہے؟"

"ایک مکان میں۔ میں نے وہاں بیٹھ کر اپنے چہرے پر اس کا میک اپ کیا تھا اور اپنے ماتحت کے چہرے پر اپنا۔" انھوں نے بتایا۔

"ہوں! اس کا مطلب ہے۔ لی کاف ابھی تک اسی عمارت میں موجود ہے۔ گماٹے۔ تم نے غلطی کی۔"

"کیا مطلب سر!" گماٹا چونک اٹھا۔

"لگے ہاتھوں تم لی کاف کو بھی لا سکتے تھے، پھر ہمارا مسئلہ انوراکا اور آرٹی بناشا کا رہ جاتا۔"

"لیکن سر۔ اتنا وقت کہاں تھا۔"

"خیر۔ کوئی بات نہیں۔ اب ہم ان کی حکومت سے ان تینوں کا ایک ہی بار مطالبہ کر لیتے ہیں۔" یہ کہہ کر اس نے اس عجیب و غریب میز کی راز کھولی۔ اس میں سے ایک سیاہ رنگ کا وائرلیس نما آلہ نکالا اور اس کا ایک بٹن دباتے ہوئے گھومنے والے کچھ نمبر ملانے لگا۔ پھر اس نے جو ہیلو ہیلو کہنا شروع کیا تو کہتا ہی چلا گیا۔ آخر پانچ منٹ بعد آلے سے آواز ابھری:

"کون ہے۔ یہ کس کی آواز ہمارے آلات سے ابھر رہی ہے؟"

سوال کرنے والے کے لہجے میں بلا کی حیرت تھی۔

"اس کا مطلب ہے کہ میں تمھاری قومی لیبارٹری سے رابطہ قائم کرنے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ یہ جان کر خوشی ہوئی۔"

"میں نے پوچھا ہے۔ تم ہو کون؟"

"میرا نام اُرٹیکا ہے۔ تمھارے صدرِ مملکت سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ اگر بات نہیں کراؤ گے تو نقصان میں رہو گے۔ اشارۃً بتائے دیتا ہوں۔ انسپکٹر جمشید اس وقت میرے قبضے میں ہیں اور اگر مجھ سے بات نہ کی گئی تو ان کی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔ کیا تم میری اپنے صدر سے بات کراؤ گے۔" یہاں تک کہہ کر اُرٹیکا خاموش ہو گیا۔

"ہمارے لیے اس سے زیادہ حیرت کی بات کیا ہو گی کہ ہمارے پیغام رسانی کے تمام آلات اس وقت صرف اور صرف تمھارا پیغام نشر کر رہے ہیں۔ باقی تمام آوازیں دب کر رہ گئی ہیں اور ہم سر توڑ کوشش کے باوجود انھیں نہیں سُن رہے۔ تم ضرور کوئی اہم ہستی ہو۔ انسپکٹر جمشید کا تمھارے قبضے میں ہونا بھی ہمارے لیے کچھ کم حیرت کی بات نہیں۔ ہم یہ پیغام صدرِ مملکت تک ضرور پہنچائیں گے۔ یہ ان کی مرضی ہے۔ وہ تمھارے ساتھ بات کرتے ہیں یا نہیں۔"

"اگر انھیں انسپکٹر جمشید کی ضرورت ہے تو ضرور بات کریں

گے اور اگر ان کی نظروں میں ان کی کوئی اہمیت نہیں تو پھر وہ
بے شک بات نہ کریں۔"

"اچھا۔ ہم کوشش کرتے ہیں۔" اس کے ساتھ ہی آواز بند
ہو گئی اور آلے میں سے ہلکی ہلکی سائیں سائیں گونجنے لگی:

"معلوم ہوتا ہے۔ پورے دارالحکومت میں ہل چل مچ گئی
ہے۔" ارٹیکا نے ہنس کر کہا۔

"مچنی بھی چاہیے۔ بات ہی ایسی ہے۔" گماٹا بولا۔

"تم دیکھ لینا۔ ان کا صدر فوراً تینوں جاسوس ہمارے حوالے
کرنے پر آمادہ ہو جائے گا۔"

"بالکل۔ مجھے پوری امید ہے۔"

"مسٹر ارٹیکا۔ تم ان جاسوسوں کا کیا کرو گے؟" انسپکٹر جمشید
بے چین ہو کر بولے۔

"مجھے ان کی ضرورت ہے۔ اپنے لیے۔ اپنی قوم کے لیے اور
اپنی سرزمین کے لیے۔"

"اور تمھاری سرزمین کہاں ہے؟"

"کسی جگہ بھی ہو سکتی ہے۔ تمھیں اس سے کیا۔"

"تمھارا منصوبہ کیا ہے؟"

"اس بات کو بھی چھوڑ دو۔"

"اچھا۔ اب یہ بتا دو کہ میں تم سے کیا باتیں پوچھ سکتا

ہوں۔"

"کچھ بھی نہیں۔ تم ہمارے قیدی ہو۔ بطور یرغمال ہم تمھیں
استعمال کریں۔ لہٰذا یرغمال کو یہ حق نہیں دیا جا سکتا کہ وہ ہم سے
معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرے۔"

"اچھی بات ہے۔ اگر تمھیں میرے سوالات سے الجھن ہوتی
ہے تو اب میں کچھ نہیں پوچھوں گا۔"

"سر۔ ہمیں کب تک انتظار کرنا پڑے گا؟"

"گھبراؤ نہیں، صدر صاحب کو ہم سے رابطہ قائم کرنے میں دیر
نہیں لگے گی۔ انسپکٹر جمشید اتنی معمولی چیز نہیں ہے۔" ارٹیکا نے
ہنس کر کہا۔

عین اسی وقت آلے پر ہیلو کی آواز ابھری۔

"ہیلو۔" ارٹیکا نے فوراً کہا۔

"صدر صاحب تم سے بات کرنے کے لیے تشریف لا چکے
ہیں۔ وان سے بات کرو۔"

"بہت اچھا۔" ارٹیکا بولا۔ فوراً ہی دوسری طرف سے
کہا گیا:

"ہیلو۔ مجھے معلوم ہوا ہے۔ انسپکٹر جمشید تمھارے قبضے
میں ہیں۔"

"ہاں! اس میں کوئی شک نہیں۔ میں یہ بات ثابت کر

سکتا ہوں۔"

"خیر۔ثابت تو تمہیں کرنا ہو گی ۔ تو تم انسپکٹر جمشید کے بدلے میں کیا چاہتے ہو؟"

"جی بس ۔صرف اتنا کہ انوراکا ، لی کاف اور آرٹی بناشا کو رہا کر دیا جائے ۔ جواب میں ہم بھی انسپکٹر جمشید کو رہا کر دیں گے۔"

"کیا کہا۔ ہم ان تین بین الاقوامی جاسوسوں کو رہا کر دیں۔" صدر مملکت چونک اٹھے۔

"جی ہاں ، اگر آپ ملک کے صدر رہنا چاہتے ہیں اور انسپکٹر جمشید کو رہائی دلانا چاہتے ہیں ۔ تو ان تینوں کو رہا کر دیں ۔ اور صرف رہا ہی نہیں ۔ جہاں ہم کہیں وہاں پہنچا دیں۔"

"پہلے میری انسپکٹر جمشید سے بات کراؤ۔" صدر صاحب کی آواز سنائی دی۔

"کیوں نہیں ۔ یہ کیا مشکل ہے ۔ آؤ انسپکٹر جمشید ۔ فون پر بات کرکے یہ بات ثابت کر دو کہ تم اس وقت ہمارے قبضے میں ہو۔"

انسپکٹر جمشید نے ایک لمحے کے لیے سوچا اور پھر آگے بڑھے :

"ہیلو ۔ یہ سب دھوکا ہے ۔ یہاں کوئی انسپکٹر جمشید نہیں ہے۔" انھوں نے کہا ۔ آواز بالکل بدلی ہوئی تھی۔

"انسپکٹر جمشید ۔ یہ تم کیا کر رہے ہو۔" آرٹیکا نے چیخ کر کہا۔

"جمشید ۔ کیا تم آواز بدل کر بول رہے ہو ۔ اوہ ، میں سمجھا ۔ ضرور یہی بات ہے ۔ تم اپنی جان دینا پسند کرو گے ، لیکن ان مجرموں کو ان لوگوں کی شرائط پر ان کے حوالے کرنا منظور نہیں کرو گے ۔ میں تمہاری طبیعت سے اچھی طرح واقف ہوں، لیکن جمشید ۔ ان مجرم جاسوسوں کی نسبت ہمارے ملک کو تمہاری زیادہ ضرورت ہے ۔ تین تو کیا ۔ میں تمہارے لیے تین سو ایسے جاسوس رہا کر سکتا ہوں ۔ آواز بدل کر بولنے کی ضرورت نہیں، تم آلے کے پاس سے ہٹ جاؤ جمشید ۔ مجھے کسی ثبوت کی ضرورت نہیں ۔ ہاں تو تمہاری کیا شرائط ہیں ۔ بتاؤ ۔ ان تینوں جاسوسوں کو کہاں پہنچانا ہے اور انسپکٹر جمشید ہمیں کہاں ملیں گے۔"

آرٹیکا نے انسپکٹر جمشید کو ایک طرف کر دیا اور آلے کے پاس پہنچ کر بولا :

"تینوں جاسوسوں کو باعزت طریقے سے ملک فرنام کے جہاز پر سوار کرا دیا جائے ۔ جونہی یہ تینوں وہاں اتریں گے ، ہم جمشید کو ادھر روانہ کر دیں گے اور یہ آپ کے ملک میں آنے والی کسی بھی پرواز سے آپ تک پہنچ جائیں گے۔"

"کیا ان کے بچے بھی ان کے ساتھ ہیں؟"

"نہیں ۔ بچے ان کے ساتھ نہیں ہیں۔" آرٹیکا نے کہا۔

"کیوں ۔ وُہ کہاں ہیں؟" صدر صاحب نے حیران ہو کر پُوچھا۔

"پتا نہیں ۔ خیال یہی ہے کہ وُہ سمندر میں ڈوب گئے ہیں۔"

"نہیں !!!" صدر صاحب زور سے چلّا اُٹھے ۔ ان کی آواز جھنجلا اٹھی ۔

عین اسی وقت دوڑتے قدموں کی آواز سنائی دی ۔ اُرٹیکا، گماٹا اور انسپکٹر جمشید چونک کر آواز کی سمت مڑے ۔

پہلا حصّہ ختم ہوا۔

آدمی اور لنگور

"لانچ پر بھی کوئی نہیں ہے ، ساحل پر بھی کوئی نہیں ہے ، تو کیا یہ سب لوگ جزیرے میں کہیں موجود ہیں؟" فاروق نے ساحل پر قدم رکھتے ہوئے کہا۔

"تو اور کیا ۔ اتنی سی بات بھی تم نہیں سمجھ سکتے؟" فرزانہ بولی ۔

"بعض اتنی سی باتیں سمجھنا بھی ذرا مشکل ہوتا ہے ۔ تمھاری بات اور ہے۔" فاروق طنزیہ لہجے میں بولا۔

"یہ لوگ ہمیں مُردہ خیال کر رہے ہوں گے ۔ کیا خیال ہے؟" محمود بولا ۔

"کرتے رہیں ، ان کے خیال کرنے سے کون سا ہم مُردہ ہو جائیں گے۔" فاروق نے مُنہ بنایا۔

"جواب سُنا فرزانہ۔" محمود نے فاروق کو گھورتے ہوئے کہا ۔

"اتنے تیز کانوں کے ہوتے ہوئے۔ دُشنی ہو گی۔" فاروق
کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے تم تینوں یہاں تک صرف باتیں
کرنے کے لیے آئے تھے۔ میں جمشید کے لیے مارے فکر کے
گھلا جا رہا ہوں اور تم کھڑے باتیں بگھار رہے ہو، ہے کوئی تک۔"
خان رحمان نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

"تک تو واقعی کوئی نہیں ہے، لیکن انکل تک تو ہمارے
ہاں سے پہلے ہی غائب ہے۔ بلکہ سرے سے غائب ہے، اگر
آپ اور وضاحت چاہتے ہوں تو میں یہ کہوں گا کہ گدھے کے سر
سے سینگ کی طرح غائب ہے۔" فاروق جلدی جلدی بولا۔

"دھت تیرے کی۔" محمود نے جھلا کر ران پر ہاتھ مارا۔

"ایک لے دے کے بس تمہیں یہی تو آتا ہے۔ دھت تیرے کی۔"
فاروق جل گیا۔

"اب تو میں بھی انکل کی ہم خیال ہو چلی ہوں۔" فرزانہ جلدی
سے بولی۔

"یعنی۔ کیا مطلب۔ کون سے خیال میں ہم خیال ہو چلی ہو؟"
محمود نے حیران ہو کر کہا۔

"یہ کہ ہم یہاں تک بس باتیں بگھارنے آئے تھے۔"

"ہاں واقعی۔ یہ بہت غلط بات ہے۔ آخر ہم یہاں کیوں

کھڑے ہو گئے ہیں۔ ہمیں تو آگے بڑھنا چاہیے۔" محمود نے فوراً
کہا۔

"لیکن تم آگے نہیں بڑھ سکو گے۔" ایک درخت سے آواز
آئی۔ انھوں نے چونک کر درخت کی طرف دیکھا۔ شاخوں میں
ایک آدمی ایک تنے کے دونوں طرف ٹانگیں کیے مزے سے بیٹھا
تھا، اس کے ایک ہاتھ میں ایک پستول تھا اور دوسرے ہاتھ سے
اس نے ایک دوسری شاخ کو تھام رکھا تھا۔

"تم آدمی ہو یا لنگور۔ پہلے تو یہ بتاؤ؟" فاروق نے جھلا
کر کہا۔

"آدمی۔ تم آدمی اور لنگور میں بھی تمیز نہیں کر سکتے۔"

"درخت پر بیٹھے آدمی اور لنگور میں تمیز کرنا اتنا آسان
نہیں ہوتا۔" فاروق بولا۔

"تو پھر کتنا آسان ہوتا ہے؟" اس نے حیران ہو کر
پوچھا۔

"پتا نہیں۔ کبھی حساب نہیں لگایا۔ جب بھی حساب لگانے
میں کامیاب ہوئے، تمہیں اطلاع دیں گے۔"

"شکریہ۔" اس نے خوش ہو کر کہا۔

"ہاں تو تم کیا کہہ رہے تھے۔ ہم آگے نہیں بڑھ سکتے۔
کیا اس جزیرے پر آگے بڑھنا منع ہے۔ اگر ایسا ہے تو پھر

یہاں اس قسم کا بورڈ کیوں نہیں لگا ہوا۔"

"تم لوگ باتیں بہت کرتے ہو، کتنی دیر سے میں تمھاری ڈینگیں سُن رہا ہوں۔"

"معاف کیجیے گا — ہم نے آج تک کبھی ڈینگ نہیں ماری۔" فرزانہ نے بُرا سا مُنہ بنایا۔

"میں نے کہا تھا، تم آگے نہیں جا سکتے — اس لیے کہ آگے مسٹر گماٹا جا چکے ہیں اور جہاں وُہ چلے جاتے ہیں، وہاں ہم کسی کو نہیں جانے دیتے، جب تک کہ ان کی اجازت نہ ہو۔"

"اور تم ایک پستول سے ہمیں روکو گے — تمھارا دماغ تو نہیں چل گیا۔" فارُوق نے مُنہ بنایا۔

"میں تنہا نہیں — میرا ایک ساتھی بھی ساتھ والے درخت پر موجود ہے، گویا تم بیک وقت دو پستولوں کی زد میں ہو، جب ہم ایک ہی وقت میں فائر کریں گے تو تم کہاں ہو گے۔" اس نے تیز آواز میں کہا۔

"پتا نہیں ہم کہاں ہوں گے — جہاں بھی ہوں گے، تمھیں اپنی خیریت سے ضرور مطلع کرتے رہیں گے۔"

"کیا مطلب؟" وُہ چونک کر بولا۔

"اب آپ مطلب کس بات کا پوچھ رہے ہیں؟" فارُوق بولا —

"اے — تم مجھے باتوں میں لگانے کی کوشش کر رہے ہو۔ خبردار۔"

"خبردار کا لفظ آپ نے ہمارے لیے بولا یا اپنے ساتھی کے لیے۔" محمود بول اُٹھا۔

"تم لوگوں کے لیے — تم لوگ نشانے پر ہو اور کسی وقت بھی دوسری دُنیا کے سفر پر روانہ ہو سکتے ہو۔"

"بھئی واہ — کتنی مزے کی بات ہے — دوسری دُنیا کا سفر۔" فرزانہ خوش ہو کر بولی۔

"یہی نہیں — یہ تو کسی ناول کا نام بھی ہو سکتا ہے —" فارُوق بول اُٹھا۔

"ناول کا نام — کیا مطلب؟" درخت پر سے پوچھا گیا۔

"اب ہم آپ کو کس کس بات کا مطلب بتائیں — چھوڑیں مطلب کو — اور مطلب کی بات کریں۔ آپ ہمیں آگے بڑھنے دیں یا پھر ہمارا راستہ روکنے کی تیاری کریں، یہ لو — ہم چلے۔" [illegible] جلدی کہا اور آگے کی طرف چھلانگ لگا دی — [illegible] بہت خطرناک تھا، لیکن ان حالات میں وہ [illegible] کی پروا کب کر سکتے تھے — فوراً ہی ایک گولی اس کے کندھے سے رگڑ کھاتی نکل گئی — وُہ لوٹ لگا گیا — اتنی دیر میں دوسرا بھی فائر کر چکا تھا — مزے کی بات یہ کہ فائر

بے آواز ہو رہے تھے ۔ پستولوں پر سائیلنسر فٹ تھے ۔ ادھر محمود، فرزانہ، خان رحمان اور اکرام درختوں کی اوٹ لے چکے تھے ۔ اور موقع ملتے ہی آگے بڑھ رہے تھے ۔ اور پھر فاروق پستول برداروں سے آگے نکل گیا ۔ دوسرے ہی لمحے انھوں نے ان لوگوں کو تیزی سے نیچے اُترتے دیکھا اور پھر قریباً دس فٹ کی اونچائی سے انھوں نے نیچے چھلانگیں لگا دیں ۔ اور بے تحاشہ انداز میں ان کی طرف دوڑے ۔ شاید گماٹا نے انھیں حکم دے رکھا تھا کہ کسی کو بھی آگے نہ آنے دیں، یہی وجہ تھی کہ وہ بے حد بوکھلائے ہوئے تھے اور اس بوکھلاہٹ میں نہ ان سے ڈھنگ سے نشانہ لیا جا رہا تھا اور نہ بھاگا دوڑا جا رہا تھا ۔

اس صورت حال سے انھوں نے فائدہ اٹھایا اور جلد از جلد ان سے دُور ہونے کی کوشش کرنے لگے ۔ ایسے میں ان میں سے ایک نے بلا کی رفتار سے آگے کی طرف دوڑ لگا دی ۔ اس کے پاس پستول موجود تھا اور سمندر میں تیرنے کی وجہ سے ان کے پستول ضائع ہو چکے تھے، اس لیے وُہ بلا کھٹکے ان سے آگے نکل گیا ۔ وہ آگے نکلتے ہی مڑا اور ایک فائر جھونک مارا ۔ خان رحمان اس کی زد میں آتے آتے بچے ۔ اب ان کا آگے بڑھنا رُک گیا ۔ یہ دیکھ کر اس کے دوسرے ساتھی نے بھی دوڑ لگائی، اور پہلے کے ساتھ آکر کھڑا ہو گیا ۔

" ہاں بھئی ۔ اب آگے بڑھ کر دکھاؤ تو جانیں ۔"

" آگے تو ہم بڑھ کر دکھا دیں گے ۔ تم مانو گے نہیں ۔" فاروق نے مسکرا کر کہا ۔

" ہم جانتے ہیں، تمھارے پاس کوئی پستول نہیں ہے، اگر ہوتا تو اب تک جوابی فائرنگ ضرور کر چکے ہوتے ۔" ایک بولا ۔

" اس میں کوئی شک نہیں ۔ پھر اس سے کیا ہوتا ہے ۔"

" اب تم کسی طرف سے نکل کر آگے نہیں بڑھ سکو گے ۔ کیونکہ یہاں درخت کافی فاصلے پر ہیں ۔ اب آگے بڑھ کر دکھاؤ ۔"

" اچھا ۔ ہوشیار ہو جاؤ ۔ میں آگے بڑھ کر دکھاتا ہوں ۔" محمود نے غُصّے میں آکر کہا ۔

" ضرور ضرور ۔ صاف ظاہر ہے ۔ تمھاری موت آئی ہے ۔"

" موت کا کیا ہے ۔ وہ تو آتی ہی رہتی ہے، اسے ہم روک تو سکتے نہیں ۔" فاروق نے منہ بنا کر کہا ۔

محمود نے اپنی جگہ سے چھلانگ لگائی ۔ اور نیچے گر کر لڑھکتا چلا گیا، جس جگہ وہ چھلانگ لگا کر گرا، اس جگہ گولی آ کر لگی، لیکن محمود اس سے پہلے ہی گر کر لوٹ لگا چکا تھا ۔

اب وُہ پھر درخت کے پیچھے تھا ۔ اس نے ایک اور گولی ضائع کر دی تھی ۔

" آخر اس کھیل کا کیا فائدہ اور یہ کب تک جاری رہ سکے گا ؟"

ایک پستول والا ہنسا۔

"فائدہ اور نقصان بعد میں دیکھا جائے گا۔" محمود نے کہا۔

ادھر فرزانہ چھلانگ لگا چکی تھی۔ دوسرے پستول بردار نے اس پر گولی چلائی۔ وہ زور سے اُچھلی، گری اور لڑھکتی چلی گئی۔

"ویری گڈ۔ یہ ہوئی نا بات۔" خان رحمان نے خوش ہو کر کہا۔

"لیکن جناب۔ یہ کھیل بہت خطرناک ہے۔ دُوسرے لفظوں میں یہ موت کا کھیل ہے، گولی ان کے لگ بھی سکتی ہے۔" اکرام نے کہا۔

"تب پھر کیا کریں۔ آخر ہمیں ابا جان تک تو پہنچنا ہی ہے۔"

ادھر فاروق لڑھکنی کھا گیا۔ ایک فائر اور ہوا، فاروق اسی وقت ایک اور درخت کی اوٹ میں چلا گیا۔

درخت اس جگہ سے واقعی کافی فاصلے پر تھے، لیکن وہ بھی تو کافی لمبی چھلانگیں لگانے میں ماہر تھے۔ ایسے میں خان رحمان بولے:

"اب میری باری ہے۔"

"اور آپ کے بعد میری۔" اکرام مسکرایا۔

"آپ دونوں رہنے دیں۔ ہم ہی نبٹ لیں گے ان سے۔" محمود نے کہا۔

"نہیں بھئی۔ یہ اچھا نہیں لگتا۔" یہ کہتے ہوئے خان رحمان نے دوڑ لگا دی۔ دُشمن نے ان کا نشانہ لیا اور فائر کر دیا۔ وُہ منہ کے بل گرے۔ ان کے دل زور سے دھڑکے اور پھر انھوں نے بے ساختہ انداز میں تالیاں بجا دیں۔ خان رحمان گولی چلنے کے فوراً بعد اُٹھے اور دوڑتے ہوئے ایک درخت کے پیچھے چلے گئے۔ ساتھ ہی اکرام نے درخت کی اوٹ سے نکل کر چھلانگیں لگانے کا مظاہرہ کیا۔ ایک فائر اور ہُوا اور گولی اکرام کے گھٹنے کو چھوتی نکل گئی۔ وُہ دھڑام سے گرا، ساتھ ہی گھٹنے کو دیکھنے لگا، پھر اُٹھ کر بھاگا۔ ایک گولی اور چلی۔ وہ ایک بار پھر گرا۔ منہ سے چیخ بھی نکل گئی۔ وہ گھبرا گئے کہ شاید گولی لگ گئی، لیکن اسے تیزی سے اُٹھتے دیکھ کر ان کی جان میں جان آئی۔

گولیوں کا یہ سلسلہ تقریباً پانچ منٹ تک جاری رہا۔ اور پھر ٹرچ ٹرچ کی آواز سنائی دی۔ دشمنوں کے پاس پستول کی گولیاں ختم ہوگئیں۔

"اب تم کیا کرو گے دوستو۔ اب ہمیں کس طرح روکو گے؟"

"ہاتھوں سے۔" ان میں سے ایک نے کہا اور دونوں سامنے آ گئے۔ انھوں نے دیکھا، ان کے ایک ایک ہاتھ پر فولادی مکّے چڑھے ہوئے تھے۔ چہروں پر وحشیانہ مسکراہٹیں تھیں۔

"بچ کر تم اب بھی نہیں جا سکو گے۔"

"آؤ۔ دیکھا جائے گا۔ تم صرف دو ہو اور ہم دو سے کہیں زیادہ۔ ہمارے ساتھ تو ہوتا یہ آیا ہے کہ ہم تعداد میں ہمیشہ کم ہوتے ہیں اور دشمن بہت زیادہ۔ پھر بھی ہم ان سے مقابلہ کرتے ہیں اور ڈٹ کر کرتے ہیں۔ پھر بھلا تمھارے مقابلے میں کیوں نہیں ٹک سکیں گے اور بچ کر کیوں نہیں جا سکیں گے۔"

"ان مکّوں کو دیکھ رہے ہو۔ جس کے ایک لگ گیا۔ وہ گیا کام سے۔"

"بھائی۔ باتیں بنانے کا کیا فائدہ۔ آگے بڑھو اور کوئی کام کر کے دکھاؤ۔" فاروق نے جل کر کہا۔

دونوں تاؤ میں آ کر آگے بڑھے اور ادھر سے یہ لوگ۔ خان رحمان نے اچھل کر ان میں سے ایک کی ناک پر مکّا دے مارا۔ ادھر اس کا فولادی مکّا ان کے کندھے پر لگا، لیکن ساتھ ہی انھوں نے مکّے والے ہاتھ پر ہاتھ ڈال دیا۔ کلائی پر ہاتھ جماتے ہی انھوں نے آگے کی طرف جھٹکا دیا۔ دشمن کئی گز تک لڑکھڑاتا چلا گیا۔ ایسے میں اس کی کمر پر ایک دوہتڑ لگا۔ یہ دوہتڑ محمود نے مارا تھا، وہ منہ کے بل گرا۔ فاروق اور فرزانہ نے فوراً اس پر چھلانگیں لگائیں اور اچھل کود شروع کر دی۔

ادھر اکرام دوسرے سے بھڑ چکا تھا۔ وہ فولادی مکّا مارنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا تھا۔ اکرام نے ایک بار پیچھے ہٹ کر جو سر کی ٹکر اس کے پیٹ میں ماری، وہ دُہرا ہو گیا، لیکن نیچے سے فولادی مکّا اچھال دیا۔ یہ مکّا اکرام کو اپنی ٹھوڑی پر وصول کرنا پڑ گیا۔ بس پھر کیا تھا۔ اسے ایک زور کا چکر آیا، لڑکھڑا کر پیچھے کی طرف گرا۔ اس سے پہلے کہ دشمن اس کے اوپر چھلانگ لگاتا۔ محمود نے اپنی ٹانگ آگے کر دی۔ وہ دھڑام سے گرا۔ ادھر خان رحمان اس طرف آ گئے اور اسے ٹھوکروں پر رکھ لیا۔ ایسے میں انھوں نے ایک چیخ کی آواز سنی۔ چیخ فرزانہ کی تھی۔ وہ بوکھلا کر مڑے۔ انھوں نے دیکھا، فاروق اور فرزانہ گرے پڑے تھے اور دشمن ایک سمت میں بھاگا جا رہا تھا۔

"یہ کیسے ہوا؟" خان رحمان بولے۔

"جی بس۔ پہلے تو وہ چپ چاپ لیٹا رہا اور ہم اس پر اُچھلتے کودتے رہے، ہم یہ سمجھ بیٹھے کہ اس کے کس بل نکل چکے ہیں، لیکن دراصل ابھی اس کے کس بل باقی تھے۔ اچانک اس نے پلٹنی کھائی۔ ہم دھڑام سے گرے اور وہ یہ جا، وہ جا۔ آیندہ ہم کس بل نکلنے کے بارے میں کوئی رائے قائم نہیں کریں گے۔"

"دھت تیرے کی — یہ کام دکھایا انھوں نے" محمود نے بھنّا کر ران پر ہاتھ مارا۔

"خیر کوئی بات نہیں — اس دوسرے کو باندھ کر ڈال دو، کہیں یہ بھی موقع ملنے پر بھاگ نہ کھڑا ہو اور اب ہم یہاں نہیں ٹھہر سکتے — اب ہمیں جلد از جلد اس جگہ پہنچنا ہے — جہاں وُہ سب موجود ہیں —"

انھوں نے جلدی جلدی دشمن کو باندھا اور آگے کی طرف لپکے — اب ان کے دل پہلے کی نسبت اور بھی تیزی سے دھڑک رہے تھے —

گماٹا

انھوں نے دیکھا، ایک شخص بدحواس چہرہ لیے دوڑا چلا آ رہا تھا:

"ارے — یہ تو جمی ہے — اسے کیا ہوا؟" گماٹا بڑبڑایا۔

"دیکھو گماٹا — کیا مصیبت پیش آ گئی ہے اسے — میں صدر صاحب سے بات مکمّل کر لوں —" یہ کہہ کر وُہ آلے پر جھکا۔

"جی ہاں — خیال یہی ہے کہ وُہ مارے جا چکے ہیں — اب آپ اپنا فیصلہ سنائیے۔"

"ٹھیک ہے — ہم تینوں جاسوسوں کو فرنام بھیجنے کے لیے تیار ہیں —"

"تو پھر ہم بھی انسپکٹر جمشید کو واپس بھیجنے پر تیار ہیں۔"

"لیکن اس بات کی گارنٹی کیا ہے کہ تینوں جاسوسوں کے مُلک فرنام پہنچنے کے بعد تم انسپکٹر جمشید کو ادھر بھیج دو گے۔"

"آپ ہماری بات پر اعتبار کرنے پر مجبور ہیں —" اس

نے کہا۔

"ہوں۔ یہی بات ہے۔ اچھا تو پھر میں ایک سپیشل طیارے کے ذریعے انھیں اسی وقت بھیج رہا ہوں، وہ قریباً ایک گھنٹے تک روانہ ہو جائیں گے۔ تم اپنا کوئی آدمی تصدیق کے لیے فرنام کے ہوائی اڈے پر بھیج دو۔"

"ضرور کیوں نہیں۔ آپ فکر نہ کریں۔ وہ لوگ جونہی وہاں پہنچیں گے۔ مجھے اطلاع مل جائے گی۔"

"ویری گڈ۔ ہم منصوبے پر پوری طرح عمل کریں گے۔ لیکن اگر ہمارے ساتھ دھوکا کیا گیا تو نتائج ہولناک ہوں گے۔" صدر صاحب بولے۔

"صاحبِ صدر! آپ ہمیں دھمکیاں دینے کی پوزیشن میں نہیں ہیں، آپ کو نہیں معلوم کہ ہم کہاں سے بول رہے ہیں۔ آپ ہمارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیں گے۔"

"خیر۔ میں دیکھوں گا کہ کیا کیا جا سکتا ہے، اگر انسپکٹر جمشید بخیریت نہ پہنچے تو آپ یقیناً نقصان میں رہیں گے۔" صدر صاحب کی آواز اُبھری۔ شاید انھیں غصہ آ گیا تھا۔

"ہم جو بات کرتے ہیں، اس پر عمل بھی کرتے ہیں۔ آپ تینوں جاسوسوں کو بھیجنے کی تیاری کریں۔"

"اچھی بات ہے۔ وہ تینوں تو چار گھنٹے کے اندر وہاں

پہنچ جائیں گے۔ یہ بتائیں۔ انسپکٹر جمشید کب پہنچیں گے؟"

"ان کے وہاں پہنچنے کے صرف ایک گھنٹے بعد۔"

"ہوں۔ گویا انسپکٹر جمشید دارالحکومت سے صرف ایک گھنٹے کے فاصلے پر ہیں۔"

"ہاں! لیکن تلاش کرنے کی کوشش نہ شروع کر دیجیے گا۔ اس طرح آپ وقت ضائع کریں گے۔"

"اچھا۔" انھوں نے کہا اور اس نئی مخلوق نے آلے کا بٹن اوپر کر دیا۔ اسے اس جگہ رکھا اور پھر گماٹا کی طرف مڑتے ہوئے کہا:

"ہاں گماٹے۔ کیا بات تھی؟"

"انسپکٹر جمشید کے بچے اور دوست مرے نہیں، زندہ ہیں اور جزیرے پر اُتر چکے ہیں۔"

"تو پھر۔ تمھارے آدمی کو یہاں بھاگ آنے کی کیا ضرورت تھی، اسے چاہیے تھا، اپنے ساتھی کے ساتھ مل کر انھیں روکتا۔"

"یہ اس کوشش میں ناکام ہو گئے تھے۔ موقع پا کر ایک یہاں تک آنے میں کامیاب ہو گیا۔" گماٹا نے بتایا۔

"کیا ان کے پاس ہتھیار تھے؟" ارٹیکا نے پوچھا۔

"نہیں۔ ان کے پاس ہتھیار نہیں تھے۔ ان دونوں کے پاس پستول ضرور تھے۔" گماٹا بولا۔

"اور پھر بھی یہ انھیں نہیں روک سکے۔ انھیں تو انعام ملنا چاہیے" ارٹیکا نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"جی۔ انعام" گماٹا بوکھلا اٹھا۔

لیکن اس وقت تک ارٹیکا کا ہاتھ جیب میں رینگ کر باہر آچکا تھا۔ اس کے ہاتھ میں لکڑی کا ایک پائپ نظر آیا۔ دوسرے ہی لمحے پائپ اس کے منہ سے جا لگا۔ بھاگ کر آنے والے کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا۔ اس نے تھرتھر کانپتی آواز میں کہا:

"نن۔ نہیں۔ نن۔"

اور یہ نن اس کے منہ سے نکلنے والا آخری لفظ تھا۔ وہ دھڑام سے گرا اور ساکت ہوگیا۔ ایک سیکنڈ کے لیے بھی نہ تڑپ سکا۔ اس پائپ میں سے نکلنے والی سوئی اب اس کی پیشانی میں دھنسی ہوئی نظر آ رہی تھی۔

وہاں موجود سبھی لوگ کپکپا اٹھے۔ جو درختوں پر تھے، انھوں نے بھی یہ منظر صاف دیکھا تھا۔ اور شاید درختوں پر بیٹھے کانپ رہے تھے۔ انھوں نے اپنی زندگی میں ایک آدمی کو اس قدر جلد ختم ہوتے نہیں دیکھا تھا۔

"گماٹے۔ تمھیں اس کے مرنے کا افسوس تو ہوا ہوگا۔" ارٹیکا جذبات سے خالی آواز میں بولا۔

"نن نہیں سر۔ بالکل نہیں۔"

"اپنے درختوں والے ساتھیوں کو ہدایات دے دو۔ جونہی وہ آتے نظر آئیں۔ انھیں گولیوں سے چھلنی کر دیا جائے۔ میں انھیں صرف مردہ حالت میں دیکھنا پسند کروں گا۔"

"بہت بہتر جناب۔ ایسا ہی ہوگا۔ آپ فکر نہ کریں۔ وہ زندہ حالت میں یہاں تک نہیں آسکیں گے۔"

"اور اب ہمیں صرف انتظار کرنا ہوگا۔ چار گھنٹے بعد ہم صدر صاحب سے پھر رابطہ قائم کریں گے۔ گماٹے۔ ہم یہ چار گھنٹے کس طرح گزاریں۔"

"چار گھنٹے۔" گماٹا بڑبڑایا۔

"ہاں گماٹے۔ کوئی دلچسپ تفریح ہونی چاہیے۔ ورنہ میں بور ہو جاؤں گا۔" ارٹیکا بولا۔

"کیا آپ مچھلی کا شکار کھیلنا پسند کریں گے۔" گماٹا بولا۔

"لعنت بھیجو مچھلیوں پر، ان کے تو نام سے مجھے ابکائی آتی ہے۔"

"تب پھر۔ لانچ کی سیر کریں گے۔"

"نہیں۔ میں زندگی بھر لانچوں کی سیر ہی تو کرتا رہا ہوں۔"

"تب پھر آپ ہی بتائیے۔ اس جزیرے میں جو کچھ ہو سکتا ہے۔ وہ ہم کرنے کے لیے تیار ہیں۔"

"گماٹا۔ میں نے ایک بات سوچی ہے۔ بہت مزے دار

بات ۔"

"یہ تو اور بھی اچھی بات ہے سر ۔ جلدی بتائیے ۔"

"میں چاہتا ہوں ۔ تمھارا اور انسپکٹر جمشید کا مقابلہ کرایا جائے۔"

"جی ۔ مقابلہ ۔ میرا اور انسپکٹر جمشید کا ۔ لیکن سر ۔ ہمارا مقابلہ تو پہلے ہی ہو چکا ہے اور اس مقابلے میں انسپکٹر جمشید کو شکست ہو چکی ہے۔"

"لیکن وہ مقابلہ میرے سامنے نہیں ہوا تھا ، میں چاہتا ہوں ۔ تم انھیں میرے سامنے شکست دو۔"

"لیکن سر ۔ اگر انسپکٹر جمشید میرے ہاتھ سے مارے گئے تو آپ معاہدے پر عمل کس طرح کر سکیں گے۔" گماٹا نے اعتراض کیا۔

"تم اس کی فکر نہ کرو ۔ اپنے جاسوس تو ہم حاصل کر ہی چکے ہوں گے۔"

"ہوں ، ٹھیک ہے ۔ خیر مجھے مقابلہ کرنے میں کوئی اعتراض نہیں ۔ بشرطیکہ انسپکٹر جمشید تیار ہوں۔"

"میں کیوں تیار نہیں ہوں گا ۔ اچھا ہے ۔ وقت آسانی سے کٹ جائے گا ۔ لیکن اس سلسلے میں میری بھی ایک شرط ہے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"ضرور بتاؤ۔"

"یہ مقابلہ اس وقت تک جاری رہے گا ، جب تک کہ ہم

میں سے ایک ختم نہ ہو جائے۔"

"بات ختم ہونے کی نہیں ۔ صرف ہار جیت کی ہے ۔ اگر میں نے تمھیں زمین چاٹنے پر مجبور کر دیا تو جیت میری ہو گی اور اگر میں نہ اٹھ سکا تو تمھاری ۔"

"اور درمیان میں کوئی دخل نہیں دے گا ۔ یہ ایک آزادانہ مقابلہ ہو گا۔"

"ٹھیک ہے ۔ مجھے منظور ہے۔"

"تو پھر دونوں آمنے سامنے آ جاؤ ۔ بور نہ کرنا ۔ مقابلہ بہت دلچسپ ہونا چاہیے۔"

"کوشش تو یہی کی جائے گی ، لیکن اگر انسپکٹر جمشید چپ چاپ مار کھاتے چلے گئے تو میں کر ہی کیا سکوں گا۔"

"فکر نہ کرو ۔ ہم چپ چاپ مار کھانے والوں میں سے نہیں۔" انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔

"تو پھر آؤ ۔ میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے ۔ نہ ہم کسی ہتھیار کو کام میں لائیں گے۔" گماٹا بولا۔

"بالکل ٹھیک ۔ اگر ہتھیار کام میں لائے گئے تو مقابلہ ایک آدھ منٹ سے زیادہ جاری نہیں رہ سکے گا۔" ارٹیکا نے فوراً کہا۔

انسپکٹر جمشید اپنی جگہ سے آگے آ گئے ۔ گماٹا بھی بڑھا ۔

اب دونوں کے درمیان چند فٹ کا فاصلہ تھا۔ پہلے تو ایک دوسرے کو کئی سیکنڈ تک گھورتے رہے، پھر گماٹا بولا:

"ابھی کچھ ہی دیر پہلے تو میرے ہاتھوں سے مار کھا چکے ہو، اب کیا لڑو گے؟"

"جو بھی ہو سکا کر گزروں گا۔" انھوں نے عاجزانہ انداز میں کہا۔

"اچھا تو میں پہل کر رہا ہوں۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی گماٹا نے اپنی جگہ سے چھلانگ لگائی۔ اور تیر کی طرح ان کی طرف آیا۔ وہ یک دم ترچھے ہو گئے، لیکن اس کے باوجود گماٹا کی پیٹ میں آنے سے نہ بچ سکے ۔۔۔ دھڑام سے گرے اور گماٹا ان کے اُوپر سے گزرتا دُور چلا گیا:

"بہت خوب گماٹا۔ تم کامیاب رہے۔" اڈیکا نے بچّوں کے سے انداز میں تالی بجا دی۔

"ابھی کیا ہے سر۔ ابھی تو میں آپ کو بہت کھیل دکھاؤں گا۔"

"ویری گڈ گماٹا۔ تم جیسا کام کا آدمی مجھے نہیں مل سکتا۔"

"شکریہ جناب۔ آج میں آپ کو وہ تفریح مہیا کروں گا کہ آپ ہمیشہ یاد رکھیں گے۔"

"اور تم بھی یاد رکھو۔ میں بھی تمھیں وہ انعام دوں گا کہ یاد رکھو گے۔"

"اوہ۔ کیا واقعی؟" گماٹا خوش ہو کر بولا۔

"ہاں۔ لیکن پہلے مقابلہ۔ پھر انعام۔"

"جی ہاں، کیوں نہیں۔ ابھی لیجیے۔" گماٹا نے کہا۔ اور انسپکٹر جمشید کی طرف پلٹا۔ وہ اس وقت تک اُٹھ چکے تھے، لیکن چہرے پر شدید تکلیف کے آثار تھے۔ شاید کوئی چوٹ آ گئی تھی۔ وہ لڑکھڑاتے قدموں سے گماٹا کی طرف بڑھے۔ یہ حالت اگر محمود، فاروق اور فرزانہ میں سے کوئی دیکھتا تو کانپ اُٹھتا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے انھیں کوئی اندرونی چوٹ آئی ہے۔

"یہ تو کچھ بھی نہ ہوا گماٹے۔" اڈیکا نے حسرت زدہ لہجے میں کہا۔

"جی۔ کیا مطلب؟"

"انسپکٹر جمشید تو بس صرف ایک ہاتھ کی مار ہے۔ اس صورت میں یہ مقابلہ پُرلطف کیسے ہو گیا؟"

"ہوں۔ آپ ٹھیک کہتے ہیں، مجھے نہیں معلوم تھا۔ انسپکٹر جمشید اتنے کمزور ثابت ہوں گے کہ پہلے ہی وار میں شکست کھا جائیں گے۔ ورنہ میں اتنا زوردار حملہ نہ کرتا۔"

"خیر۔ کوشش کرو۔ یہ مقابلہ کچھ تو طویل ہو جائے۔" ارٹیکا نے کہا۔

"جی بہتر۔ اس کا تو بس یہی حل ہے کہ میں خود ہی مار کھانا شروع کروں۔"

"نہیں۔ مار کھانے کی ضرورت نہیں۔ کیوں نہ تم انسپکٹر جمشید کو صرف چپتیں لگانا شروع کر دو۔ تمھاری چپت کھا کھا کر اگر یہ گرے تو بھی کافی دیر میں گریں گے۔"

"ویری گڈ۔ ترکیب بتانا تو کوئی آپ سے سیکھے۔" گماٹا نے خوش ہو کر کہا۔ اور آگے بڑھا۔ انسپکٹر جمشید بھی اس تک پہنچ کر اس طرح کھڑے ہو گئے جیسے کہہ رہے ہوں۔ لگاؤ بھئی چپتیں۔ مجھ میں اب مقابلے کی سکت کہاں۔

گماٹا نے دایاں ہاتھ اٹھایا اور ایک چپت دے ماری، لیکن اس کا ہاتھ ان کے گال تک پہنچنے سے پہلے ہی رُک گیا۔ انسپکٹر جمشید نے اپنا بایاں ہاتھ یک دم اُوپر کر دیا تھا۔ نتیجہ یہ کہ کلائی سے کلائی ٹکرائی۔ گماٹا نے چونک کر ان کی طرف دیکھا اور پھر نہایت پھرتی سے دوسرے ہاتھ کا طمانچہ ان کے گال پر دے مارا۔ یہ طمانچہ بھی ہوا میں اٹھا رہ گیا۔ انھوں نے دایاں ہاتھ اُٹھا دیا تھا۔ ساتھ ہی وہ دونوں ہاتھ نیم دائرے کی صورت میں نیچے لائے۔

اس طرح کہ گماٹا کے ہاتھ بھی ان کے ساتھ نیچے چلے آئے، ان کے دونوں ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے اُٹھے اور ایک ساتھ گماٹا کے گالوں پر لگے۔ طمانچے لگنے کی زوردار آواز گونجی۔ یہ دیکھ کر اُرٹیکا نے ایک بار پھر تالی بجا دی:

"بھئی واہ۔ انسپکٹر جمشید میں تو ابھی زندگی موجود ہے۔ اب آئے گا مزا۔ چلو گماٹا۔ پوری طرح مقابلہ کرو۔"

گماٹا نے کوئی جواب نہ دیا۔ طمانچے کھا کر وہ تو ساکت کھڑا رہ گیا تھا:

"کیا ہوا گماٹے؟"

"مجھے آج تک کوئی شخص طمانچہ نہیں مار سکا۔" اس نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا۔

"تب تو یہ بُرا ہوا۔" ارٹیکا بڑبڑایا۔

"ہاں! اب انسپکٹر جمشید میرے ہاتھ سے زندہ نہیں بچ سکیں گے۔ آپ ان کے مُلک ان کی لاش ہی روانہ کیجیے گا۔"

"تم فکر نہ کرو۔ ہم لاش ہی بھیج دیں گے۔" اُرٹیکا نے لاپروائی سے کہا۔

گماٹا کا چہرہ اب بالکل سُرخ نظر آ رہا تھا۔ آنکھیں گویا آگ اگل رہی تھیں، یوں لگتا تھا جیسے شدید غصّے میں آ گیا ہو۔ ادھر انسپکٹر جمشید ابھی تک وہیں کھڑے تھے جہاں کھڑے کھڑے انھوں نے گماٹا کے طمانچے مارے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے وُہ حرکت کرنا ہی بُھول گئے ہوں۔

گماٹا تیزی سے ان کی طرف لپکا۔ وُہ ساکت کھڑے رہے، گماٹا کو قدرے حیرت ہوئی۔ پھر اس نے ان کا بایاں بازو پکڑ کر اُوپر اٹھایا اور دوسرے ہاتھ سے ان کی بغل میں مُکّا مارا۔ یہ وار وُہ پہلے بھی کر چکا تھا۔ بغل میں مُکّا کھا کر انسپکٹر جمشید بُری طرح اُچھلے تھے۔ اب پھر مُکّا ان کی بغل کی طرف بڑھا۔ وُہ بجلی کی طرح تڑپے ــــ اس سے پہلے کہ مُکّا ان کی بغل میں لگتا۔ ان کا مُکّا گماٹا کی ناک کی ہڈی پر لگا۔ گماٹا کا ہاتھ درمیان میں ہی رہ گیا۔ دونوں ہاتھ منہ پر رکھتا ہوا وہ نیچے بیٹھتا چلا گیا۔ انسپکٹر جمشید اگر چاہتے تو ایسے میں دو چار ہاتھ اوپر تلے اس کے جڑ دیتے۔ لیکن نہ جانے کیوں۔ انھوں نے ایسا نہ کیا۔ بس اس کے قریب کھڑے رہے:

" گماٹے۔ کیا ہوا، اُٹھ رہے ہو یا یہ مقابلہ ختم ہوا؟"

اُرٹیکا کے لہجے میں حیرت تھی۔

اچانک گماٹا اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ وہ سب اس کا چہرہ دیکھ کر چونک اُٹھے۔

انشاءاللہ

" یہ بات یاد رہے کہ گماٹا کے ساتھی درختوں پر موجود
ہوں گے اور ہمیں دور سے ہی آتے ہوئے دیکھ لیا جائے گا۔"
فرزانہ نے چلتے چلتے رک کر کہا۔

" بات تو ٹھیک ہے۔ اور اس صورت میں یہ اور بھی ٹھیک
ہے۔ جب کہ دشمنوں میں سے ایک ہمارے بارے میں بتانے
کے لیے جا چکا ہے۔" محمود بولا۔

" تب پھر۔ کیا کیا جائے۔ کیا ہم آگے نہ بڑھیں۔ اس طرح
جمشید تک کس طرح پہنچ سکیں گے۔" خان رحمان بولے۔

" دشمنوں کی نظریں اس طرف لگی ہوں گی۔ کیوں نہ ہم ایک
لمبا چکر کاٹیں اور دوسری طرف سے اس مقام کی طرف بڑھیں۔
جس جگہ سب لوگ موجود ہیں۔"

" بات تو ٹھیک ہے۔" اکرام نے فوراً کہا۔

" آخر فرزانہ کی بتائی ہوئی ہے۔ ٹھیک کیوں نہ ہو گی۔" فاروق

نے جل کر کہا۔

" تب پھر ہم یہی کریں گے۔ کم از کم اس طرح ہم آسانی
سے ان کی نظروں میں نہیں آئیں گے۔" خان رحمان بولے۔

اور وہ دائرے کی صورت میں آگے بڑھنے لگے۔ قریباً
دس منٹ تک تیز تیز چلنے کے بعد وہ اپنے اندازے کے مطابق
لانچ کے بالکل دوسری طرف پہنچ گئے اور پھر جزیرے کے اندرونی
حصے کی طرف چلے۔ یہاں تک کہ انھیں کچھ فاصلے پر لوگوں کی
موجودگی کا احساس ہوا۔ درختوں کا جائزہ لیا تو ان پر بھی دشمن
بیٹھے نظر آئے۔ اب وہ اور آگے نہیں بڑھ سکتے تھے، اگر بڑھتے
تو انھیں فوری طور پر دیکھ لیا جاتا۔

" اب کیا کریں؟" محمود نے سرگوشی کی۔

" ان لوگوں نے تو بہت پختہ انتظامات کر رکھے ہیں۔" فاروق
بھی دبی آواز میں بولا۔

" بائیں طرف مجھے گھنی جھاڑیاں نظر آ رہی ہیں۔ اگر ہم ان
جھاڑیوں میں گھس جائیں؟" فرزانہ نے سوالیہ انداز میں کہا۔

" ہاں۔ کسی کیڑے سے تو ملاقات ہو ہی جائے گی۔" فاروق
بولا۔

" تمھیں کیڑے کی پڑی ہے اور ہمیں ابا جان کی فکر ہے۔" محمود
نے برا سا منہ بنایا۔

"ان کا فکر مجھے تم سے کم نہیں۔ آؤ۔ میں ان جھاڑیوں میں سے آگے رہوں گا۔" فاروق نے تلملا کر کہا۔

ایک بار پھر انہیں ایک چھوٹا سا چکر کاٹنا پڑا۔ یہ جھاڑیاں دور تک پھیلی ہوئی تھیں اور اس جگہ سے بہت پہلے ہی رع ہو گئی تھیں جہاں درختوں پر دشمن موجود تھے۔ لہذا ان ڑیوں میں گھسنے کے بعد وہ درختوں سے آگے نکل سکتے تھے اور وہ چاہتے تھے۔

جھاڑیوں میں گھسنا بھی دل گردے کا کام تھا۔ ان میں ریلے کیڑوں سے بھی ملاقات ہو سکتی تھی۔ اور وہ انہیں ت سے بھی دو چار کر سکتے تھے۔ لیکن مرتے کیا نہ کرتے، ڑیوں میں گھسنا ہی پڑا اور پھر آواز پیدا کیے بغیر آگے بڑھنا آسان کام نہیں تھا۔ کئی جگہ انہیں سینے کے بل رینگنا پڑا۔ کئی جگہ قدرے اوپر اٹھ کر، یہاں تک کہ وہ درختوں کے نے سے آگے نکل آئے۔ اب وہ جھاڑیوں کے بھی سرے پر پہنچ ئے اور آگے بڑھنے کا کام رک گیا۔ انھوں نے اپنے سامنے حیرت انگیز منظر دیکھا۔ درختوں کے درمیان میں گمٹا ایک ب وغریب شکل صورت والے آدمی کے ساتھ کرسی پر بیٹھا تھا، ا کے ماتحت دائیں بائیں کھڑے تھے۔ پھر انھوں نے گمٹا اٹھتے دیکھا۔ وہ ایک سمت میں بڑھا۔ اب انھوں نے دیکھا،

وہ تو ان کے والد کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ایک منٹ بعد ان کی سمجھ میں یہ بات آ چکی تھی کہ دونوں کے درمیان مقابلہ ہو رہا ہے۔ ایک ہولناک مقابلہ، وہ کانپ کر رہ گئے۔ کیونکہ پہلے بھی مقابلہ ہو چکا تھا:

"اب۔ اب۔ ہم کیا کریں؟" محمود نے بے چین ہو کر سرگوشی کی۔

"مصیبت یہ ہے کہ چاروں طرف دشمن موجود ہیں۔ درختوں پر بھی۔ جونہی ہم جھاڑیوں سے نکلیں گے، ہم پر گولیاں برسا دی جائیں گی۔" فرزانہ نے منہ بنایا۔

"ہاں۔ یہ تو ہے، لیکن ہم ان حالات میں ہاتھ پر ہاتھ دھر کر تو بیٹھ نہیں سکتے۔ کچھ نہ کچھ تو کرنا ہو گا۔" فاروق نے کہا۔

"کیوں نہ ہم تیل دیکھیں اور تیل کی دھار دیکھیں۔" خان رحمان نے دبی آواز میں کہا۔

"انکل۔ تیل اور تیل کی دھار یہاں کہاں؟" فاروق نے حیران ہو کر پوچھا۔

"فاروق کی مجھے یہی بات پسند ہے۔ حالات خواہ کچھ بھی کیوں نہ ہو۔ یہ اپنی شگفتہ باتوں کی شمع جلائے رکھتا ہے۔" خان رحمان مسکرائے۔

"ان تاریک جھاڑیوں میں شمع کی ضرورت بھی تو ہے انکل۔" فاروق بولا۔

"ہاں۔ واقعی۔ ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ کیوں نہ ہم اس مقابلے کا انجام دیکھ لیں۔ اور اس کے بعد کوئی قدم اٹھائیں۔"

"چلیے یونہی سہی، لیکن نہ جانے کیوں۔ اس گماٹا کے بچّے سے مجھے ڈر سا لگتا ہے۔" فرزانہ بولی۔

"یہ بزدلی کی پہلی نشانی ہے کہ کسی کو صرف دیکھ کر ڈر محسوس ہونے لگے۔" فاروق نے فوراً کہا۔ خان رحمان، محمود اور اکرام مسکرانے لگے۔

"پہلی لڑائی میں ابا جان اس کے لڑنے کے انداز سے بالکل ناواقف تھے، اس لیے چوٹ کھا گئے، لیکن میرا خیال ہے۔ اب وہ جم کر لڑیں گے اور گماٹا کے مقابلے میں کمزور نہیں پڑیں گے۔" محمود نے پُرامید لہجے میں کہا۔

"انشاء اللہ۔" ان کے منہ سے نکلا، ساتھ ہی ان کی نظریں لڑنے والوں پر جم گئیں۔

○

گماٹا کی ناک سے بہنے والے خون نے اس کے چہرے کو

حد درجے خوفناک بنا دیا۔ وہ اٹھتے ہی تیر کی طرح ان پر آیا اور انھیں لپیٹ میں لیتا نیچے گرا۔ انھیں یوں لگا جیسے کسی ہزار پا نے انھیں دبوچ لیا ہو۔ نیچے سے نکلنے کے لیے بہت زور لگایا، لیکن یہ ممکن نہ ہوا، ادھر گماٹا کے دونوں ہاتھ ان کی گردن پر آ کر جم گئے اور گماٹا اپنی پوری طاقت گویا بازوؤں میں لے آیا۔ ساتھ ہی وہ ہنسا:

"کیا کہا تھا مسٹر ارٹیکا آپ نے۔ کیا یہ مقابلہ ختم ہوا۔ جی نہیں مقابلہ ابھی باقی ہے؛ البتہ اب ختم ہونے کے قریب ہے، بس ایک منٹ کی بات ہے۔ زیادہ سے زیادہ دو منٹ کی۔ اور بھی محتاط اندازہ لگا لوں تو تین منٹ۔ بس۔ اس سے زیادہ ہرگز نہیں۔ تین منٹ بعد لڑائی کا فیصلہ ہو جائے گا اور آپ مجھے انعام سے نوازیں گے۔"

"ہاں ضرور۔ کیوں نہیں گماٹے۔ بہت خوب۔ تمھارے داؤ پیچ دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہو رہی ہے۔ یہ وہ شخص ہے، جس نے اس دنیا کے بڑے بڑے مجرموں کے چھکے چھڑا دیے۔ انھیں چھٹی کا دودھ یاد دلا دیا۔ بلکہ اکثر تو دوسری دنیا کو سدھار گئے۔ آج یہ تمھارے نیچے دبا ہوا ہے اور نکل نہیں پا رہا۔ آج اس کی شکست کا دن ہے۔ کاش یہ منظر دیکھنے کے لیے اس کے بچّے بھی یہاں موجود ہوتے۔ کیوں بھئی۔ کیا تم آس پاس

ہی کہیں موجود ہو۔" یہ کہتے ہوئے اس نے پہلے تو چاروں طرف نظریں دوڑائیں اور پھر اس کی آنکھیں جھاڑیوں میں گویا اٹک کر رہ گئیں۔

"درختوں پر سے چار آدمی نیچے اتر آئیں اور ان جھاڑیوں کو کھنگال ڈالیں۔ جہاں کہیں ان کی موجودگی کا شبہ ہو۔ وہاں بے دھڑک گولیاں چلا دیں۔ اجازت ہے۔"

اس حکم کی دیر تھی۔ فوراً ہی چار آدمی درختوں سے اُترنے لگے۔ اور پھر انھوں نے مناسب اونچائی سے نیچے چھلانگیں لگا دیں۔ ان کے ہاتھوں میں بڑے سائز کے پستول تھے۔ پستولوں کا رُخ جھاڑیوں کی طرف تھا۔ اور ادھر لڑائی زوروں پر تھی، ٹھیک دو منٹ بعد انسپکٹر جمشید کے جسم کو ایک زور دار جھٹکا لگا، جھرجھری سی پیدا ہوئی اور پھر ان کا سر ایک طرف کو ڈھلک گیا:

"لیجیے۔ مسٹر ارڈیکا۔ انسپکٹر جمشید تو گئے۔" گماٹا نے ہاتھ ہٹائے بغیر کہا۔

"اوہ نہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔"

"جی کیا مطلب۔ کیا نہیں ہو سکتا؟"

"انسپکٹر جمشید اور اتنی آسانی سے تمھارے ہاتھوں ہلاک ہو جائیں، یہ نہیں ہو سکتا۔"

"آپ گماٹا کو کیا سمجھتے ہیں جناب۔"

"ہوں۔ خیر۔ اگر یہ ختم ہو چکے ہیں تو ابھی تک گردن کیوں دبوچے ہوئے ہو؟"

"مکمل طور پر خاتمے کے لیے۔ ان میں کوئی سانس باقی نہ رہ جائے۔ لیجیے۔ اب مجھے سو فیصد یقین ہے، یہ مکمل طور پر چکے ہیں۔" یہ کہتے ہوئے اس نے گردن پر سے ہاتھ ہٹا لیے اور اٹھ کھڑا ہوا، ایک نظر انسپکٹر جمشید کے ساکت جسم پر ڈالی اور پھر ارڈیکا کی طرف مڑا:

"لائیے میرا انعام۔"

"گماٹا۔ تمھارے لیے ایک ہیرا میرے پاس ہے۔ اور وہ ہیرا بڑے سے بڑا بادشاہ بھی خریدنے کی ہمت نہیں کر سکتا۔ دُنیا میں میں نے کوہِ نور ہیرے کا بہت ذکر سُنا ہے، لیکن اگر میرے اس ہیرے کے سامنے اسے رکھ دیا جائے تو کوہِ نور ہیرے کی چمک ماند پڑ جائے گی۔ میں اگر اسے اس کے خول سے نکال کر یہاں رکھ دوں تو ابھی پورا جزیرہ روشن ہو جائے۔ ہم نے جو مشعلیں جلا رکھی ہیں، یہ اندھی ہو جائیں۔ کیا خیال ہے۔ تم ابھی لینا پسند کرو گے یا پھر کسی وقت۔"

"جی نہیں۔ میرا انعام آپ اسی وقت دے دیں۔"

"اچھی بات ہے۔"

آرٹیکا نے کہا، جیب میں ہاتھ ڈالا اور پھر لکڑی کا ننھا سا بکس اس کے ہاتھ میں نظر آیا، جونہی اس نے بکس کو کھولا۔ نیلے رنگ کی روشنی پورے جزیرے پر پھیل گئی۔ ہر چیز نیلی نظر آنے لگی۔ جزیرے پر موجود لوگوں کے جسم بھی نیلے ہو گئے۔

"یہ لو گماٹا۔ تم بھی کیا یاد کرو گے۔ یہ ہیرا بھی اس دنیا کا ہیرا نہیں ہے۔" آرٹیکا نے کہا۔

"آپ نے یہ بھی کا لفظ کیوں بولا۔ کیا آپ خود بھی اس دنیا کے آدمی نہیں ہیں؟" گماٹا نے چونک کر کہا۔

"اس بات کو چھوڑو۔ انعام حاصل کرو۔ یہ مقابلہ امید سے بہت جلد ختم ہو گیا۔ گماٹے۔ ابھی ہمیں بہت وقت گزارنا ہے۔ اب کیا کریں؟"

"گماٹا اس وقت تک ہیرا لینے کے لیے آگے بڑھ چکا تھا، ہیرا ہاتھ میں لے کر وہ الٹے قدموں واپس مڑا۔ یعنی اس کا منہ ارٹیکا کی طرف ہی تھا۔ اچانک ایک شور گونجا، لیکن اس سے پہلے کہ گماٹا شور کی وجہ جان سکتا، دو پیر اس کی کمر پر اس زور سے لگے کہ وہ کئی فٹ دور جا کر گرا اور اس بری طرح گرا کہ اٹھ بھی نہ سکا، اٹھنے کی کوشش کی اور پھر گر گیا۔ اس وقت تک انسپکٹر جمشید اس کے سر پر پہنچ چکے

تھے۔ ان کے پاؤں کی ٹھوکر پوری قوت سے اس کے سر سے ٹکرائی۔ گماٹا کے منہ سے نکلنے والی چیخ لرزا دینے والی تھی۔ وہ فوری طور پر ساکت ہو گیا۔ لیکن انسپکٹر جمشید اس پر کیسے یقین کر لیتے؛ چنانچہ دوسری ٹھوکر انھوں نے اس کی پسلیوں میں دی۔ ایک بار پھر گماٹا چیخا۔ اور وہ مسکرا اٹھے۔ گویا گماٹا واقعی مکر کر رہا تھا۔

"صرف تم ہی سانس نہیں روک سکتے۔ اس فن کا میں بھی ماہر ہوں اور میں ہی نہیں، انسپکٹر کامران مرزا بھی اپنا جواب نہیں رکھتے۔ لہٰذا یہ کس طرح ہو سکتا تھا کہ میں تین منٹ میں ہی دم توڑ جاتا۔" ان کے الفاظ بے ہوش ہوتے ہوئے گماٹا کے کانوں میں پڑے، اس حالت میں بھی اس کی آنکھوں میں حیرت نظر آئی اور پھر آنکھیں بند ہو گئیں۔ انسپکٹر جمشید نے جھک کر ہیرا اٹھا لیا جو اس کے ہاتھ سے نکل کر نزدیک ہی گر گیا تھا:

"یہ ہیرا اب میرا ہے۔ کیوں مسٹر آرٹیکا؟"

"ہاں۔ میں نے تمھارے بارے میں جیسا سنا تھا، اس سے بڑھ کر پایا، گماٹا کو شکست دینا تمھارا ایک ایسا کارنامہ ہے۔ جسے میں ساری زندگی فراموش نہیں کر سکوں گا۔ کیونکہ گماٹا ایک ایسا لڑاکا اور ایسا تیز طرار اور ذہین ترین آدمی ہے جس نے

آج تک کسی سے شکست نہیں کھائی۔ نہ ہاتھوں پیروں کی جنگ میں اور نہ ذہنی جنگ میں۔ ذہانت کے لحاظ سے فاتح اب بھی گماٹا ہے۔ کیونکہ یہ اسی کی ترکیب تھی کہ تم اس جزیرے پر نظر آ رہے ہو۔ ہاں جسمانی طور پر تم ضرور اس پر فتح پا چکے ہو۔"

"لیکن میں اسے اپنی فتح نہیں سمجھتا۔ یہ گماٹا کی خوش فہمی تھی جس نے اسے شکست سے دوچار کیا۔ میں تو بالکل بے بس ہو گیا تھا۔ اور کسی طرح بھی اس کے نیچے سے نکل نہیں پایا تھا۔"

"تم کچھ بھی کہو۔ میرے نزدیک کامیاب تم ہی ہوئے ہو، لیکن تم اس ہیرے کا کیا کرو گے۔ تم یہاں سے زندہ واپس نہیں جا سکو گے۔"

"کیوں۔ کیا تینوں جاسوسوں کے ملک فرنام پہنچنے کے باوجود تم مجھے نہیں جانے دو گے۔"

"نہیں بھئی۔ میں نہیں چاہتا تم میرے پروگرام میں بھی رکاوٹ بنو۔"

"اگر میں رکاوٹ نہ بن سکا تو میرے بچے بنیں گے، انسپکٹر کامران مرزا اور ان کے بچے رکاوٹ بنیں گے۔" وہ بولے۔

"انھیں بھی دیکھ لیا جائے گا۔ تمھارے بچے تو پہلے ہی

جزیرے پر آ چکے ہیں اور کسی وقت بھی ہمارے قبضے میں آنے والے ہیں۔ باقی رہے انسپکٹر کامران مرزا اور ان کے بچے۔ تم سے فارغ ہو کر ہم انہی کا رُخ کریں گے۔"

"کیا تم واقعی اس دُنیا کی مخلوق نہیں ہو؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"کیا تم نے مجھ جیسی شکل صورت کا آدمی اس دُنیا میں کہیں دیکھا ہے۔" اڑیکا نے ہنس کر جواب دیا۔

"ابھی تک نہیں، لیکن یہ میک اپ بھی تو ہو سکتا ہے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

اڑیکا کی آنکھوں میں حیرت کے آثار اُبھرے۔ اس نے چونک کر کہا:

"کیا کہا۔ میک اپ۔ جس طرح تم اس وقت لی کاف کے میک اپ میں ہو۔"

"ہاں۔ بالکل۔" وہ بولے۔

"تمھارا خیال غلط ہے۔ میں میک اپ میں نہیں ہوں۔ اپنی اصل شکل صورت میں ہوں۔"

"تب پھر تمھارا تعلق کون سے سیارے سے ہے، کیا زمین کے علاوہ کسی اور سیارے پر بھی کوئی مخلوق آباد ہے۔ اگر ہے تو تمھیں ہماری زمین سے کیا دشمنی۔ یہاں کیوں توڑ پھوڑ مچانے چلے آئے ہو۔"

"ہمارے سیارے پر زمین تنگ ہو گئی ہے۔ آبادی اس قدر
بڑھ گئی ہے کہ جگہ نہیں رہی ۔ لہذا ہم نئی زمینوں کی تلاش
میں نکلے ہیں ۔ اس تلاش کے نتیجے میں ہمیں سب سے زیادہ
پسند یہ دُنیا آئی ہے ۔ ہمارے سیارے کی قریباً نصف آبادی کے
لیے یہ زمین کافی ہو جائے گی۔"

"اور اس دُنیا کی آبادی کا کیا بنے گا؟"

"اسی مسئلے کے حل کے لیے تو مجھے بھیجا گیا ہے۔"

"تو اس کے لیے لی کاف وغیرہ کی کیا ضرورت پڑ گئی۔"
انسپکٹر جمشید حیران ہو کر بولے۔

"دنیا کی آبادی کو کسی ایسے طریقے سے ختم کرنا ہے کہ
آبادی بھی ختم ہو جائے اور جراثیم بھی نہ پھیلیں۔ آخر کو ہمیں آ
کر یہاں رہنا ہے۔"

"اور لی کاف وغیرہ تمہاری کیوں مدد کرنے لگے۔ وہ بھی تو اسی
زمین پر رہتے ہیں۔"

"وہ ہمارے سیارے پر جا کر بڑے بڑے عہدوں پر رہیں گے۔"

"اوہ۔" انسپکٹر جمشید نے کہا اور پھر گماٹا کے آدمیوں کی طرف
دیکھتے ہوئے بولے:

"تم نے سُنا ۔ مسٹر اُڈیکا نے کیا کہا ہے ۔ یہ سب کچھ اس
دنیا کی آبادی کو ختم کرنے کا چکر ہے ۔ ہم اور تم تہس نہس کر

دیے جائیں گے ۔ تہس نہس ہونے والوں میں تم بھی شامل ہو
گے اور ان حالات میں بھی تم مسٹر اڈیکا کا ساتھ دے رہے ہو۔"
انسپکٹر جمشید نے روانی کے عالم میں کہا۔

"اوہ!" ان میں سے اکثر کے منہ سے نکلا۔

"ہاں ۔ سوچ لو ۔ سمجھ لو ۔ اگر تمہیں زندہ بھی چھوڑا گیا ۔ تو
بھی غلاموں کی طرح زندہ رہو گے۔ تو پھر کیوں نہ ۔ اپنی زمین پر
ان لوگوں کو نہ آنے دیا جائے ۔ انھیں زمین سے باہر دھکیل دیا
جائے۔"

"لل ۔ لیکن ہم انھیں زمین سے باہر کس طرح دھکیل سکیں گے؟"
گماٹا کے ایک ساتھی نے حیران ہو کر کہا۔

"اڈیکا کو پکڑ لو ۔ اسے واپس اپنے سیارے پر نہ جانے دو،
یہی تمہاری جیت ہے ۔ پھر ہم اس سیارے پر حملے کر دیں گے۔"

"جی کیا فرمایا ۔ سیارے پر حملہ کر دیں گے۔" ان میں سے
ایک نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں ۔ کیا تمہیں یہ کام مشکل نظر آتا ہے۔" وہ حیران ہو گئے۔

"مشکل نہیں ۔ ناممکن۔" دوسرے نے کہا۔

"اسے ممکن میں بناؤں گا ۔ تم پہلا کام یہ کرو کہ اُڈیکا کو
پکڑ لو۔"

گماٹا کے ساتھی سوچ میں پڑ گئے ۔ اُڈیکا کے الفاظ انھوں

نے خود سنے تھے اور انھیں جھٹلایا نہیں جا سکتا تھا۔

" لیکن ہم مسٹر ارٹیکا کو کس طرح پکڑیں۔ جب کہ مسٹر گماٹا جیسے ان سے خوف زدہ نظر آتے رہے ہیں۔"

" ہوں ۔ ہمت کرو ہمت۔ یا پھر غلام بننا قبول کر لو۔"

" پہلے آپ اس کی طرف بڑھیں، پھر ہم قدم اٹھائیں گے۔"

" اچھی بات ہے، لیکن اس سے پہلے اپنے ان ساتھیوں کو واپس بلا لو۔ جو جھاڑیوں میں گئے ہیں۔"

" ٹھیک ہے۔ ہم انھیں ابھی بلا کر لاتے ہیں۔" ان میں سے ایک نے کہا اور اپنے ایک ساتھی کو لے کر جھاڑیوں کی طرف بڑھا:

" یہ تم کیا کر رہے ہو۔ گماٹا ابھی مرا نہیں، زندہ ہے۔ گویا تم گماٹا سے غداری کر رہے ہو۔ یاد رکھو، یہ غداری تمھیں بہت مہنگی پڑے گی۔"

انھوں نے جیسے ارٹیکا کے الفاظ سنے ہی نہیں۔ جھاڑیوں کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ ارٹیکا کے چہرے پر سلوٹیں پڑ گئیں۔ وہ کرسی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا، اس کا ہاتھ جیب میں رینگ گیا، ہاتھ واپس آیا تو اس میں وہی پائپ تھا:

" ہوشیار۔ بچو۔" انسپکٹر جمشید چلائے اور پھر خود ارٹیکا کی طرف لپکے۔ لیکن اس وقت تک وہ دو مرتبہ پھونکیں مار چکا تھا۔ جھاڑیوں کی طرف بڑھتے ہوئے دونوں آدمی اوندھے منہ

گرے اور ساکت ہو گئے۔ اس منظر نے باقی لوگوں کو لرزا دیا۔ پھر وہ غصے میں بھر کر ارٹیکا کی طرف دوڑے۔ اس وقت تک انسپکٹر جمشید اس کے بالکل نزدیک پہنچ چکے تھے۔ ادھر اس نے اپنا منہ ان کی طرف کر دیا۔ وہ یک دم نیچے گرے اور لڑھکنی کھا گئے۔ سوئی ان کے اوپر سے گزر گئی۔ لڑھکتے ہوئے بھی وہ ارٹیکا کی طرف بڑھے اور دونوں ٹانگیں اس کے سینے پر دے ماریں۔ ارٹیکا لڑکھڑا گیا، لیکن فوراً سنبھل گیا اور ان کی ایک ٹانگ پکڑ لی۔ انھیں ایک زور دار جھٹکا لگا۔ پورا جسم جھنجھنا اُٹھا۔ اُلٹ کر گرے۔ گر کر جو اُٹھے تو ارٹیکا غائب تھا۔ انھوں نے گماٹا کے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔ وہ جھاڑیوں کی طرف دیکھ رہے تھے۔ گویا ارٹیکا جھاڑیوں میں گھس گیا تھا۔ وہ جھاڑیوں کی طرف لپکے۔ اور بے تحاشہ ان میں بڑھتے چلے گئے۔

دو دو ہاتھ

لڑائی کا منظر حد درجے ہولناک تھا اور وہ ایک سیکنڈ کے لیے بھی اس پر سے نظریں نہیں ہٹا رہے تھے، لیکن جب انھوں نے گماٹا کے چار ساتھیوں کو جھاڑیوں کی طرف پستول لیے بڑھتے دیکھا تو پیچھے ہٹنا ہی پڑا۔

"مجھے ان چاروں پر بے تحاشہ غصّہ آ رہا ہے۔ جی چاہ رہا ہے، انھیں کچا ہی چبا جاؤں۔" فاروق منمنایا۔

"جانے دو۔ پیٹ میں گڑ بڑ کریں گے۔" محمود بولا۔

"دیکھو نا۔ انھوں نے ہمیں یہ بھی نہیں دیکھنے دیا کہ اس مقابلے کا انجام کیا ہوتا ہے۔"

"یہ ان کا نہیں۔ اس نئی مخلوق کا منصوبہ ہے۔ نہ جانے اس نے کس طرح یہ بات بھانپ لی کر ہم جھاڑیوں میں چھپے ہوئے ہیں۔"

"خیر۔ اس سے بھی سمجھیں گے۔ فکر نہ کرو۔ پہلے تو ان

چار سے نبٹنا ہے۔"

"اللہ مالک ہے۔" اکرام بڑبڑایا۔

پیچھے ہٹتے ہوئے وہ اور بھی زیادہ گھنے حصّے میں آ گئے۔

"بس یہی جگہ مناسب ہے۔" خان رحمان نے سرگوشی کی۔

"جی۔ کس بات کے لیے؟"

"بھئی ان لوگوں سے آخر دو دو ہاتھ تو کرنا ہی ہوں گے۔"

"تو آپ کے خیال میں یہ جگہ دو دو ہاتھ کرنے کے لیے مناسب ہے؟"

"ہاں۔ بلکہ مناسب ترین۔" انھوں نے کہا۔

"تب پھر ٹھیک ہے۔ اس وقت فوج کی کمان آپ کے ہاتھ میں ہے۔" محمود مسکرایا۔

خان رحمان اور اکرام ایک طرف اور وہ تینوں دوسری طرف دبک گئے۔ آنے والے دشمن چار تھے۔ انھیں ایک ہی وقت میں چاروں سے نبٹنا تھا۔ جب کہ ان کے پاس پستول بھی تھے۔ اس وقت انھوں نے قدموں کی آواز سن لی۔ اگرچہ آنے والے دبے پاؤں آ رہے تھے، لیکن ادھر بھی فرزانہ ان کے ساتھ تھی۔ اس نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر انھیں ہوشیار ہو جانے کا اشارہ کر دیا۔ اور پھر دشمن انھیں نظر آنے لگے۔ جونہی وہ ان سے ایک قدم آگے نکلے۔ خان رحمان،

اکرام ، محمود اور فاروق نے بیک وقت ان پر حملہ کر دیا —
ان کے سروں کی ٹکریں پوری قوت سے ان کی کمروں پر لگیں،
وہ اوندھے منہ گرے — بس پھر کیا تھا — وہ انھیں چھاپ بیٹھے :

" پستول جمع کرنا میرے ذمے رہا " فرزانہ مسکرائی ۔

" ہو ہی کام چور " فاروق جل کر بولا ۔

اتنی دیر میں خان رحمان اپنے شکار کا پستول چھین چکے
تھے — ساتھ ہی انھوں نے پستول کا دستہ اس کے سر پر
دے مارا — اس کے حلق سے ہلکی سی چیخ نکلی اور وہ بے سُدھ
ہو گیا —

" یہ لو فرزانہ پہلا پستول " خان رحمان بولے ۔ پستول فرزانہ
کی طرف اُچھالا اور حالات کا جائزہ لیا ۔ اکرام ، محمود اور فاروق
کسی کو بھی مدد کی ضرورت نہیں تھی — وہ بھی پستولوں پر قبضہ
جما چکے تھے — جلد ہی چاروں شکار بے ہوش پڑے نظر آئے ۔

" اب ان کا کیا کیا جائے — ہوش میں آ کر یہ ہمارے
لیے پریشانی کا باعث بن سکتے ہیں ، ہمیں ابھی لڑائی کا نتیجہ
بھی دیکھنا ہے ۔"

" تو پھر ان کے ایک ایک دستہ اور رسید کر دینا چاہیے —
تاکہ جلد ہوش میں آنے کا امکان نہ رہے "

" ہوں ٹھیک ہے " خان رحمان بولے اور فرزانہ کے ہاتھ

سے ایک پستول لے کر آگے بڑھے — چار مرتبہ ان کا ہاتھ سر سے
بلند ہوا اور پھر کھٹ کھٹ کی آوازیں اُبھریں —

" آؤ چلیں — ذرا دیکھیں ، گماٹا اور جمشید کس مرحلے میں ہیں "

" اللہ اپنا رحم فرمائے — مرحلہ خطرناک ہی لگتا ہے — یہ
گماٹا میری سمجھ میں تو آیا نہیں " فاروق بولا ۔

" اور میری سمجھ میں وہ نئی مخلوق نہیں آئی — آخر وہ کیا
بلا ہے " فرزانہ نے مُنہ بنایا ۔

اب وہ پھر اس سمت میں چلے جہاں لڑائی ہو رہی تھی،
لیکن ابھی سرے تک نہیں پہنچے تھے کہ دوڑتے قدموں کی آواز
سنائی دی — وہ ٹھٹک گئے — اب ایک ایک پستول ان کے
ہاتھ میں تھا — اچانک وہ حیرت زدہ رہ گئے — نئی مخلوق دوڑتی
ہوئی ان کی طرف آ رہی تھی —

" ارے یہ کیا " خان رحمان کے منہ سے سرگوشی کے انداز
میں نکلا ، پھر انھوں نے سوچے سمجھے بغیر اس کی ٹانگوں پر
فائر کر دیا — پستول بے آواز تھا — انھوں نے صاف محسوس کیا کہ
خان رحمان کا نشانہ نہیں چوکا تھا ، لیکن اس کے باوجود وہ عجیب
آدمی دوڑا چلا آ رہا تھا — گویا گولی نے اس کا کچھ نہیں بگاڑا
تھا :

" انکل — اس کے سینے پر فائر کریں " فرزانہ چلائی — اس کی

آواز کیا بلند ہوئی ۔ ارٹیکا چونک اٹھا، لیکن رکا نہیں ۔ اب خان رحمان نے ہی نہیں ۔ باقی تین نے بھی ایک ساتھ اس پر فائر کیے ۔ لیکن وہ بڑے سکون سے دوڑتا ہوا ان کے پاس سے نکلنے لگا ۔ یہ دیکھ کر محمود بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا ۔ اور اس کی ٹانگ باہر نکل آئی ۔ آرٹیکا محمود کی ٹانگ سے بے خبر تھا، لہذا منہ کے بل گرا ۔ بس پھر کیا تھا ۔ محمود نے اس کے اوپر چھلانگ لگا دی، لیکن پھر بُری طرح اُچھلا اور کئی فٹ دُور جھاڑیوں میں جا گرا ۔ خان رحمان یہ دیکھ کر فوری طور پر حرکت میں آئے اور اس پر چھلانگ لگا دی ۔ وہ بھی بالکل محمود کے انداز میں اُچھلے ۔ نہ جانے وُہ نیچے لیٹا ہی لیٹا کیا گُر استعمال کرتا تھا ۔ اکرام، فاروق اور فرزانہ جو اس کی طرف لپک چکے تھے، ٹھٹک کر رُک گئے ۔ انہیں اور تو کچھ نہ سوجھا ۔ دوڑ کر اس کے پاس سے آگے نکل گئے اور اس کے سامنے جا کر کھڑے ہو گئے ۔ اتنے میں ارٹیکا اُٹھ چکا تھا، اپنے سامنے ان تینوں کو دیکھ کر وُہ طنزیہ انداز میں مسکرایا اور پھر آگے بڑھا ۔ گولیاں اس پر اثر نہیں کر رہی تھیں ۔ خان رحمان اور محمود کا حشر وُہ دیکھ چکے تھے، ان حالات میں ان کے ہاتھ پیر پھول جانا لازمی تھا، لیکن وہ ذرا بھی نہ گھبرائے اور دیوار بن کر کھڑے ہو گئے ۔

"تم اس دُنیا کے تو لگتے نہیں؟" فارُوق حیران ہو کر بولا۔

"ہاں ۔ تمہارا اندازہ درست ہے ۔ میرے راستے سے ہٹ نہ گئے تو بہت دُور جا کر گرو گے۔" اس نے قدم آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

"یہی اچھا ہے کہ ہم بہت دُور جا گریں ۔ ہمارے انکل خان رحمان اور محمود ہمیں طعنہ تو نہیں دے سکیں گے۔"

"اچھا تو یہ لو۔" یہ کہہ کر اس نے دونوں ہاتھ مُکوں کی شکل میں ان کی طرف اچھال دیئے ۔ فاروق اور فرزانہ فوری طور پر اِدھر اُدھر ہو گئے ۔ اکرام ان کے درمیان میں تھا ۔ ایک مُکا اسے وصول کرنا ہی پڑ گیا ۔ وُہ اچھل کر گرا۔ اسے یُوں لگا جیسے لوہے کا مُکا ٹھوڑی پر لگا ہو ۔ ادھر فرزانہ نے لوٹ لگائی اور اس عجیب آدمی کی ٹانگوں میں ٹانگ اڑا دی ۔ ایک بار پھر وُہ لڑکھڑا گیا ۔ فاروق فوراً حرکت میں آیا اور پیروں کی بجائے اس کے سر کی طرف جھپٹا ۔ اس نے پیر کی ٹھوکر اس کے سر پر رسید کی ۔ ساتھ ہی اس کے منہ سے چیخ نکل گئی ۔ وُہ پیر پکڑ کر بیٹھ گیا ۔ اب وُہ پھر اُٹھا اور آگے کی طرف بھاگا ۔ اتنی دیر میں خان رحمان، محمود اور اکرام اُٹھ چکے تھے ۔

اب وُہ سب اس کے پیچھے دوڑے ۔ دو منٹ بعد وُہ

جھاڑیوں سے باہر تھے اور پھر سب کے سب ٹھٹھک کر رُک گئے۔
خود اُرٹیکا بھی چونک کر رُکا تھا۔
انسپکٹر جمشید اس سے کچھ ہی فاصلے پر کھڑے تھے۔ ان
کے چہرے پر ایک دِل کش مُسکراہٹ ناچ رہی تھی۔

○

"یہ بات میں پہلے ہی سمجھ چکا تھا کہ تم لوگ جھاڑیوں
میں چھپے ہوئے ہو۔ چار آدمی جب تمہاری طرف بھیجے گئے تو
میں نے اندازہ لگا لیا کہ ان چاروں کے لیے تم بہت کافی
ثابت ہو گے اور آسانی سے ان پر قابو پا لو گے، پھر جب
اُرٹیکا نے جھاڑیوں کا رُخ کیا تو مجھے ایک منٹ کی دیر ہو
چکی تھی؛ چنانچہ میں جھاڑیوں میں گھسنے کی بجائے جھاڑیوں کے
ساتھ ساتھ دوڑتا ہوا ادھر آ گیا، کیونکہ میں جانتا تھا۔ تم لوگ
مل کر کچھ دیر کے لیے تو اسے اُلجھا ہی لو گے۔ اگر تم
جھاڑیوں میں نہ ہوتے تو اُرٹیکا نکل گیا تھا۔"
"اُرٹیکا۔ یہ اس کا نام ہے؟"
"ہاں۔" وہ بولے۔
"میں اب بھی نکل جاؤں گا انسپکٹر جمشید۔ تم مجھے روک

نہیں سکو گے۔" اُرٹیکا بولا۔
"لیکن میں حیران ہوں۔ تم بھاگے کیوں جا رہے ہو۔ جب کہ
تم اس قدر طاقت ور ہو کہ ہم سب سے نبٹ سکتے ہو، پھر
بھلا بھاگنے کی کیا ضرورت ہے؟" انسپکٹر جمشید بولے۔
"گماٹا کے ساتھیوں کو تم میرے خلاف کر چکے ہو۔ گماٹا
بُری طرح زخمی ہو چکا ہے۔ میں اکیلا رہ گیا ہوں۔ ان حالات
میں بھاگ نکلنے کے سوا کر ہی کیا سکتا ہوں۔"
"لیکن میں تمہیں بھاگنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔" انسپکٹر
جمشید بولے۔
"کوئی بات نہیں۔ مجھے تمہاری اجازت کی ضرورت نہیں۔"
اس نے بھی ہنس کر کہا۔ پھر ایک جھپٹ لگائی اور انسپکٹر جمشید
کے پاس سے نکل جانا چاہا، لیکن اسی وقت انسپکٹر جمشید
حرکت میں آئے اور اس کے راستے میں آ گئے۔ دونوں زور
سے ٹکرائے اور اُلٹ کر گرے۔ ایک طرف انسپکٹر جمشید
اور دوسری طرف اُرٹیکا۔ لیکن اُرٹیکا ان سے پہلے اُٹھنے میں
کامیاب ہو گیا۔ اُٹھتے ہی وہ ساحل کی طرف دوڑ پڑا۔
اب وہ سب اس کے پیچھے دوڑے۔ انسپکٹر جمشید نے تین چار
لمبی چھلانگیں لگائیں اور اس سے آگے نکل گئے۔ نکلتے ہی مڑے
اور دائیں ہاتھ کا مکا اس کے منہ پر مارا، لیکن پھر بھنا کر

رہ گئے ۔ چوٹ خود ان کے ہاتھ پر لگی تھی ۔ ادھر اُرٹیکا کا مُکّا
ان کی ہنسلی کی ہڈی پر لگا ۔ اور وہ بیٹھتے چلے گئے ۔ باقی
لوگ تو ابھی تک ارٹیکا کے نزدیک پہنچ بھی نہیں سکے تھے ۔
اس لیے وہ ایک بار پھر ساحل کی طرف دوڑا ۔

" اسے بچ کر نہیں جانا چاہیے ۔ اگر یہ نکل گیا تو مجھے
ہمیشہ افسوس رہے گا ۔" یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید اُٹھے اور اس کے
پیچھے دوڑے ۔

وہ سب دوڑتے ہوئے ساحل پر پہنچ گئے ۔ انھوں نے
دیکھا ۔ ارٹیکا لانچ پر سوار ہو رہا تھا ۔ فوراً ہی انھوں نے لانچ
سٹارٹ ہونے کی آواز سُنی ۔ انھوں نے بھی پانی میں چھلانگیں لگا
دیں ۔ اور عین اس وقت جب کہ لانچ نے اپنی جگہ سے حرکت
شروع کی ہی تھی ۔ وہ اس تک پہنچ گئے اور کنارا پکڑ کر
اس کے ساتھ لٹک گئے ، پھر کوشش کر کے اُوپر چڑھنے میں
کامیاب ہوگئے ۔ کیونکہ اب ان کا راستہ روکنے کا کام ارٹیکا
نہیں کر سکتا تھا ۔ وہ تو لانچ چلا رہا تھا ۔ اس نے بھی انھیں
لانچ پر سوار ہوتے دیکھ لیا ۔

" اب کیا خیال ہے مسٹر اُرٹیکا ؟" انسپکٹر جمشید مُسکرائے ۔

" اب مجھے تم دونوں سے باقاعدہ دو دو ہاتھ کرنا پڑیں گے ،
اسی صورت میں میں جا سکوں گا ۔" اس نے کہا ۔

" تو جزیرے پر ہی کر لیتے ۔" فاروق بھنا اُٹھا ۔

" جزیرے پر یہ کام مشکل ہو جاتا ، کیونکہ گماٹا کے ساتھیوں کو
تمھارے والد نے میرے خلاف بھڑکا دیا ہے ۔ اور وہ سب کے
سب اب تمھارے ساتھی بن چکے ہیں ۔"

" تو ابھی تم میں دو دو ہاتھ کرنے کی ہمت باقی ہے ؟"

" کیوں نہیں ۔ کم از کم یہاں گماٹا کے ساتھی تو نہیں آ
سکیں گے ۔"

" آخر تم ان سے اتنا کیوں ڈرتے ہو ؟"

" دو چار آدمی مجھ پر قابو نہیں پا سکتے ، لیکن جب بہت سے
آدمی مل کر مجھے چاپ بیٹھیں تو میں بے بس ہو جاؤں گا ۔"

" اوہ ۔ تو یہ بات ہے ۔ خیر آؤ ۔ مقابلہ ہو ہی جائے ۔" انسپکٹر
جمشید نے کہا ۔

ارٹیکا نے لانچ کا انجن بند کر دیا اور ان کی طرف بڑھا ۔
محمود کو نہ جانے کیا سوجھی ۔ اچانک اس کے سامنے آ گیا ۔ ارٹیکا
نے بھی آؤ دیکھا نہ تاؤ ۔ ایک ہاتھ جڑ دیا ۔ محمود چیخ مار کر گرا اور
کئی گز تک لڑھکتا چلا گیا ۔

فاروق اور فرزانہ غصّے میں آ گئے اور بھنا کر اس کی طرف
جھپٹے ۔ ادھر انسپکٹر جمشید ، خان رحمان اور اکرام نے اسے
گھیرے میں لے لیا :

"مسٹر اڈیکا — کیا تم نے فولاد کا لباس پہن رکھا ہے؟"

"نہیں — ہمارے سیارے کے سائنس دانوں کا تیار کردہ لباس — اس پر گولی اثر نہیں کرتی — میرا پورا جسم اسی لباس کے نیچے ہے — یہاں تک کہ آنکھیں بھی — گویا تم مجھے گولی کے ذریعے ہلاک نہیں کر سکو گے۔"

"خیر کوئی بات نہیں — ہم ہاتھوں سے کام چلالیں گے۔"

"مشکل ہے — تمہارے ہاتھوں کی بھی دال نہیں گلے گی۔"

"کیا کہا — ہاتھوں کی دال —" فاروق حیران ہو کر بولا۔

"ہاں — تم لوگوں کے لیے میں بہت کافی ہوں۔" اس نے کہا۔

انسپکٹر جمشید نے گویا سنا ہی نہیں — انھوں نے خان رحمان اور اکرام کو اشارہ کیا — وہ اڈیکا کے پیچھے پہنچ گئے — خان رحمان اچانک آگے بڑھے اور اس کی کمر کے گرد ہاتھ ڈال دیے — ساتھ ہی اکرام یک دم نیچے بیٹھ گیا اور اس کی ٹانگوں کو دونوں ہاتھوں سے جکڑ لیا — اب انسپکٹر جمشید آگے بڑھے اور اس کے دونوں بازو پکڑ لیے — فاروق اور فرزانہ نے یہ دیکھا تو فاروق بولا:

"اب ہم کیا کریں؟"

"اکرام شاید دونوں ٹانگیں قابو میں نہ رکھ سکے — اس لیے ایک ٹانگ اس کے حوالے کر دو — دوسری کو تم دونوں مل کر پکڑ

لو۔"

"یہ — یہ آپ لوگ کیا کر رہے ہیں؟"

"تم پر قابو پا رہے ہیں — تم اتنا بھی نہیں سمجھتے۔" فاروق نے منہ بنا کر کہا۔

"ارے — محمود کہاں چلا گیا؟" فرزانہ چونک کر بولی۔

"گر کر اس طرف لڑھک گیا تھا — یہیں کہیں ہوگا۔"

دوسرے ہی لمحے انھیں معلوم ہو گیا کہ محمود کہاں تھا، کیونکہ اسی وقت لانچ کا انجن سٹارٹ ہو گیا تھا — اور اس کا رخ ساحل کی طرف مڑ گیا تھا:

"ارے ارے — یہ کیا؟" اڈیکا گھبرا گیا۔

"آپ ہی نے تو بتایا ہے مسٹر اڈیکا — آپ بہت سے لوگوں کے ذریعے ہی قابو میں آ سکتے ہیں — اس لیے میں لانچ کو واپس ساحل کی طرف لیے جا رہا ہوں — ساحل پر گماٹا کے بے شمار ساتھی کھڑے ہیں اور وہ آپ کے خون کے پیاسے ہیں، اسی لیے تو سب سے پہلے سامنے آ کر میں نے چوٹ کھائی تھی کہ آپ میری طرف توجہ نہ دیں — اور میں لانچ کے انجن تک پہنچ جاؤں — کیوں کیسی رہی؟" محمود کی چہکتی آواز سنائی دی — انسپکٹر جمشید اور سب کے چہروں پر مسکراہٹیں دوڑ گئیں — اڈیکا جھنجلا کر بولا:

"اوہ۔ تو یہ بات تھی۔ خیر خیر۔ میں دیکھ لوں گا۔"

"ضرور دیکھ لیجیے گا۔ بلکہ اگر پسند فرمائیں تو عینک لگا کر دیکھیے گا۔" فاروق خوش ہو کر بولا۔

اس نے خود کو چھڑانے کی کوشش شروع کر دی۔ وہ کسی طرح محمود تک پہنچ جانا چاہتا تھا۔ ادھر ان سب کی کوشش یہ تھی کہ وہ انجن کی طرف ایک قدم نہ اٹھا سکے۔ ایسے میں انسپکٹر جمشید کو نہ جانے کیا سوجھی۔ اور اسے چھوڑ کر اچانک جھکا۔ اور اسے کمر کے پاس سے پکڑ کر اوپر اٹھا لیا۔ ان کے ساتھیوں نے ارٹیکا کو چھوڑ دیا:

"اب بتاؤ ارٹیکا۔ میں تمہیں کہاں پھینکوں؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"سمندر میں پھینک دو۔ اب میں اسی قابل رہ گیا ہوں۔" اس نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

اور وہ ہنس پڑے۔

"لیکن سمندر میں تو تم ڈوب جاؤ گے، کیونکہ تمہارا لباس۔" وہ کہتے کہتے رک گئے۔

"ہاں۔ میرا لباس کیا؟" اس نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

"نہیں۔ تمہارا لباس لوہے کا تو ہے ہی نہیں۔ اس لیے تم نہیں ڈوبو گے۔ خیر۔ میں ایک تجربہ کر کے دیکھتا ہوں۔"

یہ کہہ کر انھوں نے اسے لانچ پر پٹخ دیا۔ ارٹیکا ساکت ہو گیا۔

"یہ۔ یہ ہل رہا ہے ابا جان۔" فرزانہ چلائی۔

"فکر نہ کرو۔ جونہی اٹھے گا۔ میں اسے پھر سر سے بلند کر کے پٹخ دوں گا۔ اب اس کا کمزور پہلو میرے ہاتھ میں ہاتھ آ گیا ہے۔"

"جی کیا مطلب، کمزور پہلو۔ کون سا کمزور پہلو۔ یہاں تو ہمیں دور دور تک کمزور تو کیا۔ کوئی طاقت ور پہلو بھی نظر نہیں آ رہا۔" فاروق نے حیرت زدہ انداز میں جلدی جلدی کہا۔

"نظر کمزور ہو گئی شاید۔ ٹسٹ کرا لینا۔" فرزانہ نے مشورہ دیا۔

"اچھا۔ گھر پہنچنا نصیب ہوا تو پہلا کام یہی کروں گا اور ڈاکٹری رپورٹ سب سے پہلے تمہارے سامنے رکھوں گا۔" اس نے جل بھن کر کہا۔

"یار جمشید۔ وہ تم کسی کمزور پہلو کا ذکر کر رہے تھے۔" خان رحمان بولے۔

"ہاں۔ ارٹیکا۔ بہت ہی ہلکا پھلکا ہے۔ ایک عام آدمی بھی اسے آسانی سے اٹھا سکتا ہے۔ بس اسی لیے یہ ہجوم سے

گھبراتا ہے۔ کہ کوئی اُٹھا کر نیچے نہ پٹخ دے۔"

"اوہ۔ تب تو وہ مارا۔" فاروق خوش ہو کر بولا۔

"ہاں۔ اب اس سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ میں اکیلا ہی اسے کافی ہوں۔ کوئی داؤ استعمال کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ بس اٹھاؤ اور پٹخ دو؛ تاہم یہ اب بھی حد درجے خطرناک ہے۔ ہر کوئی اسے چوٹ کھائے بغیر نہیں اٹھا سکتا۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"انسپکٹر جمشید تم جیت گئے۔ میں ہار گیا۔ بہرحال۔ میں واپس جا رہا ہوں۔ کیونکہ تم جیت کر بھی ہار میں ہی رہو گے۔" اُرٹیکا نے عجیب لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب! میں کیوں ہار میں رہوں گا؟"

"اس لیے کہ تمہارے مُلک کے صدر اس وقت تک تینوں بین الاقوامی جاسوسوں کو جہاز میں بٹھا کر روانہ کر چکے ہوں گے۔ گویا تمہاری ساری کوششیں بے سود گئیں۔ لہٰذا یہ کس طرح کہا جا سکے گا کہ تم جیت میں رہے۔"

"جہاں تک میں سمجھتا ہوں۔ ابھی صدر صاحب نے انھیں رُخصت نہیں کیا ہوگا۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"ہو سکتا ہے، تمہارا خیال درست ہو، لیکن تمہارے واپس پہنچنے تک وہ ضرور جا چکے ہوں گے۔ میں چلا۔ میرے جتھے کا

کام اب میرے دوسرے ساتھی انجام دیں گے۔ جو مُلک فرنام میں پہلے ہی ان تینوں کا انتظار کر رہے ہیں۔ وہاں ایک اُرٹیکا نہیں۔ کتنے ہی اُرٹیکا موجود ہیں۔" اس نے یہ کہتے ہوئے اپنے دائیں ہاتھ کی اُنگلی کا ناخن نرخرے میں چبھو دیا، ایسا کرنے کی دیر تھی کہ وہ دھڑام سے گرا، ایک لمحے کے لیے اس کا جسم کانپا اور پھر ساکت ہو گیا:

"اوہ۔ یہ اس نے کیا کیا؟"

"اور ہم گماٹا کو بھی جھاڑیوں کے دوسری طرف یونہی چھوڑ آئے ہیں، ہوش میں آنے کے بعد وہ بھی فرار ہو سکتا ہے، اُرٹیکا کی لاش کو ہم بعد میں بھی اُٹھا لیں گے، پہلے گماٹا کی خبر لینی چاہیے۔" انسپکٹر جمشید جلدی جلدی بولے۔

"تو پھر چلیے۔" محمود نے پُرجوش لہجے میں کہا۔

وہ سب دوڑتے ہوئے دوسری طرف آئے۔ یہاں گماٹا اور اس کے ساتھیوں میں سے کوئی بھی نظر نہ آیا:

"اوہ، یہ سب کہاں چل دیے؟" فاروق کے مُنہ سے نکلا۔

"اور گماٹا کے یہاں نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ بھی ہوش میں آ چکا ہے۔" فرزانہ نے فوراً کہا۔

"ہاں۔ وہ ضرور ساحل کی طرف گئے ہوں گے۔ آؤ۔"

جلدی کرو۔"

اب وہ ساحل کی طرف دوڑے جا رہے تھے۔ ساحل پر پہنچ کر وہ دھک سے رہ گئے۔ گماٹا لانچ پر سوار ہو چکا تھا اور لانچ اڑی جا رہی تھی۔ اس کے ساتھی ساحل پر کھڑے گماٹا کو حلق پھاڑ پھاڑ کر گالیاں دے رہے تھے۔

سُرخ چہرے والا

"خاموش رہو۔ کیوں گلا پھاڑ رہے ہو؟" انسپکٹر جمشید بلند آواز میں بولے۔

وہ یک لخت خاموش ہو گئے۔ ان کی طرف مڑے اور پھر شور مچانے لگے:

"وہ بھاگ نکلا۔ بزدل۔ بے وقوف۔"

"کوئی بات نہیں۔ اسے بھاگ جانے دو۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"لیکن۔ اب ہم واپس کس طرح جائیں گے؟"

"فکر نہ کرو۔ انتظام ہو جائے گا۔"

"آخر کیسے۔ آپ جزیرے سے کس طرح پیغام دے سکیں گے؟"

"جس طرح اریٹکا نے ہمارے صدر سے بات کی تھی۔ اریٹکا کی میز جوں کی توں موجود ہے اور اس کی دراز میں وہ آلہ بھی، پھر کیا وجہ ہے کہ ہم انتظام نہیں کر سکیں گے۔ آؤ میرے

ساتھ۔ گماٹا کو بھول جاؤ۔"

وہ تیز تیز چلتے ارٹیکا کی میز تک آئے۔ دراز کھینچ کر اسے نکالا اور اس پر رابطہ قائم کرنے کی کوشش شروع کر دی۔ وہ ارٹیکا کو رابطہ قائم کرتے بغور دیکھتے رہے تھے۔ آخر پانچ منٹ بعد کہیں جا کر رابطہ قائم ہوا:

"ہیلو۔ میں انسپکٹر جمشید بول رہا ہوں۔ ہم نے دشمنوں کے مقابلے میں فتح حاصل کر لی ہے اور اب ہم ان کے قیدی نہیں ہیں، اس لیے اگر غیر ملکی جاسوس ابھی تک فرنام روانہ نہیں کیے گئے تو ان کی روانگی روک دی جائے اور میرا انتظار کیا جائے۔ دوسرے یہ کہ ہمارے لیے ایک بڑی لانچ فوری طور پر بھیجی جائے، ہمارے ساحل سے شمال مشرق کی طرف۔ ایک جزیرہ ہے، ہم اس جزیرے پر موجود ہیں۔ لانچ ڈرائیور کی آسانی کے لیے ہم یہاں گھاس پھوس جلا رہے ہیں، تاکہ دھوئیں کا بادل دیکھ کر ڈرائیور سیدھا جزیرے کی طرف آ جائے۔ اگر سننے والا میری بات نہیں سمجھ سکا تو فوری طور پر میری بات صدر صاحب سے کرائی جائے۔ یا پھر کسی اور بڑے آفیسر سے۔ یہ بہت اہم ہے۔"

یہاں تک کہہ کر وہ خاموش ہو گئے، فوراً ہی دوسری طرف سے کہا گیا:

"آپ کے الفاظ ریکارڈ ہو گئے ہیں، ابھی صدر صاحب سے

رابطہ قائم کیا جاتا ہے، مطمئن رہیں، فون پر انھیں ریکارڈ کیے گئے الفاظ سنا دیے جائیں گے، پھر وہ جو حکم دیں گے، اس پر عمل کیا جائے گا اور آپ لوگوں کو بھی اطلاع دی جائے گی۔"

"بہت بہت شکریہ۔ آپ بہت سمجھ دار ہیں اور اس قابل ہیں کہ اسی جگہ رہیں۔" انھوں نے خوش ہو کر کہا۔

"شکریہ۔ آپ رابطہ ختم نہ کیجیے گا۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"اچھی بات ہے۔" انھوں نے کہا۔

انھیں تقریباً پندرہ منٹ تک انتظار کرنا پڑا، پھر صدر صاحب کی آواز ابھری:

"ہیلو جمشید۔ تمھارے لیے لانچ روانہ کر دی گئی ہے۔ تمھارا فون ملنے سے صرف آدھ گھنٹا پہلے طیارہ ان تینوں کو لے کر جا چکا ہے۔ اس لیے اب انھیں تو واپس نہیں لایا جا سکتا، اور تم جو کچھ کہو۔ کیا جائے۔"

"ملک فرنام کی حکومت سے بات کی جا سکتی ہے۔" انھوں نے مشورہ دیا۔

"ہاں۔ یہ ٹھیک ہے۔ میں کوشش کرتا ہوں۔ اور پھر تم سے بات کرتا ہوں۔" ان الفاظ کے ساتھ ہی آلے سے آواز ابھرنا

بند ہو گئی۔

"لو بھئی۔ جاسوس تو گئے ہاتھ سے۔"

"تب تو گماٹا اور ارٹیکا کامیاب ہو گئے۔"

"ہاں۔ وہ مر کر بھی کامیاب رہا۔" انھوں نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا۔

"اب دیکھیں۔ فرنام کی حکومت سے بات کرنے کا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔" فاروق نے کہا۔

"وہ ایک غیر جانب دار ملک ہے۔ کسی ملک کے معاملے میں دخل نہیں دیتا، اگر اس کے ملک میں کوئی داخل ہو جائے تو اس پر کوئی اعتراض نہیں کرتا۔ اس لیے کچھ کہا نہیں جا سکتا کہ فرنام کی حکومت کیا جواب دے گی۔" خان رحمان بولے۔

پینتالیس منٹ بعد صدر صاحب کی تھکی تھکی آواز سنائی دی:

"طیارہ فرنام کے ہوائی اڈے پر اتر چکا ہے جمشید — وہاں کی حکومت کسی کے معاملے میں بھی دخل اندازی کرنے پر تیار نہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ان کے ملک میں کوئی شخص بھی اگر قانونی طور پر داخل ہوتا ہے تو حکومت کوئی اعتراض نہیں کر سکتی۔ اگر کوئی غیر قانونی طور پر داخل ہوتا ہے تو وہ اسے پکڑ کر جیل میں تو ڈال سکتی ہے، کسی دوسرے ملک کے

حوالے نہیں کر سکتی۔"

"اوہ۔ گویا وہ ہمارے قیدی جاسوسوں کو واپس کرنے پر تیار نہیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"نہیں جمشید۔ میں اپنی پوری کوشش کر چکا ہوں۔"

"اوہ!" ان کے منہ سے نکلا۔

"کیا لانچ پہنچ چکی ہے؟"

"ابھی تک۔ اوہ۔ شاید وہ آ رہی ہے سر۔"

"ٹھیک ہے۔ اب تم جلد از جلد مجھ تک پہنچنے کی کوشش کرو۔ تاکہ ہم اطمینان سے بات چیت کر سکیں۔"

"ہم آ رہے ہیں سر۔ ارٹیکا کی لاش کو اٹھوانے کے لیے بھی ایک لانچ اور بھجوا دیجیے گا۔"

"اچھا! میں ساحل پر ایک کار بھیج رہا ہوں۔" وہ بولے۔

"شکریہ سر۔ کار کے ساتھ ایک وین بھی بھیج دیں، ہمارے ساتھ کچھ اور لوگ بھی ہیں۔"

"اچھی بات ہے۔"

آدھ گھنٹے بعد وہ جزیرے سے ساحل کی طرف جا رہے تھے، ساحل پر کار اور وین تیار تھیں۔ ان میں بیٹھ کر وہ ایوانِ صدر پہنچے۔ گماٹا کے ساتھیوں کو ایک کمرے میں ٹھہرایا گیا۔ وہ سیدھے صدر صاحب کے کمرے میں پہنچے:

"سب سے پہلے تو میں فرنام میں ایک شخص سے بات کروں گا۔" انسپکٹر جمشید فون کی طرف بڑھتے ہوئے بولے۔

"اچھا۔" صدر صاحب بولے اور فون کی طرف اشارہ کیا۔

رابطہ قائم کرنے میں پانچ منٹ لگ گئے اور پھر انسپکٹر جمشید ایک عجیب سی زبان میں گفتگو کرنے لگے۔ تین منٹ تک بات کرتے رہے، پھر ریسیور رکھ کر مڑے:

"معاف کیجیے گا۔ میرا دوست اُردو یا انگریزی میں بات نہیں کر سکتا۔"

"تم نے پیغام کیا دیا ہے جمشید؟" صدر صاحب اُلجھن کے عالم میں بولے۔

"یہ کہ ان تینوں جاسوسوں کا خیال رکھے۔ وہ کہاں جاتے ہیں، کہاں ٹھہرتے ہیں؟"

"تو کیا تم بھی ان کے پیچھے جانے کا ارادہ رکھتے ہو؟"

"جی ہاں۔ اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں، لیکن میں بعد میں روانہ ہوں گا۔ مجھ سے پہلے یہ تینوں جائیں گے۔"

"جی کیا مطلب؟" محمود نے چونک کر کہا۔

"گھبراؤ نہیں۔ میرا دوست تم لوگوں کو ہوائی اڈے پر ملے گا اور ان تینوں کے بارے میں پوری پوری معلومات بہم پہنچائے گا۔ تم اپنی سمجھ بوجھ کے مطابق قدم اٹھا سکتے ہو۔

میں بھی بہت جلد پہنچنے کی کوشش کروں گا۔" انھوں نے جلدی جلدی کہا۔

"لیکن آپ ہمارے ساتھ ہی کیوں نہیں چلتے؟"

"مجھے کچھ انتظامات کرنے ہیں۔ تمھیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔"

"بہت بہتر۔ ہم فکر مند نہیں ہوں گے۔" فاروق بولا اور صدر صاحب مسکرائے بغیر نہ رہ سکے، پھر بولے:

"جمشید۔ مجھے تو اس بات کی خوشی ہے کہ تم لوگ زندہ سلامت آگئے ہو۔ لی کاف وغیرہ جائیں جہنم میں۔"

"نہیں سر۔ یہ لوگ آزاد ہو کر ہمارے لیے ایک بڑا خطرہ بن گئے ہیں۔ اس لیے ہمیں ان کے خلاف کچھ نہ کچھ تو کرنا ہو گا۔"

"خیر۔ میں یہ نہیں کہہ رہا کہ تم ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جاؤ۔" صدر صاحب بولے۔

"میں چاہتا ہوں سر۔ آپ فوری طور پر ان کے لیے بھی ایک سپیشل طیارے کا بندوبست کر دیں۔"

"ضرور۔ کیوں نہیں۔"

"گویا ہمیں گھر جانا بھی نصیب نہیں ہو گا؟"

"تمھاری بجائے گھر میں چلا جاؤں گا۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"جی۔ بہت بہتر۔" فاروق نے مسمسی صورت بنائی اور صدر صاحب ایک بار پھر مسکرا دیے۔

"بھئی تم لوگ کچھ دن میرے ساتھ بھی گزارو۔" انھوں نے کہا۔

"جی بہت بہتر۔ جب آپ حکم کریں گے۔ حاضر ہو جائیں گے، لیکن بہتر یہ رہے گا کہ کوئی کیس حل کرنے کے سلسلے میں آپ کے ساتھ رہیں۔" محمود جلدی جلدی بولا۔

سب کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیلنے لگی۔ ایک گھنٹے بعد ان کا طیارہ فضا میں پرواز کر رہا تھا۔

"کچھ سمجھے!" فاروق بولا۔

"کیا مطلب۔ کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"یہ کہ ابا جان نے ہمیں قربانی کا بکرا بنا ڈالا ہے۔"

"تو پھر کیا ہوا۔ قربانی کے بکرے کوئی بری چیز تو ہوتے نہیں۔ سیدھے جنت میں جاتے ہیں۔" فرزانہ مسکرائی۔

"اب وہاں ہماری ملاقات گماٹا جیسے مجرم سے ہو گی۔ نہ صرف گماٹا سے بلکہ لی کاف، انوراکا اور آرٹی بناشا سے بھی۔ اُف۔ کس قدر خوفناک چیزیں ہیں یہ۔" فاروق کانپ کر بولا۔

"اگر تمھیں ڈر لگ رہا ہے تو واپس چلے جاؤ۔" محمود نے برا سا منہ بنایا۔

"کس طرح چلا جاؤں؟"

"طیارے سے نیچے چھلانگ لگا دو۔ کیا مشکل ہے۔" فرزانہ نے جل بھن کر کہا۔

"معلوم ہوتا ہے، دونوں میرے خلاف خار کھائے بیٹھے ہو۔ لو۔ میں تم سے بات ہی نہیں کرتا۔" فاروق منہ بسورنے لگا۔

"تو پھر کس سے بات کرو گے؟"

"مسٹر پائلٹ سے۔ تم سے تو اچھے ہی رہیں گے۔" یہ کہہ کر وہ سچ مچ اٹھ کھڑا ہوا اور پائلٹ روم کی طرف جانے لگا۔

"ارے ارے۔ یہ کیا۔ تم تو واقعی جا رہے ہو۔"

"میں جھوٹ موٹ کبھی کوئی کام نہیں کیا کرتا۔ تم مجھے جانتے ہی ہو۔"

"اچھا بابا جاؤ۔ کان نہ چاٹو۔" فرزانہ بھنا کر بولی۔

"دماغ نہ چاٹو محاورہ ہے۔ اور کان نہ کھاؤ۔ محاورات کے ساتھ یہ ناانصافی مجھے ایک آنکھ نہیں بھاتی۔"

"تمھارے رشتے دار ہیں کیا۔" محمود کاٹ کھانے والے انداز میں بولا۔

"اگر میرے رشتے دار ہوں گے تو پھر تمھارے بھی ہوں گے۔" فاروق بھلا کب خاموش رہنے والا تھا۔

"تمھارا تو چلے جانا ہی بہتر ہے۔" فرزانہ تلملا اٹھی۔

"اسی لیے تو جا رہا ہوں۔" اس نے کہا اور تیز تیز قدم اُٹھاتا پائلٹ روم کی طرف چلا گیا۔ دروازہ کھلا ہی تھا اور اندر دو نوجوان پائلٹ بیٹھے تھے:

"کیا میں آپ کو پریشان کر سکتا ہوں؟" فاروق اندر داخل ہوتے ہوئے بولا۔

"کیا مطلب!"

"انگریزی میں شاید یوں کہا جاتا ہے۔ میں آپ کو ڈسٹرب تو نہیں کر رہا۔"

"اوہ سمجھے۔ نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔ آئیے۔ تشریف رکھیے۔"

"شکریہ۔ آیا تو دراصل میں تشریف رکھنے ہی تھا۔" فاروق بولا۔

"جی کیا مطلب؟"

"آپ مطلب تو اتنا زیادہ نہ پوچھیں۔ اس طرح تو میں بوکھلا جاؤں گا۔" فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

"آپ یقیناً فاروق ہیں۔" پائلٹ نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اب اتنے یقین سے بھی نہ کہیں۔ کیا خبر۔ آپ کے پاس کوئی نقلی فاروق آکر بیٹھ گیا ہو۔"

"یہ۔ یہ تو نہیں ہو سکتا۔"

"ہونے کو اس دنیا میں کیا نہیں ہو سکتا۔"

"ہاں۔ بات تو خیر یہ بھی ٹھیک ہے۔" دوسرا پائلٹ بولا۔

اب دونوں فاروق کی طرف متوجہ ہو چکے تھے اور اس کی باتوں میں بہت دلچسپی لیتے نظر آ رہے تھے۔

"اچھا یہ بتائیے۔ ہم کتنی دیر میں فرنام پہنچ جائیں گے۔"

"ڈیڑھ گھنٹے میں۔"

"ڈیڑھ گھنٹے میں۔ گویا لی کاف وغیرہ ہم سے قریباً اڑھائی گھنٹے پہلے پہنچ چکے ہیں۔"

"کون لی کاف۔" ایک پائلٹ چونک کر بولا۔

"ارے۔ آپ لی کاف کو نہیں جانتے۔ ہم تو اسے اتنی اچھی طرح جانتے ہیں کہ کیا کسی کو جانتے ہوں گے۔"

"آپ کا کیا ہے۔ مجرموں سے تو آپ کی گاڑھی چھنتی ہے۔" دوسرے نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں۔ یہ بھی ٹھیک ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ مجرموں کا اور ہمارا چولی دامن کا ساتھ ہے نا۔" فاروق نے شوخ لہجے میں کہا۔

"یہ حضرت آپ کو پریشان تو نہیں کر رہے۔" محمود کی آواز کانوں سے ٹکرائی۔ انہوں نے مڑ کر دیکھا:

"جی نہیں تو۔ بالکل بھی نہیں۔ ان کی باتوں میں تو ہمیں

بہت لطف آرہا ہے اور ہمارا جی چاہ رہا ہے۔ بس یہ باتیں کرتے جائیں اور ہم سنتے جائیں اور یہ سفر کبھی ختم نہ ہو۔"

"ارے باپ رے۔ اس طرح ہم فرنام تو پہنچ نہیں سکیں گے۔" محمود نے بوکھلا کر کہا۔

"کیا ہوا محمود۔ خیر تو ہے۔" فرزانہ بھی گھبرا کر ان کے پاس چلی آئی۔

"ہوا تو کچھ نہیں، لیکن اگر فارُوق ان حضرات کے پاس مُوجود رہا تو ضرور کچھ نہ کچھ ہو جائے گا۔ لہٰذا بہتر یہی ہے کہ اسے یہاں سے لے چلیں۔"

"یہ۔ ہمارے ساتھ ظلم ہوگا۔" ایک پائلٹ نے کہا۔

"ارے نہیں۔ بلکہ یہ ہم سب کے لیے بہتر ہوگا۔ آؤ فارُوق اپنی سیٹ پر چل کر بیٹھو۔"

"واہ اچھی زبردستی ہے۔ اپنے کان کھانے کی اجازت نہیں دیتے، نہ دماغ چٹواتے ہیں اور دوسروں کے پاس بھی نہیں بیٹھنے دیتے۔ میں پُرزور احتجاج کرتا ہوں۔"

"کرتے رہو۔ آؤ فرزانہ پکڑو۔ ہم اُٹھا کر لے جائیں گے اسے۔"

"ٹھہرو ٹھہرو۔ میں خود ہی چلتا ہوں۔ پائلٹ صاحبان۔ میرا

ہو چکے ہو گے۔ اچھا خُدا حافظ۔" یہ کہہ کر فاروق منہ بناتا ہوا اُٹھا اور اپنی سیٹ پر جا بیٹھا، اس کا منہ پھولا ہوا تھا۔

"بھئی واہ، پھولے ہوئے منہ کے ساتھ کتنے اچھے لگ رہے ہو۔" فرزانہ نے مسکرا کر کہا۔

"تو تم دونوں بھی اپنے اپنے منہ پُھلا لو، مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" فارُوق نے فوراً کہا۔

اور وُہ مُنہ پُھلانے کی بجائے۔ منہ بنا کر رہ گئے۔ فاروق کے پاس ان کی ہر بات کا گھڑا گھڑایا جواب بالکل تیار تھا۔

ٹھیک ڈیڑھ گھنٹے بعد ان کا جہاز فرنام کے ہوائی اڈے پر اُتر رہا تھا۔ جونہی وُہ جہاز سے اُتر کر ہوائی اڈے کی عمارت سے باہر نکلے۔ ایک سُرخ چہرے والا ان کی طرف لپکا:

"محمود، فاروق اور فرزانہ۔ یہی نام ہیں نا آپ کے؟"

"ہاں! اور آپ ہمارے اباجان کے دوست ہیں۔ ارے، لیکن آپ تو اُردو میں بات کر رہے ہیں۔ جب کہ ہمارے اباجان نے آپ سے کسی اور ہی زبان میں بات کی تھی۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔"

"انھوں نے ہمارے باس سے بات کی تھی۔ دراصل ہمارے باس آپ کے اباجان کے گہرے دوست ہیں۔ اور اس وقت ہم

"آپ کے پاس کیا کرتے ہیں؟"

"وہ اس شہر کے بہترین سراغرساں ہیں۔ سرکاری جاسوس۔" وہ بولا۔

"اوہ۔ تب تو ٹھیک ہے۔ لی کاف، انورا کا اور آرٹی بناشا کہاں ہیں؟"

"شہر سے باہر ایک عمارت میں۔ عمارت کی نگرانی کی جا رہی ہے۔"

"لیکن آپ کی حکومت کا کہنا تو یہ ہے کہ یہ ایک غیر جانبدار ملک ہے اور کسی کے معاملات میں دخل اندازی نہیں کرتا۔"

"ہاں۔ اس وقت جو کام ہو رہا ہے، حکومت کی سطح پر نہیں، دوستی کی سطح پر ہو رہا ہے۔" اس نے کہا۔

"آپ کا نام کیا ہے۔ کیا آپ بتانا پسند کریں گے؟"

"مجھے آپ سُرخ چہرہ کہہ سکتے ہیں۔"

"جی۔ کیا مطلب۔ سُرخ چہرہ۔ یہ تو خیر ٹھیک ہے کہ آپ کا چہرہ سُرخ ہے، لیکن آپ کا نام تو یہ نہیں ہو سکتا۔"

"پھر بھی۔ اس میں کیا حرج ہے؟"

"اوہ، ہم سمجھ گئے۔ آپ اپنا اصلی نام بتانا نہیں چاہتے۔" محمود چونک کر بولا۔

"یہی بات ہے۔"

"چلیے خیر۔ اگر یہی بات ہے تو کوئی بات نہیں۔" فاروق نے مسکرا کر کہا۔

"آئیے۔ آپ لوگ کچھ دیر آرام کرنا پسند کریں گے یا فوری طور پر اس عمارت تک جانا۔ جس میں وہ لوگ موجود ہیں۔" سرخ چہرے نے پوچھا۔

"ہماری قسمت میں آرام کہاں۔ بس سیدھے وہیں لے چلیے۔"

"تب پھر آپ کار میں ہی کچھ کھا پی لیجیے گا۔ آپ کے لیے انتظام کر دیا گیا ہے۔"

"کچھ کھانے پینے کی حاجت نہیں۔ کھا کر چلے تھے۔"

"تو پھر آئیے۔"

وہ اس کے ساتھ چلتے ایک لمبی سی کار میں آ بیٹھے۔ ایسے میں فرزانہ نے پوچھا:

"کیا اس عمارت میں گماٹا بھی پہنچ چکا ہے؟"

"گگ۔ گماٹا۔" وہ اچھل پڑا۔

"گگ گماٹا نہیں۔ صرف گماٹا۔" فاروق نے فوراً کہا۔

"کیا آپ اس گماٹا کی بات کر رہے ہیں جو بہت پتلا دبلا اور ننھا سا آدمی ہے۔"

"ہاں۔ بالکل اسی کی۔" محمود حیرت زدہ لہجے میں بولا۔

"اف خدا ۔ تو کیا اس معاملے میں گماٹا بھی شامل ہے؟"

"ہاں ۔ بالکل ۔ کیا آپ اسے جانتے ہیں؟"

"اب میں آپ کو اس عمارت تک نہیں لے جا سکتا ۔ پہلے آپ کو باس کے پاس لے جانا پڑے گا۔"

"کیوں ۔ یہ کیا بات ہوئی؟"

"گماٹا ایک بہت بڑے خطرے کا نشان ہے ۔ اگر وہ ہمارے ملک میں موجود ہے تو پھر ہمارے ملک کو بھی خطرہ لاحق ہو سکتا ہے ۔ ہم اپنی سرزمین پر اس کا وجود برداشت نہیں کر سکتے ۔ فوری طور پر سارے ملک کی انٹلی جنس کو حرکت میں آنا پڑے گا ۔ ہم صرف یہ پسند کریں گے کہ وہ یہاں سے خاموشی سے نکل جائے ۔ اور بس۔"

"لیکن اس طرح ہمارے کام میں حرج ہو گا ۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ پہلے ہمیں وہاں پہنچا دیں اور پھر اپنے باس کو گماٹا کے بارے میں رپورٹ دیں۔"

"نہیں ۔ اس طرح بہت دیر ہو جائے گی۔"

"تو آپ باس کو فون کر لیں۔"

"باس اتنی اہم بات فون پر سننا پسند نہیں کرتے ۔ آپ فکر نہ کریں ۔ اس کام میں زیادہ وقت نہیں لگے گا۔"

وہ خاموش ہو گئے ۔ کر ہی کیا سکتے تھے ۔ انھیں کیا معلوم

تھا کہ گماٹا کے بارے میں پوچھ کر سارا معاملہ ہی گڑبڑ کر بیٹھیں گے ۔ کار تیزی سے چلتی رہی اور پھر ایک بڑی عمارت کے سامنے رُکی ۔

"آئیے ۔" اس نے کہا اور انھیں ساتھ لے کر عمارت میں داخل ہوا ۔ دروازوں پر جو بھی آدمی کھڑے ملتے رہے ، وہ سرخ چہرے والے کو سلام کرتے رہے ، اس سے انھوں نے اندازہ لگایا کہ سُرخ چہرے والا بھی کوئی معمولی آدمی نہیں ہے ۔ آخر وہ ایک بڑے کمرے میں داخل ہوئے ۔ کمرے میں ایک بہت بھاری میز درمیان میں بچھی تھی اور اس کے دوسری طرف گھومنے والی کرسی پر ایک سیاہ جلد والا آدمی بیٹھا تھا ۔ اس کی آنکھوں پر تاریک شیشوں کی عینک تھی ۔ اس نے چونک کر ان کی طرف دیکھا اور پھر حیران ہو کر اپنی زبان میں کچھ کہا ۔ جس کا ترجمہ سُرخ چہرے والے نے کیا ۔ یہ گفتگو کچھ یوں ہوئی :

"رُوبے ۔ انھیں یہاں کیوں لے آئے ۔ انھیں تو فوراً اس عمارت تک لے جانا تھا ۔ جس میں اس وقت دُنیا کے تین خطرناک آدمی موجود ہیں۔" اس کے لہجے میں ذرا بھی ناگواری نہیں تھی ۔ گویا وہ جانتا تھا کہ رُوبے نے بلاوجہ ایسا نہیں کیا ۔

"سر ۔ مشکل یہ ہے کہ اس معاملے میں گماٹا کا بھی ہاتھ ہے

اور وہ بھی اس عمارت میں پہنچنے والا ہے۔"

" اوہ۔ یہ تم کیا کہہ رہے ہو رُوبے۔ دماغ تو ٹھیک ہے، گماٹا یہاں کہاں۔"

" ان لوگوں سے معلوم کرلیں۔ میں انھیں یہاں اسی لیے تو لے کر آیا ہوں۔"

" آپ ذرا تفصیل بتائیں اور اگر میرے دوست نے ایسا کرنے سے منع کیا ہو تو پھر بالکل نہ بتائیں۔"

" جی نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ میں عرض کرتا ہوں۔" محمود نے کہا اور گماٹا کے بارے میں سب کچھ بتا دیا۔

" گویا گماٹا ہی ان لوگوں کو چھڑا کر یہاں تک لایا ہے۔"

" اُرٹیکا بھی اس کے ساتھ شریک تھا، لیکن وہ ہمارے ہاتھوں مارا گیا۔"

" اُرٹیکا۔ یہ نام میں پہلی مرتبہ سُن رہا ہوں۔ خیر۔ رُوبے۔ تم ان لوگوں کو وہاں لے جاؤ۔ جب تک یہ فارغ نہ ہو جائیں۔ اس وقت تک گماٹے کے معاملے میں دخل اندازی نہیں کی جائے گی۔ ہاں۔ ان کا کام ختم ہو جائے اور اس وقت بھی گماٹا ہمارے ملک میں موجود ہو تو پھر ہم اس کے خلاف قدم اٹھائیں گے۔"

" او کے سر!"

" ویسے تم لوگوں کو جا کر کیا کرنا ہے؟"

" ہمیں نہیں معلوم۔" محمود بولا۔

" کیا مطلب۔ نہیں معلوم۔ تب پھر عمارت کے پاس جا کر کیا کرو گے؟"

" ابا جان کا حکم بجا لائیں گے اور ان کا حکم بس اتنا ہی ہے کہ ہم اس عمارت تک پہنچ جائیں۔"

" ہوں۔ خیر۔ انسپکٹر جمشید کا اپنا طریقہ کار ہے۔ رُوبے۔ انھیں لے جاؤ۔"

" او کے سر۔" اس نے کہا اور سُرخ چہرے والا انھیں لے کر عمارت سے باہر آ گیا۔ اب وہ پھر اسی کار میں سفر کر رہے تھے۔۔۔

" آپ کا نام تو ہمیں معلوم ہو گیا۔"

" باس کی مرضی۔ انھوں نے آپ سے پردہ کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔" رُوبے کے لہجے میں حیرت تھی۔

" اس لیے کہ وہ ہمیں اچھی طرح جانتے ہیں، لیکن آپ نہیں جانتے۔"

" ہاں! اس میں تو کوئی شک نہیں۔" وہ بولا۔

آدھ گھنٹے بعد کار شہر کو پیچھے چھوڑ چکی تھی۔ اب گھنا جنگل شروع ہو گیا، لیکن کہیں کہیں عمارتیں بھی نظر آ رہی تھیں،

آخر ایک عمارت سے کچھ فاصلے پر رُوبے نے کار روک لی اور
بولا:

"وُہ ہے آپ کی مطلوبہ عمارت۔"

"شکریہ۔ ہمیں اتار دیں اور آپ بے شک واپس چلے جائیں،
لیکن اگر آپ کو یہیں ٹھہرنے کا حکم ہو تو ہمیں آپ کے ٹھہرنے پر
کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

"ٹھیک ہے۔ آپ لوگ جائیں۔ مجھے جو حکم ملا ہے۔ میں
اس پر عمل کروں گا۔" اس نے گول مول انداز میں کہا۔

"گویا آپ ہمیں بتائیں گے نہیں کہ آپ کو کیا حکم ملا ہے؟"

"جی نہیں۔" اس نے انکار میں سر ہلایا۔

"اچھی بات ہے۔"

وُہ کار سے اُتر کر عمارت کی طرف بڑھے۔ کچھ فاصلے پر
پہنچ کر انھوں نے مڑ کر دیکھا تو رُوبے کی کار غائب تھی۔

"گویا رُوبے جا چکا ہے۔" محمود بولا۔

"کچھ کہا نہیں جا سکتا۔" فرزانہ بڑبڑائی۔

"تو خاموش رہو۔ بول کیوں رہی ہو؟" فاروق نے جل
کر کہا۔

"دیکھو اس موقعے پر جھگڑنے کی کوشش نہ کرنا۔ ورنہ۔"
فرزانہ بولی۔

"ورنہ کے بعد تم کچھ نہیں کہو گی۔ میں جانتا ہوں۔" فاروق
مسکرایا۔

"کیا جانتے ہو۔" محمود حیران ہو کر بولا۔

"محمود۔ تم بھی اس کی باتوں میں آ گئے۔" فرزانہ اس کی
طرف اُلٹ پڑی۔

"تم نے بتایا نہیں۔ کیا جانتے ہو؟"

"یہی کہ ورنہ کے بعد فرزانہ کے پاس کہنے کے لیے کچھ نہیں
ہوتا۔ یہ بلاوجہ ورنہ کا لفظ منہ سے نکالتی ہے۔"

محمود مسکرا کر رہ گیا۔ فرزانہ نے بُرا سا منہ بنایا، عین
اسی وقت عمارت میں سے ایک عجیب سی آواز ابھری۔

خطرے کی بُو

وہ چونک اُٹھے ۔ ایسا محسوس ہوا تھا جیسے کسی کا گلا کاٹا گیا ہو ۔

" اُف خدا ۔ اندر کا پروگرام تو بہت خوفناک لگ رہا ہے ۔"

" جہاں لی کاف جیسے لوگ موجود ہوں ۔ بلکہ گماٹا جیسے لوگ، وہاں ایک گلا کیا ۔ کئی گلے کاٹے جا سکتے ہیں ۔"

" اللہ اپنا رحم فرمائے ۔ ہم اس اجنبی مُلک میں بے یار و مددگار ہیں اور جن لوگوں سے واسطہ پڑنے والا ہے، وہ حد درجے ہولناک ہیں، ایسے میں ہم کیا کریں ۔" فاروق کپکپاتی آواز میں بولا ۔

" ابا جان نے ہمیں کوئی ہدایات نہیں دیں ۔ کہ ہم فرنام پہنچ کر کیا کریں ۔ انھوں نے معاملہ ہماری مرضی پر چھوڑ دیا ہے ۔" فرزانہ نے کہا ۔

" تب پھر میرا تو یہ فیصلہ ہے کہ اللہ کا نام لے کر اندر داخل

ہو جائیں ۔"

" میں بھی یہی کہتی ہوں ۔" فرزانہ بولی ۔

" تم دونوں تو ہمیشہ ہی سوچے سمجھے بغیر فیصلے کر گزرتے ہو، جب کہ میری عادت ہے، پہلے سوچ سمجھ لو ۔ اور پھر کوئی قدم اُٹھاؤ ۔"

" اچھا تو پھر تم یہاں کھڑے رہ کر سوچ بھی لو اور سمجھ بھی، ہم تو چلے ۔" محمود نے بھنا کر کہا ۔

" ارے ارے ۔ اس اجنبی جگہ ہم الگ الگ رہ کر کوئی کام نہیں کر سکیں گے ۔ ٹھہرو ۔ میں بھی تمھارے ساتھ چلتا ہوں ۔"

" بہت جلدی سیدھے راستے پر آ گئے ۔" فرزانہ مسکرائی ۔

" یہی تو مشکل ہے ۔ سیدھا کیا، یہاں تو اُلٹا راستہ بھی نظر نہیں آ رہا ۔" فاروق بولا ۔

" اِدھر اُدھر کی باتوں کو رہنے دو اور صرف یہ سوچو کہ لی کاف سے مُلاقات ہونے والی ہے ۔ وہ ہم سے کیا سلوک کرے گا ۔"

" پہلے سے اپنے آپ کو خوف زدہ کیوں کروں ۔ ایک ہی بار ہو لوں گا ۔" وہ بولا ۔

" فرزانہ ۔ اس سے تو کسی سنجیدگی کی اُمید نہیں رکھی جا سکتی ۔" محمود نے تنگ آ کر کہا ۔

"میرا بھی یہی خیال ہے۔"

"بس تو پھر۔ کیوں رکھتے ہو امید۔ اس دنیا میں تو کسی سے بھی کوئی امید نہیں رکھنی چاہیے۔"

"کوئی بھی بات کر لو۔ جواب تیار ملے گا۔ کان پک گئے ہیں میرے تو۔ اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ میں کانوں میں انگلیاں ٹھونس لوں اور اسی حالت میں عمارت میں داخل ہو جاؤں۔"

"اچھا خیال ہے۔ میں بھی تمہارا ساتھ دوں گی۔" فرزانہ نے خوش ہو کر کہا۔

دونوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیں اور جلدی جلدی قدم اٹھانے لگے:

"اگر کسی نے اس طرح چلتے دیکھ لیا تو یہی خیال کریں گے کہ تم چلتے پھرتے اذان دینے کے عادی ہو۔" فاروق نے منہ بنایا۔

لیکن ان دونوں نے جیسے سنا ہی نہیں۔ بس آگے بڑھتے رہے، یہاں تک کہ عمارت کے دروازے پر پہنچ گئے۔ یہ ایک تین منزلہ عمارت تھی۔ بیرونی دروازہ بند تھا۔ عمارت کے تمام کمرے روشن نظر آ رہے تھے۔

"اب کیا کریں؟"

"مجبوری ہے۔ فاروق کی خدمات حاصل کرنا پڑیں گی۔" محمود نے کندھے اچکائے۔

"ایسے موقعوں پر تمہیں فاروق یاد آ جاتا ہے۔" اس نے تلملا کر کہا اور پھر عمارت کے دائیں طرف چل پڑا۔ اس کے آس پاس یا ساتھ کوئی عمارت نہیں تھی، لہٰذا پوری عمارت کا چکر لگایا جا سکتا تھا۔ ایک جگہ پانی کا پائپ نظر آ گیا۔ وہ وہیں رک گئے،

"کیا خیال ہے فاروق۔"

"پائپ چھت تک نہیں جا رہا۔ دوسری منزل تک جا رہا ہے۔ پہلے ہم پورا چکر لگا لیں، ہو سکتا ہے، چھت تک کوئی اور پائپ جا رہا ہو۔"

"ٹھیک ہے۔" محمود بولا۔

دوسری طرف ایک پائپ چھت تک جاتا نظر آیا:

"ہاں! یہ ٹھیک رہے گا۔ لو میں چلا۔ اگر بیرونی دروازہ نہ کھول سکا تو تم لوگ بھی اسی پائپ کے ذریعے اوپر آ جانا۔" فاروق نے کہا۔

"اچھی بات ہے۔ لیکن بہتر یہی ہے کہ تم کسی نہ کسی طرح دروازہ کھول دو۔ اس طرح ہم مشقت سے بچ جائیں گے۔"

"تم تو ہمیشہ ہی مشقت سے بچنے کی کوشش کرتے ہو۔"

فاروق نے بُرا سا منہ بنایا اور پائپ پر چڑھنے لگا۔ جوتے پہلے ہی اُتار چکا تھا۔ محمود اور فرزانہ اسے بندروں کی سی تیزی سے اوپر چڑھتے دیکھنے لگے۔

"کمال ہے۔ ہم میں سے کوئی بھی اتنی تیزی سے نہیں چڑھ سکتا۔ یہاں تک کہ ابا جان بھی نہیں۔" فرزانہ کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں۔ فن ہے اپنا اپنا۔" محمود مسکرایا۔

پانچ منٹ بعد فاروق چھت پر نظر آیا اور پھر اس نے اوپر سے اشارہ دیا کہ زینہ کھلا ہے۔ اب وہ نیچے اترے گا۔ لہذا انھیں چاہیے کہ بیرونی دروازے پر پہنچ جائیں؛ چنانچہ وہ بیرونی دروازے کی طرف چل پڑے۔ جلد ہی دروازہ کھل گیا۔ فاروق کا چہرہ انھیں نظر آیا اور وہ اندر داخل ہو گئے:

"معلوم ہوتا ہے، ہر طرف خیریت ہے، تمھیں کسی نے نہیں دیکھا؟"

"ہاں! میں نے سلیمانی ٹوپی اوڑھ لی تھی۔" اس نے جل کر کہا۔

"اوہو اچھا۔ وہ تمھیں کہاں سے مل گئی؟"

"چھت پر پڑی تھی۔ کوئی عقل کا اندھا بھول گیا ہو گا۔ بھلا سلیمانی ٹوپی بھی کوئی بھولنے کی چیز ہے۔"

"بالکل نہیں۔ اب کہیں تم رکھ کر بھول جانا، لیکن وہ ہے کہاں؟" فرزانہ نے مذاق اڑانے والے لہجے میں کہا۔

"وہ۔ وہ۔ پپ۔ پتا نہیں۔ کہاں رکھ کر بھول گیا۔" اس نے بوکھلا کر کہا۔

"اچھا اب چلو۔ آگے بڑھو۔" محمود تنگ آ کر بولا۔

نچلی منزل میں تین کمرے تھے۔ درمیان میں ایک صحن تھا۔ تینوں کمروں کے دروازوں پر تالے لگے تھے، لیکن اندر سے روشنی آ رہی تھی۔

وُہ دوسری منزل پر آئے۔ یہاں بھی تین بند کمرے ملے، اب وہ تیسری منزل پر پہنچے۔ دو کمرے بند تھے۔ صرف تیسرے کمرے کے دروازے پر تالا نہیں تھا۔

"اس کے اُوپر چھت ہے۔" فاروق نے اشاروں میں کہا۔

"ہوں۔ آؤ۔" محمود نے بھی اشارہ کیا اور آگے بڑھ کر دروازے سے کان لگا دیے۔ اندر کوئی کہہ رہا تھا:

"لیکن میں کہہ چکا ہوں۔ جب تک مسٹر گماٹا نہیں آ جاتے، ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ یا پھر مسٹر اُرٹیکا آ جائیں۔" انھوں نے صاف پہچانا، آواز انوراکا کی تھی۔

"لیکن۔ سوال یہ ہے کہ ہم ان کا انتظار کب تک کریں گے۔"

آرٹی بناشا بولا۔

"ہمیں دشمن ملک کی جیل سے نکلنا ان کی وجہ سے نصیب ہوا ہے، لہٰذا ہمارا بھی یہ فرض بنتا ہے کہ ان کا انتظار کریں۔"

لی کاف کی آواز کانوں سے ٹکرائی۔ اور انھوں نے اپنے رونگٹے کھڑے ہوتے محسوس کیے۔

"لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم گھنٹوں ان کا یہاں انتظار کرتے رہیں۔ ہم ان کے غلام نہیں ہیں۔ آزاد ہیں، خود مختار ہیں، اگر وہ ہم سے کوئی کام لینا چاہتے ہیں تو بھی اس کے لیے انھیں ہم سے درخواست کرنا پڑے گی۔ زبردستی وہ ہم سے کام نہیں لے سکتے۔"

"ہاں! بات تو ٹھیک ہے، لیکن کچھ دیر انتظار کر لینے میں آخر حرج بھی کیا ہے۔ اس میں ہماری بے عزتی تو نہیں ہو جائے گی۔" لی کاف نے کہا۔

"خیر۔ جیسے آپ کی مرضی۔ میں تو حیران ہوں۔ گماٹا کو کیا پڑی تھی ہمیں رہا کرانے کی۔ ہمارے اور اس کے راستے ہمیشہ مختلف رہے ہیں۔"

"یہ بات تو ان سے ملنے پر ہی معلوم ہو سکتی ہے۔"

"اور اس بات کا بھی تو امکان ہے کہ گماٹا انسپکٹر جمشید کے ہتھے چڑھ گیا ہو۔" انوراکا بولا۔

"اس صورت میں ہم یہاں کیسے پہنچ سکتے تھے؟"

"اس طرح کہ ہمیں یہاں بھجوانے کا حکم جاری ہو گیا ہو گا اور اس کے بعد انسپکٹر جمشید کا کوئی داؤ چل گیا۔ اگر ایسا ہو چکا ہے تو پھر ہم مہینوں بھی یہاں گماٹا کا انتظار کرتے رہیں گے تو بھی وہ نہیں آئیں گے۔"

"اس صورت میں مسٹر اُرٹیکا آئیں گے۔"

"کیوں۔ ڈالون۔ تمہارے باس کیا کہہ گئے تھے؟" آرٹی بناشا نے پوچھا۔

"انھوں نے کہا تھا۔ آپ لوگوں کو یہاں عزت اور احترام سے ٹھہرایا جائے۔ وہ اور مسٹر اُرٹیکا یہاں پہنچنے میں دیر نہیں لگائیں گے۔"

"لیکن۔ اس وقت تک۔"

لی کاف کے الفاظ درمیان میں رہ گئے، اسی وقت ایک بار پھر ویسی ہی آواز اُبھری تھی۔ وہ کانپ اُٹھے۔

○

"اوہو۔ بھئی۔ یہ کیا مصیبت ہے۔ آخر اس ساتھ والے کمرے میں گماٹا نے کسے بند کر رکھا ہے۔"

"جی پتا نہیں — کون شخص ہے — میں اس کا نام نہیں جانتا اور اس کمرے کی چابی میرے پاس نہیں ہے، جب اس شخص کو بھوک لگتی ہے تو اسی طرح حلق پھاڑتا ہے — یہ کل سے بھوکا ہے اور چیخ رہا ہے، لیکن چونکہ مسٹر گماٹا تالے کی چابی ساتھ لے گئے ہیں، اس لیے ہم اسے کچھ کھانے کو دے بھی تو نہیں سکتے۔"

"روشندان میں سے پھینک دو۔" انور اکتا کر بولا۔

"روشندان میں بھی نزدیک نزدیک لوہے کی سلاخیں لگی ہیں — دراصل مسٹر گماٹا کا اس شخص کو بھوکا رکھنے کا پروگرام ہے، انھوں نے مجھ سے کہا بھی تھا کہ اسے بالکل کچھ نہ دیا جائے۔"

"ہوں — خیر — کوئی بات نہیں — اب تو ان کے آنے کے بعد ہی یہ بات معلوم ہو سکے گی — ویسے ڈالون — تم نے اُرٹیکا کو دیکھا تھا؟"

"جی ہاں! اس مہم پر روانہ ہونے سے پہلے وہ یہیں جمع ہوئے تھے — اور اس مہم کی کیا بات ہے — مسٹر گماٹا کو جب بھی کوئی مہم درپیش ہوتی ہے، وہ مہم کا آغاز اسی عمارت سے کرتے ہیں — ان کے سب ساتھی یہیں آجاتے ہیں اور منصوبے کی تفصیلات طے کی جاتی ہیں۔"

عین اسی لمحے انھوں نے بیرونی دروازہ کھلنے کی آواز

سُنی — وہ بوکھلا اٹھے —

"شاید گماٹا آگیا ہے۔" محمود نے گھبرا کر سرگوشی کی۔

"ہاں — ورنہ دروازہ کھلنے کا کیا کام۔"

"تب پھر — ہمیں کہیں چھپ جانا چاہیے۔"

"چھت پر جانے کے علاوہ ہم کر ہی کیا سکتے ہیں۔"

"ہوں — آؤ پھر — چھت پر ہی چلتے ہیں۔"

وہ جلدی جلدی سیڑھیوں کے پاس پہنچے اور دبے پاؤں اوپر چلے گئے — اوپر والی سیڑھی پر پہنچ کر رک گئے اور نیچے کی آوازیں سننے کے لیے کان لگا دیے — جلد ہی قدموں کی آواز سنائی دی — اور پھر کسی نے اس کمرے کے دروازے پر دستک دی — جس میں وہ لوگ موجود تھے —

"کون ہے؟" اندر سے پوچھا گیا۔

"یہ کیا طریقہ ہے ڈالون — تمھیں تو بیرونی دروازے پر موجود رہنا چاہیے تھا۔" باہر سے گماٹا نے کہا۔

"مہمانوں نے مجھے کمرے کے اندر موجود رہنے کی ہدایت کی تھی سر۔" ڈالون نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

"ہوں خیر — اب تم دروازے پر چلے جاؤ — مسٹر اُرٹیکا آ گئے ہیں یا نہیں؟"

"جی — ابھی تک تو آئے نہیں۔"

" بس آنے ہی والے ہوں گے ۔ انھیں نہایت احترام سے اندر لے آنا ۔"

" او کے سر ۔" ڈالون نے کہا اور باہر کی طرف چلا گیا ۔

اب گماٹا اندر داخل ہو گیا ۔ ساتھ ہی دروازہ بند کر دیا گیا ۔ انھوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا ۔ جیسے کہہ رہے ہوں ۔ اب کیا کریں ۔ کیونکہ ڈالون کے باہر چلے جانے کی صورت میں اب وہ درمیان میں پھنس گئے تھے ، لیکن کمرے میں ہونے والی گفتگو سُننا بھی ضروری تھا ؛ چنانچہ دبے پاؤں اُترے اور دروازے سے آ لگے ، بیرونی دروازے کی طرف دیکھا تک نہیں ۔

" آخر آپ آ ہی گئے ۔ بہت انتظار کرایا ۔" انوراکا بولا ۔

" قسمت ہی تھی کہ یہاں تک پہنچ گیا ، ورنہ انسپکٹر جمشید کا داؤ چل گیا تھا اور میرا بچنا بہت مشکل ہو گیا تھا ۔"

" اس کم بخت کا داؤ چلے بغیر نہیں رہتا ۔" لی کاف نے بھنا کر کہا ۔

" لیکن ہوا کیا تھا مسٹر گماٹا ؟" انوراکا نے پوچھا ۔

گماٹا جلدی جلدی تفصیل بتانے لگا ۔

" اوہ ۔ گویا اس نے آپ کے آدمی ہی آپ کے خلاف کر دیے تھے ۔"

" ہاں ؛ اسی لیے تو مجھے بھاگنا پڑا ۔"

" لیکن مسٹر اُرٹیکا کہاں ہیں ؟"

" مسٹر اُرٹیکا میرے گرنے کے بعد بھاگ کھڑے ہوئے تھے ، ان لوگوں نے ان کا تعاقب کیا تھا ، لیکن مسٹر اُرٹیکا ان کے ہاتھ نہیں لگے ہوں گے ۔ لگ بھی نہیں سکتے ۔ وہ بہت خطرناک ہیں ۔"

" ہوں ۔ اب بتائیے ۔ آخر یہ چکر کیا ہے ؟"

" چکر تو مسٹر اُرٹیکا ہی بتائیں گے ۔ اصل پروگرام ان کا ہے ۔ ہمیں تو ان کے ساتھ کام کرنا ہے ۔"

" لیکن ہم ان کے لیے کام کیوں کریں ۔ کیا ہم ان کے غلام ہیں ۔ یا ان کا ہم پر کوئی دباؤ ہے ؟" آرٹی بناشا بولا ۔

" ایسی کوئی بات نہیں ۔ بات صرف اتنی سی ہے کہ مسٹر اُرٹیکا کی پیش کش بہت شان دار ہے ۔"

" اور وہ پیش کش کیا ہے ؟"

" بہتر ہو گا ۔ یہ آپ انھی کے منہ سے سُنیں ۔"

" خیر ۔ سُن لیں گے ۔ اس کا مطلب ہے ۔ مسٹر ارٹیکا ہم سے کوئی کام لینا چاہتے ہیں ؟"

" جی ہاں ۔ البتہ میں ایک خاص بات آپ کو ضرور بتا سکتا ہوں ۔"

" اور وہ کیا ؟" لی کاف بولا ۔

" وہ یہ کہ ۔" گماٹا کہتے کہتے رُک گیا ۔ اس کی پیشانی پر بل

پڑ گئے۔ اس نے میز کے پائے پر ہاتھ پھیرا۔ اور پھر دروازے
کی طرف دیکھنے لگا۔

"معلوم ہوتا ہے۔ آپ نے خطرے کی بُو سونگھ لی ہے۔"
لی کاف نے کہا۔

"جی ہاں۔ ایسی ہی بات ہے، لیکن آپ فکر نہ کریں۔ جو کچھ
بھی ہے۔ ابھی سامنے آ جائے گا۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی دروازہ کھلا اور محمود، فاروق اور
فرزانہ ڈالون کے آگے چلتے کمرے میں داخل ہو گئے۔ ڈالون
نے پستول نکال رکھا تھا۔

آپ!!!

"ارے! یہ یہاں بھی پہنچ گئے۔ لیکن یہ تھے کہاں؟" لی کاف
حیرت زدہ انداز میں بولا۔

"دروازے سے لگے ہوئے تھے۔" ڈالون نے بتایا۔

"ہاں! یہ احساس مجھے ہو گیا تھا کہ کوئی دروازے سے لگا
ہماری گفتگو سن رہا ہے۔ اس کا مطلب ہے، یہ میرے آنے
سے پہلے ہی اندر داخل ہو گئے تھے، جب میں آیا تھا تو یہ زینے
پر چڑھ گئے۔ اور میرے اندر داخل ہونے اور ڈالون کے نکل
جانے کے بعد پھر دروازے پر آ موجود ہوئے۔" گماٹا نے جلدی
جلدی کہا۔

"یہ خیال مجھے بھی آیا تھا کہ کوئی ہماری گفتگو سُن رہا ہے،
لیکن پھر میں نے سوچا تھا۔ مجھے ضرور وہم ہو گیا ہے۔" انوراکا
بولا۔

"آپ کو اسی وقت اٹھ کر دیکھ لینا چاہیے تھا، یا پھر آپ

ڈالون کو حکم دیتے۔"

"مجھ سے غلطی ہوئی۔" انوراکا نے کہا۔

"خیر کوئی بات نہیں۔ ارے۔ لیکن انسپکٹر جمشید ان کے ساتھ نظر نہیں آرہے۔" گماٹا حیران ہو کر بولا۔

"وہ ہمارے ساتھ نہیں آئے۔"

"نہیں آئے تو آجائیں گے۔ ڈالون۔ خیال رکھنا۔ مسٹر اُرٹیکا بھی آنے والے ہیں اور انسپکٹر جمشید بھی۔ انسپکٹر جمشید کو بالکل اسی طرح لانا جس طرح ان لوگوں کو ۔۔۔"

"جی بہتر۔ آپ فکر نہ کریں۔"

"اور مسٹر اُرٹیکا کے ساتھ اندر آنے کی ضرورت نہیں۔ کہیں اس دوران انسپکٹر جمشید نہ پہنچ جائیں۔"

"جی بہتر۔ آپ فکر نہ کریں، میں پوری طرح ہوشیار ہوں۔ یہ حضرات اگر مجھے سوالات کرنے کے لیے اندر نہ بلا لیتے تو یہ تینوں عمارت میں داخل نہیں ہو سکتے تھے۔"

"خیر کوئی بات نہیں۔ اب تم جاؤ۔" گماٹا نے کہا اور ڈالون چلا گیا۔

"اب ہمیں مسٹر اُرٹیکا کا انتظار ہے۔"

"نہ جانے۔ یہ انتظار کب ختم ہوگا۔"

"پہلے ان سے کیوں نہ دو دو باتیں کر لی جائیں۔" انوراکا نے

ان کی طرف دیکھا۔

"ان سے کیا باتیں کریں۔ ان کی باتیں ہمارے کس کام آئیں گی۔" آرٹی بناشا نے منہ بنایا۔

اسی وقت قدموں کی آواز سنائی دی۔ دروازہ کھلا اور پھر وہ سب چونک اُٹھے۔ محمود، فاروق اور فرزانہ تو دھک سے رہ گئے۔ ان کے سامنے اُرٹیکا کھڑا تھا۔

"آئیے مسٹر ارٹیکا۔ ہم آپ ہی کا انتظار کر رہے تھے۔"

"ل۔ لیکن۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔" محمود کھوئے کھوئے لہجے میں بولا۔

"کیا۔ کس طرح ہو سکتا ہے؟"

"ہم مسٹر اُرٹیکا کو زندہ سلامت دیکھ رہے ہیں، لیکن۔ انھوں نے تو ہمارے سامنے دم توڑ دیا تھا۔"

"ہاہا۔" ارٹیکا نے ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا، پھر بولا:

"وہ موت ایک نمائش تھی۔ میں پندرہ منٹ تک سانس روک سکتا ہوں۔ میں نے اس کے لیے مدتوں مشق کی ہے۔"

"لیکن آپ یہاں تک کیسے آگئے، جزیرے کے ساحل پر کھڑی لانچ تو مسٹر گماٹا لے آئے تھے۔"

"ہاں، لیکن ہم نے واپسی کے کچھ انتظامات بھی کر رکھے تھے۔" ارٹیکا بولا۔

"ہاں یہ ٹھیک ہے۔" گماٹا بولا۔

"خیر۔ چلیے۔ بات ختم ہوئی۔ اب جب کہ ہم سب یہاں موجود ہیں۔ آپ فرمایئے۔ ہم سے کیا چاہتے ہیں؟"

"جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں۔ میں اس دنیا کا باشندہ نہیں ہوں۔ میں ایک اور سیارے کا رہنے والا ہوں، اس سیارے پر آبادی اس قدر بڑھ گئی ہے کہ اب ہم نے اس زمین کو خالی کرانے کا پروگرام بنایا ہے۔ ہم چاہتے ہیں، زمین کے رہنے والے اسے خالی کر دیں۔"

"زمین کو خالی کر دیں۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں مسٹر اُرڈیکا۔" لی کاف دھک سے رہ گیا۔ شاید انھوں نے اتنی عجیب بات کبھی نہیں سُنی تھی۔

"ہاں۔ بات یہی ہے۔ میں مسٹر گماٹا سے بات کر چکا ہوں، ایک منٹ۔ سب سے پہلے تو ہمیں اس طرف توجہ دینی چاہیے کہ یہاں انسپکٹر جمشید کی آمد کا زبردست امکان ہے۔ وہ شخص ضرور کوئی جال بچھا کر آئے گا۔ ہمیں اس کے جال سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ لہٰذا فوری طور پر یہ عمارت خالی کر دیں، بات چیت یہاں نہیں ہو گی۔"

"ٹھیک ہے۔ تو پھر بات کہاں ہو گی؟"

"میرے ساتھ چلیے۔ میں اپنے سیارے کا ایک راکٹ

ساتھ لایا ہوں۔ ہم اس راکٹ میں بیٹھ کر بات چیت کریں گے، اس میں ہم سو فیصد محفوظ ہوں گے۔"

"ویری گڈ۔ اس سے بہتر بات بھلا کیا ہو گی۔"

"تو پھر چلیے۔" اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"لیکن جانا کہاں ہے۔ کیسے جانا ہے؟"

"مسٹر گماٹا۔ لانچ کہاں ہے؟"

"ایک محفوظ جگہ۔ ہم نہایت آسانی سے سمندر میں سفر کر سکتے ہیں۔"

"بس تو پھر۔ میں اس مقام سے اچھی طرح واقف ہوں۔ جہاں راکٹ موجود ہے۔"

"اور ان کا کیا کریں؟" انوراکا نے ان تینوں کی طرف اشارہ کیا۔

"انھیں ساتھ لے چلتے ہیں۔ انسپکٹر جمشید ان کی پریشانی میں مبتلا ہو جائے گا۔ اور سوجھ بوجھ سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔"

"اچھی ترکیب ہے۔" گماٹا نے خوش ہو کر کہا، پھر ڈالون سے بولا:

"تم چوکس یہاں موجود رہو گے، اگر انسپکٹر جمشید آئے تو اس سے کوئی بات کرنے کی ضرورت نہیں۔"

"او کے سر!"

وہ عمارت کے پچھلے حصے سے نکلے۔ گماٹا ان کی رہنمائی کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ ساحل پر پہنچ گئے۔ محمود، فاروق اور فرزانہ کے دل دھک دھک کر رہے تھے، کیونکہ ان کے والد اس عمارت تک تو آ سکتے تھے، سمندر میں انھیں کس طرح تلاش کرتے، لیکن پھر انھوں نے سوچا۔ وہ بھی آخر انسپکٹر جمشید ہیں، کسی نہ کسی طرح ان تک ضرور پہنچیں گے۔

ساحل پر لانچ موجود تھی اور دُور دُور تک کوئی انسان نظر نہیں آ رہا تھا، شاید یہ کوئی ویران ساحل تھا۔ ارٹیکا نے لانچ کا سٹیرنگ سنبھالا اور وہ سمندر میں آگے بڑھنے لگے۔ باقی لوگ بھی اس کے آس پاس بیٹھ گئے۔

"ہاں تو مسٹر آرٹیکا۔ ساتھ ساتھ بات چیت بھی کیوں نہ ہو جائے۔"

"لیکن منصوبے کی اصل تفصیلات راکٹ میں ہی طے ہو سکیں گی۔"

"کوئی بات نہیں۔ ہمارے لیے دراصل الجھن کی بات یہ ہے کہ ہم اپنی زمین کی آبادی کو ختم کرنا کس طرح منظور کر لیں گے۔ اس سے ہمیں کیا فائدہ ہو گا۔"

"میں مسٹر گماٹا کو پہلے ہی مطمئن کر چکا ہوں۔ ہمارا مسئلہ صرف یہ ہے کہ زمین کی آبادی کو کس طرح ختم کیا جائے۔ اس

کا حل آپ لوگوں کو تلاش کرنا ہے۔ میں چاہتا ہوں۔ ایک ہی وقت میں ساری دُنیا کا کام تمام ہو جائے اور ہم اپنے سیارے کی آبادی کا نصف حصہ یہاں لے آئیں۔"

"یہ کوئی چھوٹا سا کام نہیں ہے، اس پر ہم بعد میں غور کریں گے۔ آپ تو پہلے صرف یہ بتائیں کہ ہم سب آخر آپ کا ساتھ کیوں دیں۔"

"اس لیے کہ جو زندگی آپ کو آئندہ نصیب ہونے والی ہے۔ اس کا آپ خواب میں بھی تصور نہیں کر سکتے۔ ایک ایسی شاندار زندگی۔ جس میں رنگینیاں ہی رنگینیاں ہوں گی۔ بس آپ لوگ عیش ہی عیش کریں گے۔ کام کوئی نہیں کرنا ہو گا۔ ان جان جوکھوں کے کاموں سے نجات مل جائے گی۔ اور آپ لوگ ہمارے سارے سیارے کے لیے باعثِ عزت ہوں گے۔"

"سوال یہ ہے کہ آپ ہم سے کام لینے پر کیوں مجبور ہیں، کیا یہ کام آپ اپنے سیارے کے لوگوں کے ذریعے نہیں لے سکتے تھے؟"

"نہیں۔ ہم سائنس میں بہت پیچھے ہیں۔ زمینی ایجادات کا مقابلہ نہیں کر سکتے، اس لیے ہم آپ لوگوں کے ذریعے یہ کام نکالنے پر مجبور ہیں۔"

"ہم سمجھ گئے۔ گویا ہم صرف اس وجہ سے یہ کام کر گزریں

کہ آپ لوگ ہمیں باقی ماندہ زندگی کوئی کام نہیں کرنے دیں گے، اور ہم پُرعیش زندگی گزاریں گے۔ ایک ایسی زندگی جس کے ہم خواب بھی نہیں دیکھ سکتے۔"

"ہاں۔ بالکل۔" اُڈیکا نے کہا۔

"ایسی زندگی کے خواب تو ہم سب دیکھتے ہیں۔ کیا خیال ہے دوستو؟" لی کاف نے اپنے دونوں ساتھیوں کی طرف دیکھا۔

"بالکل ٹھیک ہے۔ ہمیں منظور ہے۔" انوراکا بولا۔

"گماٹا پہلے ہی تیار ہے۔ اب آپ لوگوں کو وہ ترکیب ڈھونڈنی ہے۔ جس سے زمین کی کل آبادی ایک ہی بار ختم ہو جائے اور لاشوں کے گلنے سڑنے سے بدبو بھی نہ پھیلے، نہ جراثیم پیدا ہوں۔ یہ ہے اصل مسئلہ۔"

"ساری آبادی کو ایک ہی وقت میں ختم کرنا۔ اور وہ بھی اس طرح کہ بُو نہ پھیلے، جراثیم پیدا نہ ہوں۔ واقعی ایک عجیب و غریب مسئلہ ہے، لیکن خیر۔ ہم اس پر غور کریں گے۔ اور۔ یہ غور آپ کے راکٹ میں ہوگا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں آپ کو راکٹ کی سیر بھی کراؤں گا۔"

"کیا کہا۔ راکٹ کی سیر۔"

"ہاں۔ وہ بے آواز ہے۔ آپ کی زمین کے آلات اس کی موجودگی کو محسوس نہیں کر سکیں گے۔" اُڈیکا بولا۔

"لیکن ابھی ابھی تو آپ نے کہا تھا کہ آپ کے سیارے کے سائنسدان ہمارے سائنسدانوں کی نسبت بہت پیچھے ہیں۔"

"ہاں! اس میں کوئی شک نہیں، لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ ہم نے سائنس میں کوئی ترقی کی ہی نہیں۔"

"ابھی کتنی دیر اور سمندر میں سفر کرنا ہوگا؟" آرٹی بناشا نے بے چین ہو کر کہا۔

"تقریباً ایک گھنٹا اور۔"

"اوہ!" ان کے منہ سے نکلا۔ شاید ایک گھنٹے کا اور سفر ان کے لیے صبر آزما معاملہ تھا، لیکن کیا ہی کیا جا سکتا تھا۔

سفر جاری رہا۔ یہاں تک کہ لانچ ایک جزیرے کے ساحل پر آ کر رک گئی۔ وہ اتر پڑے۔ انھوں نے دیکھا۔ جزیرے کے بیچوں بیچ ایک راکٹ نما چیز کھڑی تھی۔ اس کے اندر اتنی جگہ موجود تھی کہ دس پندرہ آدمی بیٹھ سکتے تھے:

"آیئے حضرات۔"

"تو کیا آپ اب بھی ان تینوں کو ساتھ رکھیں گے۔ انھیں کیوں نہ جزیرے پر چھوڑ دیا جائے۔"

"نہیں۔ یہ تو ان کے ساتھ زیادتی ہوگی۔ میں چاہتا ہوں۔ مرنے سے پہلے یہ اپنے گھر میں ہوں اور سب کے ساتھ مریں۔" اُڈیکا بولا۔

"آپ رحم دل بھی ہیں اور انتہائی بے رحم بھی۔ پوری زمین کی آبادی کو ختم کر دینا چاہتے ہیں، لیکن ساتھ ہی یہ بھی چاہتے ہیں کہ بچے اپنے گھروں میں مریں۔"

"ہاں۔ اس طرح یہ سکون سے تو مر سکیں گے۔"

"خیر۔ آپ جانیں۔ ویسے انہیں ساتھ رکھنا انتہائی خطرناک ہے۔ یہ سانپ کے بچے ہیں، سانپ کے۔"

"میرے لیے یہ قطعاً خطرناک ثابت نہیں ہو سکتے۔ آپ فکر نہ کریں۔"

"بہت بہت بہتر۔"

اُڈیکا نے آگے بڑھ کر راکٹ کے دروازے کو ہاتھ لگایا۔ شاید کوئی خفیہ بٹن دبایا۔ دروازہ فوراً کھل گیا۔

"آیئے حضرات۔" اس نے پہلے ان لوگوں کو سوار ہونے کی دعوت دی۔

وہ باری باری اندر داخل ہو گئے۔ آخر میں محمود، فاروق اور فرزانہ کی باری آئی:

"چلیے جناب۔ آپ لوگ بھی چلیں۔"

"ہمیں تو آپ فضول ہی گھسیٹ رہے ہیں۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"اوہو۔ کوئی بات نہیں۔ آیئے۔"

انہیں بھی سوار ہونا پڑا۔ ان کے بعد خود اُڈیکا داخل ہوا اور دروازہ اندر سے بند کر لیا۔

"میں اکیلا اس راکٹ کو اڑا سکتا ہوں۔ اس کے لیے کسی پائلٹ کی ضرورت نہیں۔ ویسے اس قسم کے راکٹ آپ لوگوں کے لیے نئی چیز نہیں ہوں گے۔"

"ہاں۔ بات تو ٹھیک ہے۔"

راکٹ کے اندر چھوٹے سائز کی دھات کی کرسیاں رکھی تھیں۔ وہ ان پر بیٹھ گئے۔ اڈیکا نے پائلٹ کی سیٹ سنبھالی۔ پائلٹ کی سیٹ ان کے کیبن سے بالکل الگ تھی۔

"میں آپ لوگوں سے کٹ گیا ہوں، لیکن آپ مجھ سے بات چیت کر سکتے ہیں۔"

"مسٹر اڈیکا۔ کیا یہ ضروری ہے کہ آپ راکٹ کو اڑائیں بھی، اڑائے بغیر بھی تو بات چیت ہو سکتی ہے۔"

"لیکن جو مزہ فضا میں سفر کے دوران بات چیت کا آئے گا۔ وہ جزیرے پر کھڑے رہ کر ہرگز نہیں آ سکتا۔" اڈیکا نے کہا۔

"ہوں۔ خیر۔ چلیے۔"

راکٹ آواز پیدا کیے بغیر اوپر اٹھنے لگا۔ انہیں یوں

لگا جیسے وہ کسی جھولے میں بیٹھے ہوں۔ بالکل سیدھے اوپر اٹھتے چلے گئے۔

" واقعی۔ مزا آ رہا ہے۔" گماٹا نے خوش ہو کر کہا۔

" اب آپ لوگ ذہن دوڑائیں۔ پوری آبادی کو کس طرح ختم کیا جا سکتا ہے؟"

" اس کے لیے ہمیں بہت بڑے سائنس دانوں کی خدمات حاصل کرنا ہوں گی۔ اس کا حل تو وہ سائنس دان ہی بتائیں گے۔ ہم تو بس ان کے حل کو عملی جامہ پہنا دیں گے۔"

" ہوں! خیر۔ تو پھر پہلے سائنس دانوں کے اغوا کا منصوبہ ترتیب دے لو۔ اس کے بعد سائنس دانوں کی ترکیب پر عمل کیا جائے گا۔"

" یہ بالکل ٹھیک رہے گا۔"

" ایسی صرف ایک ترکیب ہو سکتی ہے۔ اور وہ یہ کہ ساری زمین کی آکسیجن جذب کر لی جائے۔ لوگ خود بخود مر جائیں گے۔ اب رہ جاتا ہے، دوسرا مسئلہ کہ بُو نہ پھیلے اور جراثیم نہ پیدا ہوں تو اس کا حل بھی سائنس دان سوچیں گے، یہ بھی ہمارا کام نہیں ہے۔"

" ٹھیک ہے۔ تو کیا آکسیجن جذب کر لینا ممکن ہو چکا

ہے؟"

" ہاں۔ سائنس دان ایسی چیزیں ایجاد کر چکے ہیں۔"

" تب تو نصف مسئلہ حل ہو گیا، مجھے امید ہے، سائنس دان بقیہ نصف مسئلے کا حل بھی ڈھونڈ لیں گے۔"

" کیوں نہیں۔ ہم لوگ تو آپس کے لڑائی جھگڑوں کے پیش نظر اس قسم کی چیزیں ایجاد کرتے ہی رہتے ہیں۔ کوئی ملک کسی کا دشمن ہے تو کوئی کسی کا۔"

اچانک کھڑ کھڑ کی آواز ابھری۔

" ارے۔ یہ کیا ہوا؟" ارٹیکا کے منہ سے نکلا۔

" کیا معاملہ ہے مسٹر ارٹیکا؟" گماٹا چونک کر بولا۔

" راکٹ میں کوئی گڑبڑ معلوم ہوتی ہے۔ فوراً ان تینوں کو میرے پاس بھیج دیں۔"

" کن تینوں کو؟" گماٹا نے حیران ہو کر کہا۔

" انسپکٹر جمشید کے بچوں کو۔ میں ان کی مدد سے راکٹ پر کنٹرول حاصل کر لوں گا۔"

" کیوں نہ ہم میں سے کوئی آ جائے؟" آرٹی بناشا نے کہا۔

" جی نہیں۔ ان سے ہی کام چل جائے گا۔"

" اچھا خیر۔ جاؤ بھئی۔ مسٹر ارٹیکا کی مدد کرو۔ یہ بات تو تم

لوگ اچھی طرح جانتے ہو گے کہ اگر راکٹ کی خرابی درست نہ ہوئی تو ہم سب کا کیا انجام ہو گا۔"

"ہاں — یہ ٹھیک ہے۔" محمود نے کہا — وہ بہت فکر مند ہو گیا تھا —

محمود، فاروق اور فرزانہ کیبن سے نکل کر پائلٹ روم میں داخل ہوئے —

"تم ذرا سمت بتانے والے اس آلے پر نظر رکھو — یہ اسی جگہ رہنا چاہیے۔ جس جگہ ہے۔" اُرٹیکا نے محمود سے کہا —

"بہت بہتر۔ جونہی اس کی سوئی حرکت میں آئی — میں آپ کو بتا دوں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ اور تم مسٹر۔ اس بٹن کو دبائے رکھو۔ جب تک میں نہ کہوں۔ انگلی نہ ہٹانا۔" اس نے فاروق سے کہا۔

"جی بہتر۔" فاروق بولا اور بٹن دبا دیا۔

"اے لڑکی۔ تم دروازے پر موجود رہو۔ فی الحال دروازہ اندر سے بند کر دو، لیکن جونہی میں کہوں۔ دروازہ کھول دینا۔ ورنہ ہم دم گھٹ کر مر جائیں گے۔"

"اچھا۔ اگر ایسی بات ہے تو بند کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟"

"تمہیں اس راکٹ کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔ چپ چاپ وہ کرو جو کہا جا رہا ہے۔"

"اچھی بات ہے۔" وہ بولی اور دروازے پر پہنچ کر دروازہ بند کر لیا۔

اُرٹیکا کچھ دیر تک آلات سے لڑتا جھگڑتا رہا، پھر اس کی آواز سنائی دی:

"راکٹ کو نیچے اتارنا ہو گا دوستو۔ نیچے ایک جنگل نظر آرہا ہے۔ ہم کچھ دیر رک کر اس کی خرابی کو دور کرنے کی کوشش کریں گے۔ اگر راکٹ درست نہ ہو سکا تو پھر کچھ اور سوچا جائے گا۔ فضا میں رہنا خطرناک ہے۔ ویسے مجھے امید ہے، خرابی بہت معمولی ہے۔"

"جیسے آپ مناسب سمجھیں۔ ہم اس میں کیا کہہ سکتے ہیں۔" لی کاف نے کہا۔

اور راکٹ نیچے اترنے لگا۔ ایک بار پھر انہیں یوں لگا جیسے کسی جھولے میں بیٹھے ہوں اور جھولا نیچے اتر رہا ہو۔ آخر راکٹ زمین پر ٹک گیا۔

"آپ لوگ بیٹھے رہیں۔ میں نیچے اتر کر دیکھتا ہوں۔" ارٹیکا نے کہا۔ اور دروازہ کھول کر باہر نکل گیا:

"تم لوگ بھی اتر آؤ۔" اس نے محمود، فاروق اور فرزانہ سے کہا۔

انھوں نے کچھ نہ کہا۔ نیچے اُتر گئے۔ ارٹیکا نے راکٹ کا بیرونی دروازہ بند کر دیا اور چاروں طرف کا جائزہ لیا۔ پھر حلق سے ایک آواز نکالی۔ آواز عجیب سی تھی۔ جیسے اُلّو کی ہوتی ہے۔ اس آواز نے محمود، فاروق اور فرزانہ کو اُچھل پڑنے پر مجبور کر دیا۔ ان کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں۔ تینوں ایک ساتھ بولے:

"آپ!!!"

فون پر اطلاع

فوراً ہی دوڑتے قدموں کی آواز سُنائی دی۔ اور سیکڑوں فوجی نوجوان چاروں طرف سے دوڑ کر آتے نظر آئے:

"ارے ہائیں۔ تو کیا ہم اپنے مُلک کی سرزمین پر ہیں؟" فرزانہ نے چہک کر کہا۔

"ہاں تو اور کیا۔ تم کیا سمجھ رہی ہو" انسپکٹر جمشید بولے۔

"یہ۔ یہ سب کیا ہے؟" گماٹا کی چیختی چلاتی آواز سنائی دی وہ راکٹ کے دروازے سے لگا کھڑا تھا۔ باقی تین بھی اب اٹھ کر دروازے پر آ گئے تھے۔

"یہ تمھاری چال کا جواب ہے گماٹا"

"چال کا جواب۔ کیا مطلب؟"

"تم نے میرے ساتھ ایک چال چلی تھی۔ سو میں نے بھی ایک چال چلی۔ ارٹیکا میرے ہاتھ سے مارا گیا تھا"

"کیا!!!" گماٹا دھاڑا۔

"اب حلق نہ پھاڑو — تم اس راکٹ میں قید ہو چکے ہو، اور جب تک میں نہ چاہوں — اس میں سے نکل نہیں سکتے — کیا سمجھے —"

"لیکن ہم اسے اڑا تو سکتے ہیں۔" انوراکا نے چیخ کر کہا اور پائلٹ روم کی طرف بھاگا۔

"نہیں مسٹر انوراکا — تم اسے نہیں اڑا سکو گے — یہ ایک خاص راکٹ ہے اور پھر اُترتے ہوئے میں نے اس میں ایک ایسی خرابی کر دی ہے کہ واقف آدمی بھی اب اسے نہیں اڑا سکے گا —"

"اوہ — اوہ۔" انوراکا نے دائیں ہاتھ کا مُکا اپنی بائیں ہتھیلی پر مارا —

مارے غصے کے ان چاروں کا بُرا حال تھا — اتنے میں فوجی نزدیک آ گئے — انھوں نے راکٹ کو گھیرے میں لے لیا، سب سے آگے آئی جی اور ڈی آئی جی تھے:

"ایک راکٹ میں دُنیا کے چار خطرناک ترین آدمی حاضر ہیں سر!" انسپکٹر جمشید مُسکرائے۔

"مجھے تم سے یہی اُمید تھی جمشید — کہ تم ان کی چال کا جواب دے کر رہو گے — صدر صاحب بھی نہایت بے چینی سے تمھارا انتظار کر رہے ہیں۔"

"بس اب ہم ادھر ہی جائیں گے — اس چال کا آخری مرحلہ باقی ہے — راکٹ میں گیس چھوڑ دی جائے۔" انسپکٹر جمشید بولے —

فوراً ہی دو فوجی آگے بڑھے، ان کے ہاتھوں میں ایک گیس سلنڈر تھا — اس کی نالی کا اگلا حصہ انھوں نے راکٹ کے ایک سوراخ میں فٹ کیا اور گیس چھوڑ دی:

"انسپکٹر جمشید — یہ تم کیا کر رہے ہو؟" اندر سے لی کاف دھاڑا —

"تم لوگوں کو صرف بے ہوش کرنا ہے — موت کے گھاٹ نہیں اتارا جا رہا — بے ہوش بھی اس لیے کرنا ہے کہ اندر تم موجود ہو زہریلے آدمی۔" انسپکٹر جمشید منہ بنا کر بولے۔

صرف ایک منٹ بعد چاروں خطرناک مجرم بے ہوش ہو کر گر گئے —

پوری طرح اطمینان کر لینے کے بعد ہی راکٹ کا دروازہ کھلوایا گیا — اس وقت تک وہاں سبھی بڑے بڑے آفیسر پہنچ چکے تھے —

"تین جاسوسوں کی بجائے اب چار جاسوس ہماری جیلوں میں رکھے جائیں گے — کیوں کیسی رہی۔" فاروق فرزانہ کے کان میں بولا، اس نے فاروق کی طرف گھور کر دیکھا:

"کاش! ان کے ساتھ تمھیں بھی جیل میں بند کر دیا جائے۔"
اس نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

"اس طرح تو ان بے چاروں کی سزا اور بھی تکلیف دہ ہو جائے گی۔" محمود بول اٹھا۔

"وہ کیسے؟" فرزانہ نے حیران ہو کر کہا۔

"وہ اس طرح کہ یہ حضرت بول بول کر ان کے کان کھا جائیں گے اور ہماری حکومت سے درخواست کر بیٹھیں گے کہ یا تو اس شخص کو ان کے پاس سے ہٹایا جائے یا پھر انھیں جیل سے نکال باہر کیا جائے۔" محمود جلدی جلدی بولا۔

"میں سمجھ گیا۔" فاروق بولا۔

"کیا سمجھ گئے؟"

"یہ کہ تم مجھ سے اپنا پیچھا چھڑانا چاہتے ہو — تمھاری بلا سے، یہ پیچھا چاہے میرے جیل جانے کی صورت میں ہی کیوں نہ چھوٹے۔" اس نے بھناتے ہوئے انداز میں کہا۔

اس وقت انھوں نے سنا، گورنر صاحب کہہ رہے تھے:

"انسپکٹر جمشید — تم اور تمھارے بچے مبارک باد کے مستحق ہیں — تم نے دشمن کی چال کا خوب جواب دیا، لیکن مجھے حیرت ہے، انھوں نے ملک فرنام میں چھپنے یا بچنے کی کوشش کیوں نہیں کی۔"

"شاید یہ سوچ بھی نہیں سکے کہ میں شکست کھانے کے بعد ان کے تعاقب میں ملک فرنام تک پہنچ سکتا ہوں، دوسرے یہ کہ انھیں اُرٹیکا کی موت کے بارے میں معلوم نہیں تھا۔" انسپکٹر جمشید بولے —

"بہرحال — یہ ایک شاندار کارنامہ ہے۔" آئی جی بولے۔

"لیکن سر! مجھے ڈر ہے — یہ کارنامہ کہیں دھرا کا دھرا نہ رہ جائے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"کیا مطلب؟"

"اس وقت چار خطرناک ترین مجرم ہمارے قبضے میں ہیں، یہ لوگ فرار کے لیے کیا کوشش کرتے ہیں، ہم کچھ نہیں کہہ سکتے، یا انھیں چھڑانے کے لیے ان کے ملک کیا چکر چلاتے ہیں، ہمیں اس کا بھی کوئی اندازہ نہیں — اس لیے ہم ایک خطرناک صورتِ حال سے دوچار ہیں — ان کی حفاظت ایک ٹیڑھا مسئلہ ہے — اگر آپ ان چاروں کو میرے حوالے کر دیں اور ایک خاص جگہ انھیں قید میں رکھنے کی اجازت دے دیں — تو میں ان کے فرار کی ہر کوشش ناکام بنا دوں گا — وہ خاص جگہ میرا ایک مخصوص ٹھکانا ہے —"

"لیکن سر! یہ تو ملک کی بہت بے عزتی ہے۔" سپرنٹنڈنٹ جیل بول اُٹھے —

"جی - کیا مطلب - بے عزتی کس طرح ؟"

"اس طرح کہ ملک بھر کی جیلیں اور جیلوں کی انتظامیہ ناکارہ خیال کی جائے گی۔"

"بات تو ٹھیک ہے۔" آئی جی بولے۔

"نہیں جمشید - قیدی باقاعدہ جیل میں ہی رکھے جائیں گے - ان کی حفاظت کے انتظامات کر لیے جائیں گے۔"

"بہت بہتر - مجھے بھلا کیا اعتراض ہو سکتا ہے - میں نے ایک خطرہ محسوس کیا اور آپ کے سامنے اپنا خیال پیش کر دیا۔"

"خیر خیر - تم فکر نہ کرو۔"

"او کے سر!" انھوں نے مسکرا کر کہا۔

"چال کا جواب ہو تو ایسا - دشمن اپنے آپ، آپ کی قید میں چلے آئے۔" گورنر صاحب بولے۔

"شکریہ جناب - میں کس قابل ہوں - یہ تو سب اللہ کی مہربانی ہے۔"

اسی شام وہ چائے پی رہے تھے کہ دروازے کی گھنٹی بجی - انسپکٹر جمشید مسکرا اُٹھے۔

"کیوں بھئی - بتا سکتے ہو، گھنٹی کس نے بجائی ہے ؟"

"جی نہیں - اس لیے کہ گھنٹی بجانے والا پہلی بار ہمارے گھر آیا ہے۔" محمود بولا۔

"میرا بھی یہی خیال ہے۔"

"اور چونکہ ان دونوں کا خیال یہی ہے - اس لیے میں اپنے خیال کی خیر مناتا ہوں - اور ان کی تائید کرتا ہوں۔"

"گویا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ آنے والا بالکل ناواقف ہے؟" انسپکٹر جمشید سوالیہ انداز میں بولے۔

"جی ہاں! یہ ہو سکتا ہے کہ ہم اس سے واقف ہوں، لیکن وہ ہمارے گھر کبھی نہیں آیا۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔" انسپکٹر جمشید نے پھر مسکرا کر کہا۔

"آپ کا بھی یہی خیال ہے - تو پھر آپ اتنے پُراسرار انداز میں مسکرا کیوں رہے ہیں؟"

"مسکرا اس لیے رہا ہوں کہ میں جان گیا ہوں - دروازے پر کون ہے، جاؤ محمود دروازہ کھول دو۔"

"پہلے بتائیے تو سہی۔" محمود بے چین ہو کر بولا۔

"اچھا تو سنو - گھنٹی بجانے والے گوگی اور چینی بلا ہیں۔"

"اوہ!" ان کے منہ سے اچانک نکلا - اور پھر محمود جلدی سے دروازے پر پہنچا۔

"آپ کا خیال ٹھیک ہے ابا جان - کیا میں انھیں اندر لے آؤں۔"

"ہاں بھئی - لے آؤ - تمھاری امّی تو باورچی خانے میں

مصروف ہیں۔" انھوں نے کہا۔

فوراً ہی گوگی اور چینی بلا محمود کے ساتھ اندر آئے اور ان کے ساتھ بیٹھ گئے۔

"گوگی۔" گوگی نے کہا۔

"چینی بلا۔" وہ بھی گوگی کے انداز میں بولا۔

"ہم پہلے بھی مل چکے ہیں۔ فرمایئے۔ کس سلسلے میں آئے ہیں۔ ارے۔ کیا پولیس نے آپ کو چھوڑ دیا ہے؟"

"ہاں! اس لیے کہ ہمارے خلاف پولیس کے پاس کوئی ثبوت نہیں تھا۔"

"ہوں۔ تب تو تم خوش قسمت ہو، لیکن بھئی۔ تمھارے خلاف تو ثبوت میرے پاس موجود ہے۔" انسپکٹر جمشید بول اُٹھے۔

"جی وہ کیا؟"

"تم نے فرزانہ کا لاکٹ چرایا تھا۔ اس بات کے چشم دید گواہ محمود اور فاروق ہیں۔"

"عدالت ان کی گواہی تسلیم نہیں کرے گی، کیونکہ وہ آپ کی بچّی کے سگے بھائی ہیں۔"

"خیر۔ اب تم دونوں کیا چاہتے ہو؟"

"ہم صرف آپ کو یہ بتانے آئے ہیں کہ اب ہم اچکوں کا کام چھوڑ کر کوئی شریفانہ پیشہ اختیار کرنے کا فیصلہ کر چکے

ہیں۔"

"فیصلہ بہت اچھا ہے۔ مبارک ہو۔" وہ خوش ہو کر بولے۔

"لیکن اس سلسلے میں آپ کو بھی ہماری کچھ مدد کرنا ہوگی۔"

"ہاں ہاں ضرور۔ بتاؤ کس قسم کی مدد چاہتے ہو؟"

"ہمیں کسی محکمے میں ملازمت دلوا دیں۔"

"اچھی بات ہے، لیکن بھئی دیکھ لو۔ ایسا نہ ہو۔ ملازمت ملنے کے بعد تم پھر پہلے والی حرکتیں شروع کر دو۔"

"ارے توبہ توبہ۔" دونوں نے اپنے گال پیٹ لیے۔ اور پیٹتے چلے گئے۔

"بس کرو۔ گال لال ہو گئے ہیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"جی بہتر۔ آپ کہتے ہیں تو بس کر دیتے ہیں۔" گوگی بولا۔

"ٹھیک ہے۔ تم فکر نہ کرو۔ میں بہت جلد تمھارے لیے اچھی سی ملازمت کا بندوبست کر دوں گا اور تم باقی ماندہ زندگی ایماندارانہ انداز میں گزار سکو گے۔"

"بہت بہت شکریہ۔ اب ہم چلتے ہیں۔"

"بھئی چائے پی کر جانا۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"شکریہ جناب۔ ہم صرف لسّی پینا پسند کرتے ہیں اور آپ کے ہاں دہی کی لسّی ملے گی نہیں۔ ٹھیک ہے نا۔"

"اوہ۔ ہاں۔ یہ بات تو ٹھیک ہے۔" انسپکٹر جمشید گڑبڑا

کر رہ گئے۔

گوگی اور چینی بلا ابھی اُٹھے ہی تھے کہ فون کی گھنٹی بجی۔ انسپکٹر جمشید نے انھیں رُکنے کا اشارہ کرتے ہوئے ریسیور اٹھا لیا:

"ہیلو۔ کون صاحب۔"

یہ کہہ کر وہ دوسری طرف کی بات سننے لگے۔ اچانک ان کی پیشانی پر شکنیں نمودار ہو گئیں۔ تقریباً تین منٹ تک وہ دوسری طرف کی بات سنتے رہے۔ آخر یہ کہتے ہوئے ریسیور رکھ دیا:

"اچھا! دیکھا جائے گا۔"

"کیا ہوا ابّا جان۔ خیر تو ہے۔"

"وہی ہوا جس کا ڈر تھا۔ وہ چاروں فرار ہو گئے۔"

"کیا فرمایا۔ فرار ہو گئے۔ یعنی گماٹا وغیرہ۔"

"ہاں۔ وہ جیل جاتے ہوئے راستے میں ہی فرار ہو گئے۔ جیل تک پہنچے ہی نہیں۔ تمام راستوں کی ناکہ بندی کر لی گئی ہے۔ خیال یہی ہے کہ وہ ملک سے باہر نہیں جا سکیں گے۔"

"اوہ۔ وہ ملک سے باہر جا سکیں یا نہ جا سکیں۔ ملک کے لیے خطرہ تو بن ہی گئے ہیں۔"

"ہاں! بہت بڑا خطرہ۔ ہم بھی خطرے میں ہیں۔ گھر کے دروازے اور کھڑکیاں اندر سے بند کر لو۔ گوگی۔ چینی بلے تم لوگ بھی خطرے کی پلیٹ میں ہو۔ لہٰذا یہیں ٹھہرو۔" انھوں نے

اُٹھتے ہوئے کہا۔

"لل۔ لیکن ابا جان۔ آپ کہاں جا رہے ہیں۔" فرزانہ بے چین ہو کر بولی۔

"ان کی گرفتاری کے لیے مجھے گھر سے باہر جانا ہی ہو گا، میں یہاں کس طرح ٹھہر سکتا ہوں۔"

"افسوس۔ ان لوگوں نے آپ کی بات نہ مانی۔" محمود حسرت زدہ لہجے میں بولا۔

"چھوڑو اس بات کو۔"

انھوں نے باہر جانے کے لیے قدم اٹھا دیے۔ اسی وقت فون کی گھنٹی بجی، وہ جلدی سے پلٹے اور ریسیور اُٹھاتے ہوئے بولے:

"ہیلو۔"

اور پھر ایک منٹ تک دُوسری طرف کی بات سنتے رہے، آخر تھکے تھکے انداز میں کرسی میں گر گئے:

"کیا ہوا ابا جان۔ کیا کوئی اور خبر سُنی ہے؟"

"ہاں۔ وہ ملک سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔"

"لل۔ لیکن کیسے؟"

"ایک ننھے سے جہاز کے ذریعے۔ ضرور کسی غدار نے ان کی مدد کی ہے۔ میں۔ میں اس غدار کو نہیں چھوڑوں گا۔" یہ کہتے وقت ان کی مٹھیاں بھینچ گئیں۔ چہرہ سرخ ہو گیا۔ اور پھر وہ

گھر سے نکل گئے۔

"وہ غدار تو اب ان کے ہاتھوں سے بچ نہیں سکے گا۔" فرزانہ بڑبڑائی۔

"دھت تیرے کی - اب ہمیں پھر گماٹا اور لی کاف وغیرہ سے ٹکرانا پڑے گا - میں کہتا ہوں - کیا ہماری ساری زندگی مجرموں سے ٹکرانے میں ہی گزر جائے گی۔" فاروق بولا۔

محمود نے اسے تیز نظروں سے گھورا جیسے کہہ رہا ہو - یہ کیا بات ہوئی - تم نے اپنے جملے میں دھت تیرے کی کیوں استعمال کیا۔

ہائیں !!

آئندہ ناول کی ایک جھلک

محمود 'فاروق 'فرزانہ 'انسپکٹر جمشید سیریز

ناول نمبر 646

سورج کا خوف

مصنف: اشتیاق احمد

☆ حکومت مالی مشکلات کا شکار تھی' اس نے ملک کے سب سے بڑے سونے کے تاجر سے دس من سونا مانگا۔

☆ سونا اس کے گودام سے سرکاری خزانے لے جایا ہ

☆ سونا سرکاری گاڑی میں گودام کے اندر سب کے [illegible] یا۔

☆ راستے میں ڈی آئی جی گاڑی کے ساتھ ساتھ روانہ ہوئے۔

☆ اس طرح گاڑی سرکاری خزانے پہنچی۔

☆ جب اس کو کھولا گیا تو اس میں سونا نہیں تھا.... سونے کی چاروں پیٹیاں غائب تھیں۔

☆ ہر پیٹی میں اڑھائی من سونا تھا۔

☆ یہ ایک بہت خوفناک' حیرت انگیز اور سنسنی خیز واردات تھی۔

☆ سب کی سٹیاں گم ہو گئیں۔

☆ اور مزے کی بات یہ تھی کہ سونا لادا گیا تھا انسپکٹر جمشید کی موجودگی میں۔

☆ یعنی یہ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ سونا گاڑی پر لادا ہی نہیں گیا تھا۔

☆ جی نہیں سونا بالکل لادا گیا تھا۔

☆ اب سونے کی تلاش شروع ہوئی.... لیکن وہ اس طرح غائب تھا جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔

☆ آخر انسپکٹر جمشید نے ایک پروگرام ترتیب دیا.... حکومت نے دس من سونا اور مانگا۔

☆ اس بار سونا انسپکٹر جمشید نے اپنے سامنے لدوایا اور خود اس گاڑی کے ساتھ روانہ ہوئے اور راستے میں انہوں نے حفاظتی تدابیر بھی اختیار

کیں۔

☆ پھر کیا ہوا؟

☆ کیا دوسرا سونا سرکاری خزانے پہنچا؟

☆ کیا پہلا سونا ملا؟

☆ اور جب آپ کے محبوب کردار اس کیس پر شروع ہوئے تو بات کچھ اور شروع ہو گئی.... اور وہ سونے سے کہیں زیادہ خوفناک تھی۔

☆ وہ سونے کو بھول گئے اور اس چکر میں الجھتے چلے گئے۔

☆ ایک پراسرار مجرم۔

☆ مجرم کیا چاہتا تھا۔

☆ ایک خوفناک انگوٹھی سے بھی ملئے۔

☆ آپ کو قدم قدم پر حیرت کا سامنا کرنا پڑے گا۔

فائدے کی باتیں

آئندہ ماہ انشاء اللہ آپ مندرجہ ذیل ناول پڑھیں گے.....

☆ "سورج کا خوف" (قیمت 60 روپے) "سی مون کی واپسی" 16 (واں خاص نمبر) (قیمت 120 روپے) "حمشا کی واپسی" (قیمت 36 روپے) "سرپھرے" "منی خاص نمبر" قیمت (36 روپے)

☆ اور اب آتے ہیں "فائدے کی باتیں" کی طرف۔

☆ ان تمام ناولوں کی کل قیمت 252 روپے ہے.... لیکن براہ راست ادارے سے منگوانے پر آپ کو یہ تمام ناول رعایتی قیمت 210 روپے میں ملیں گے.... ناول بذ[illegible] بی پی ارسال ے جاتے ہیں۔

☆ [illegible]ٹ مین آپ سے [illegible]مایتی قیمت سے 10 روپے زیادہ وصول کرے گا۔ اس طرح [illegible]پ کو یہ تمام ناول 220 روپے میں گھر بیٹھے ملنے کے ساتھ ساتھ 32 روپے کی بچت ہوگی۔

☆ وقت کی بچت.... روپے کی بچت.... یعنی ایک ٹکٹ میں دو مزے۔

☆ عین وقت پر گھر بیٹھے ناول حاصل کرنے کے لئے اپنا فورا" اپنا آرڈر نوٹ کروائیں۔

انداز بک ڈپو عابد مارکیٹ، جوائے شاہ روڈ، سانده کلاں۔ لاہور

یہ کتب
سٹاک میں موجود ہیں

☆ ایک خط لکھ کر آپ جو کتابیں چاہیں، رعایتی قیمت پر ادارے سے براہ راست منگوا سکتے ہیں۔

☆ کتابیں بذریعہ وی پی ارسال کی جاتی ہیں۔

☆ ڈاک خرچ ادارہ ادا کرے گا۔

☆ سٹاک میں موجود کتب کی فہرست ہر ماہ شائع کی جاتی ہے۔

نام ناول	قیمت	نام ناول	قیمت
بلیک ہول خاص نمبر	120 روپے	قاتل کاریں	60 روپے
جیرال خاص نمبر	60"	سازش کا دماغ	30"
فریگن فور	60"	قاتل پروگرام	30"
جاف کا جال خاص نمبر	60"	سازش کا شہزادہ	30"
کہانی کا بھوت	60 روپے	سانپ کی آستین	30"
تصویر کی موت	60"	سازش کا قیدی	30"
		گم کمرہ	30"
[illegible]ے کا قاتل	30"	بگ باس	30"
[illegible]ش کی موت	18"	دھماکے کا مجرم	30"

نام ناول	قیمت	نام ناول	قیمت
دنیا کے قیدی خاص نمبر	45"	روتان تین	120"
آخری تیر	30"	ہیڈ کوارٹر کی تلاش	30"
ڈابنائے سم II خاص نمبر	36"	طوفانی واپسی	30"
ڈابنائے سم III خاص نمبر	36"	ناسور کی موت	30"
باطل قیامت II خاص نمبر	36"	سرخ تیر کی وادی	80"
باطل قیامت III	36"	زندہ مقتول	30"
جن + شیطان	60"	فرتان لا	75"
سرنگمی چیخ	60"	ناکامی کا تحفہ	30"
حیرت کا سمندر	100"	چکر کی تہہ	60"
کالا شیطان	100روپے	مٹھی بھر ہیرے	30"
دلدل میں لاش	30روپے	باس کا خوف	30"
مقتول کون	30روپے	سات چیخیں	30"
جی موف کی واپسی	30روپے	اندھا شکار	60"
موت کا علاج	30"	روحوں کی واپسی	30"

خاص رعایت

تین سو روپے کا آرڈر ارسال کریں۔ 33% رعایت حاصل کریں۔ (نوٹ) کم از کم ایک سو روپے کے آرڈر کی تکمیل ہو گی۔

آرڈر دینے کے لئے پتہ نوٹ فرمالیں:۔

اندازبک ڈپو ....3۔ عابد مارکیٹ' جوائے شاہ روڈ' سانده کلاں لاہور

ISHTIAQ AHMED

ISHTIAQ AHMED

ANDAZ BOOK DEPOT